سلسلہ 1
سیرۃ الانبیاء

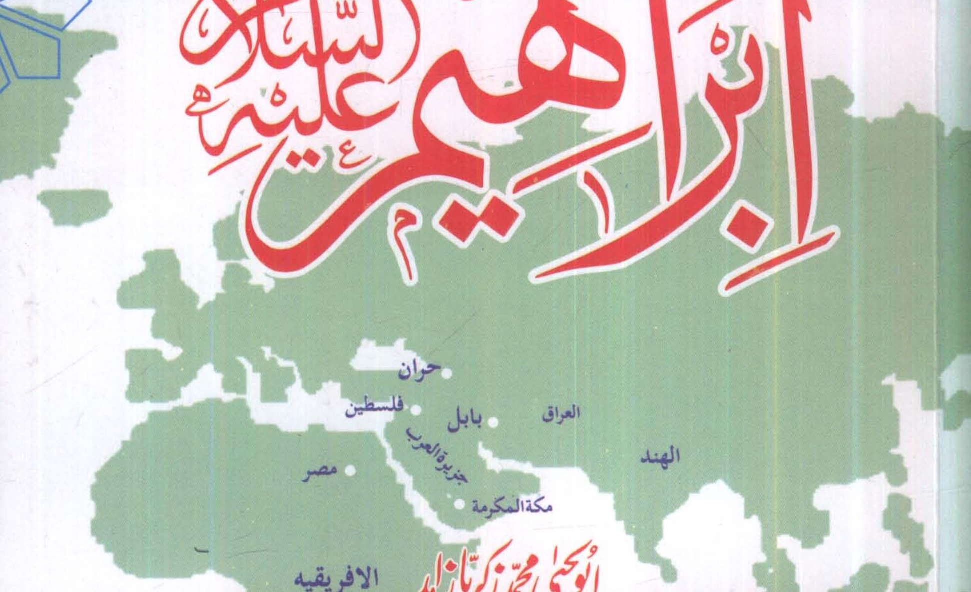
بابل سے بطحا تک

تحقیق شدہ جدید ایڈیشن

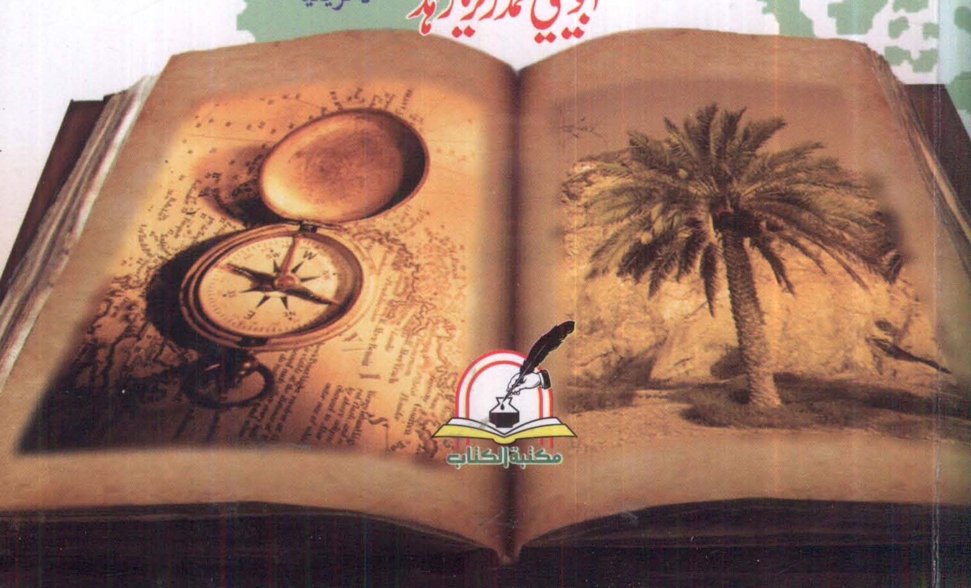


جدّ الانبیاء سیّدنا

# ابراہیم علیہ السلام




ابو یحیی محمد زکریّا زاہد



مکتبۃ الکتاب

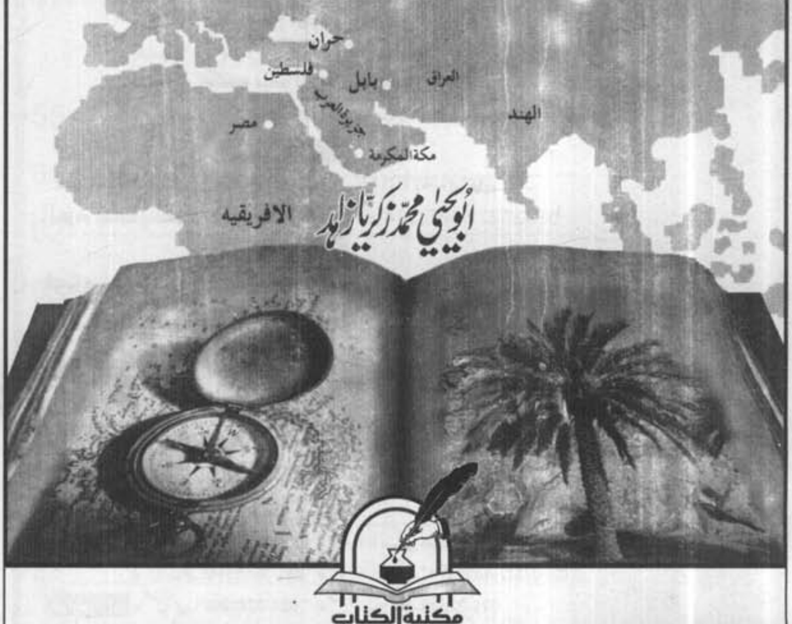
سلسلہ 1
سیرۃ الانبیاء

تحقیق شدہ جدید ایڈیشن

بابل سے بطحا تک

جدّ الانبیاء سیدنا

# ابراہیم علیہ السلام




ابو یحیی محمد زکریا زاہد

مکتبۃ الکتاب

مکتبۃ الکتاب
الفضل مارکیٹ، اُردو بازار لاہور، پاکستان فون: 0321-4210145

مکتبۃ الکتاب

نام کتاب

# جدّ الأنبیاء سیّدنا ابراهیم علیہ السلام بابل سے بطحا تک

تالیف

## ابو یحیی محمد زکریا زاہد


**سعودی عرب**

**دار العلوم النحیہ للنشر والتوزیع**

س ت: ۱۰۱۰۲۰٤۸۷٦

فرع: مرکز الجامع التجاری شارع باخشب جدہ

معرض: ۰۲٦۳۳٦٦٤۰ فاکس: ۰۲٦۸۷٤٥٥۷

**المکتب الرئیسی الریاض، حي الفیصلة**

هاتف: ۰۱۲٤۲۳۱۲٦

**مکتبہ دار الفرقان، الریاض**

هاتف: ۰۱-٤۳٥۸٦٤٦، ۰٥٦۳۰٦٤۷۳٦، ۰٥۰۷٤۱۹۹۲۱

**مکتبہ بیت السلام، الریاض**

هاتف: ۰۱-٤٤٦۰۱۲۹، ۰٥۰٥٤٤۰۱٤۷، ۰٥۰۲۰۳۳۲٦۰

**پاکستان**

**مکتبۃ الکتاب**: حق سٹریٹ، اردو بازار لاہور فون: 0321-4210145

**الحرم پبلیکیشنز** B-3 اقرا سنٹر، اردو بازار لاہور۔ فون: 0300/0322-4814274

**ڈیلرز**

**اسلامی اکیڈمی**: الفضل مارکیٹ، اردو بازار لاہور فون: 042-37357587

**کتاب سرائے**: الحمد مارکیٹ، اردو بازار لاہور فون: 042-37320318

**نعمانی کتب خانہ**: حق سٹریٹ، اُردو بازار لاہور فون: 042-37321865

**مکتبہ اسلامیہ**: غزنی سٹریٹ، اُردو بازار لاہور فون: 042-37244973

**دار الکتب السلفیہ**: اقرا سینٹر، غزنی سٹریٹ اُردو بازار، لاہور۔ فون: 042-37361505

**مکتبہ قدوسیہ** غزنی سٹریٹ، اُردو بازار، لاہور۔ فون: 0321-4460487

**ملنے کے پتے**

**اسلام آباد** ▪ دار النور: 0321-5336844 ▪ المسعود اسلامک بکس: 051-32261356

▪ تجلیات طیبہ 051-35535168 ▪ الحرم (اسلامک بکس) 0300-322-4814274

**کراچی** ▪ فضلی بکس: 021-32212991 ▪ علمی کتاب گھر: 021-32628939

**سیالکوٹ** ▪ مکتبہ رحمانیہ: 052-34591911

**فیصل آباد** ▪ مکتبہ اسلامیہ: 041-32631204 ▪ مکتبہ اہل حدیث: 041-32629292

# فہرست مضامین

❀ عن الکتاب ---------- 5

## باب اول……ہٹ دھرمی کا انجام

❀ انوکھی واردات ---------- 31
❀ انوکھا جرم، وحشیانہ سزا ---------- 36
❀ حیرت انگیز واقعہ ---------- 38
❀ اپنے وطن عراق و بابل سے ہجرت ---------- 47

## باب دوم……بابل سے ہجرت اور اسفار و قیام

❀ فلسطین و مصر کا سفر ---------- 55
❀ مستقل قیام ---------- 60
❀ دنیا جہان کی امامت ---------- 62
❀ اہل سدوم پر چڑھائی ---------- 63
❀ ذبیح اللہ کی ولادت ---------- 64
❀ اسماعیل وہاجرہ وادی بطحاء میں ---------- 67
❀ بنو جرھم کی مکہ میں آمد ---------- 74
❀ ایک عظیم قربانی ---------- 76
❀ قوم لوط ---------- 86
❀ دوسرے بیٹے کی بشارت اور معزز مہمان ---------- 90
❀ انوکھی تباہی ---------- 95

❀ ایک سوال اوراس کا جواب ---------- 108

## باب سوم......ایک تاریخ ساز عہد کا آغاز

❀ اسحاق بن ابراہیم کی ولادت ---------- 111

❀ امامت اور صحائف ---------- 118

❀ بیت اللہ الحرام تاریخ کے آئینے میں ---------- 121

❀ سیدہ سارہ رضی اللہ عنہا کی وفات ---------- 130

❀ اسحاق علیہ السلام کی شادی ---------- 134

❀ مزید شادیاں اور اولاد ---------- 138

❀ وفات ---------- 139

❀ اوصاف حمیدہ اور ایک متنازع پہلو ---------- 140

❀ مصادر ومراجع ---------- 151




# عن الکتاب

سچا علم وہ نور ہے جو دل کو منور کر کے انسان کو سیدھی راہ سجھاتا ہے۔ فرسودہ معلومات اور من گھڑت قصے کہانیاں تعمیر عبدیت میں بگاڑ پیدا کرتے ہیں۔ ہم نے جب سے ہوش سنبھالا اور حکومتی تعلیمی اداروں میں قدم رکھا ہے، پاکستان میں مسلم طلبہ کی صحیح اسلامی تربیت کا کوئی خاص اہتمام نہیں دیکھا۔ الف انار سے لے کر ایم فل اور پی، ایچ، ڈی کی اعلیٰ ڈگریوں تک ایک بوگس اور بودا نصاب دیکھنے، پڑھنے کو ملتا ہے۔ یہ سلیبس ایک کلرک اور سُوٹڈ بُوٹڈ غلام تو یقیناً تیار کرتا ہے، عالم ہرگز نہیں۔

عمر کے ابتدائی پچیس (۲۵) سال انسان کی تربیت کے ہوتے ہیں اور اسی مدت میں وہ بنیاد پختہ ہوتی ہے کہ جس پر مستقبل کی عمارت کھڑی کی جاتی ہے۔ تدریسی نصاب تو رہا ایک طرف، اس کی حالت جو ہے سو ہے، غیر نصابی لٹریچر کی یہاں جو درگت بنائی جاتی ہے اور نوجوان ذہنوں کو خالصتاً جاہل، مشرک، عیسائی اور یہودی بنانے کے لیے ادب کے نام پر جو پاکستان میں گندگی پھیلائی جا رہی ہے اس کے تعفن سے ایک مصلح مومن کا دم گھٹنے لگتا ہے۔ بے حیائی اور ڈھٹائی کی انتہا ہو چکی ہے۔ اصلاحی تحریریں تو یہاں آٹے میں نمک برابر رہ گئی ہیں۔

مگر اس حقیقت کے ساتھ ساتھ یہ بھی سچ ہے کہ عزم و استقلال کے ساتھ ٹھوس بنیادوں پر کیا ہوا کام انسانی تاریخ کا رخ بدل کے رکھ دیتا ہے۔ اور یہ کہ اندھیرا جس قدر زیادہ گہرا ہوتا ہے روشنی کی قدر اسی قدر بڑھ جاتی ہے۔ چنانچہ اس نیت سے کہ شاید کچھ لوگوں کی زندگی بدل جائے اور وہ اس راہ پہ چل نکلیں کہ جو فلاح کی منزل کو جاتی ہے۔ ایک بھائی کی تحریض پر قلم اٹھایا ہے۔ ہائی کلاسز کے طلبہ، تدریسی اداروں سے منسلک تمام افراد کے لیے بالخصوص اور باقی سب لوگوں کے لیے بالعموم یہ ابتدائی کاوش آپ کے ہاتھوں میں ہے۔ پڑھ کر رائے

بھی دیکھیے اور اصلاح بھی فرمائیے۔

طلبہ کے لیے عام طور پر جو کچھ احاطہ تحریر میں لایا جاتا ہے۔ اگر اس کا ماخذ کوئی بڑا مصدر ہو تو اس کا حوالہ دینا خلاف فطرت سمجھا جاتا ہے۔ یہی وہ بنیادی غلطی ہے کہ جس سے طالب علم کی طلب اور علمی پیاس کا مداوا نہیں ہوتا۔ جو کچھ اسے پیش کیا جاتا ہے اسے وہ سچ مان کر اپنا ذہن بنا لیتا ہے۔ جبکہ اغلب تحریریں تراشیدہ افسانوں اور جھوٹی کہانیوں پر مبنی ہوتی ہیں۔ اس لیے پاکستانی نوجوانوں کی صحیح تربیت نہیں ہو پا رہی۔

ہر انسان (اپنی نظر میں) زندگی کو بہتر بنانے کے لیے دوسروں کو نمونہ بناتا ہے۔ کسی نہ کسی سے وہ کچھ نہ کچھ ضرور سیکھتا ہے۔ جن قوموں کے آئیڈیل صالح اور باکردار لوگ ہوتے ہیں وہ دنیا پر غالب آ جاتی ہیں اور پھر خود دوسروں کے لیے نمونہ بن جاتی ہیں، مگر...... جن کے فوکس میں کرکٹر، ایکٹر، گھٹیا کردار اور غلامانہ ذہن والے لیڈر رفٹ بیٹھتے ہوں ان کی حالت ہماری قوم جیسی ہو جاتی ہے کہ جنہوں نے لاکھوں شہداء کے مقدس لہو کا سودا کر کے اغیار کے ہاتھوں اپنا سب کچھ فروخت کر دیا ہو۔ کروڑوں ڈالرز کے بجٹ اور تمام ممکن وسائل کے ساتھ اس گم راہ نسل کو کہ جس کی منزل فلاح تھی مکمل طور پر شیخ چلی بنایا جا رہا ہے۔ بھولی بھالی مسلم عوام کی اکثریت اس سب سے متاثر ہو کر وقتاً ہوائی قلعے تعمیر کر کے ''بے ملکے نواب'' بن چلے ہیں۔ ہر کوئی راتوں رات کروڑ پتی بننے کی تگ ودو میں ہے۔

''بابل سے بطحاء تک''...... ان مقدس افراد کی مطہر زندگیوں پر مشتمل ایک مکمل سیریز ہے جو دنیا کے لیے حقیقتاً ایک مکمل نمونہ تھے۔ انہوں نے رب کائنات کے احکام کی روشنی میں اپنے عزم واستقلال کے ساتھ انسانی تاریخ کا رخ موڑ کے رکھ دیا تھا۔ ہر دور کے فرعون ونمرود کو اللہ ذوالجلال نے ان عظیم افراد کے ہاتھوں برباد کر کے رکھ دیا اور لوگ پھر سے اپنے رب کی عبادت کرنے لگے۔

سیریز کا آغاز ''جد الانبیاء سیدنا ابراہیم علیہ الصلوٰۃ والسلام'' کی حیات طیبہ سے کیا جا رہا ہے کہ جو دنیا کے لیے ایک اعلیٰ نمونہ تھے۔ کوشش کی گئی ہے کہ قرآن حکیم اور احادیث صحیحہ کے ساتھ

ساتھ تمام ثقہ مصادر سے روایات کو جمع کر کے اس ترتیب کے ساتھ آپس میں جوڑ دیا جائے کہ مکمل تحریر ایک کہانی کی صورت میں سامنے آ جائے۔ قاری، اکتاہٹ بھی محسوس نہ کرے اور پندونصائح بھی اخذ کرتا چلا جائے۔

اس سے ایک باکردار گھریلو ماحول اور صالح معاشرہ بنانے میں اچھی خاصی مدد مل سکتی ہے۔ یہ کتاب آپ کو دنیا کی تاریخی اور جغرافیائی سیر بھی کرائے گی اور بہت ساری معلومات بھی دے گی، ان شاء اللہ۔ طلبہ اور عامۃ الناس کے علمی معیار کو سامنے رکھتے ہوئے سلیس زبان اور اردو ادب کا خاص خیال رکھا گیا ہے۔

پڑھ کر رائے ضرور دیجئے تاکہ غلطیوں کی اصلاح ہو سکے اور اگر یہ پہلا حصہ پسند آئے تو اس کے دوسرے حصے ضرور منگوایئے گا۔

والسلام علیکم ورحمة الله وبرکاته

اخوکم فی الله

ابو یحییٰ محمد زکریا زاہد

لاہور، پاکستان

اگست ۲۰۰۴ء



باب اوّل:

# ہٹ دھرمی کا انجام

آپ جانتے ہیں کہ دنیا پر انسانی تاریخ کچھ زیادہ پرانی نہیں ہے۔ اس کی عمر یہی کوئی پچاس ہزار سال کے لگ بھگ ہوگی۔ بنی نوع انسان کے سب سے پہلے دو افراد کی نسل جیسے جیسے دنیا پر پھیلتی گئی، نئی نئی تہذیبیں اور زبانیں وجود میں آتی گئیں۔ چنانچہ جن آبادیوں اور معاشروں کا تاریخ نے احاطہ کیا ہے ان میں ھند، سندھ، فارس، عراق، جزیرہ عرب، چین اور مصر کی اقوام وتمدن بالخصوص قابل ذکر ہیں۔ ہزارہا سالوں سے ان علاقوں میں تہذیب اور معاشرت ومذاہب کا اتار چڑھاؤ ہوتا آیا ہے۔ مختلف ادوار میں مختلف اقوام ایک دوسرے پر غالب ہوتی رہی ہیں۔ یہ بھی ایک اٹل حقیقت ہے کہ غالب قومیں اپنی ثقافت اور مذہبی روایات مغلوب قوموں پر ہمیشہ نافذ کرتی رہی ہیں۔

ہم آپ کے سامنے عراق، شام، مصر اور جزیرہ عرب کے اس دور کا ذکر کرنا چاہتے ہیں کہ جب ان علاقوں پر کچھ جابرہ کا پورا پورا تسلط تھا۔ ان کی مرضی کے بغیر چڑیا بھی پر نہیں مار سکتی تھی۔ چہار سو ان کی حکمرانی تھی۔ وہ جیسا چاہتے تھے، کرتے تھے۔ کوئی ان کو پوچھنے والا نہ تھا۔ گویا اللہ کے بندوں اور اس کی زمین پر انہوں نے اپنی خدائی قائم کر رکھی تھی۔ مگر اللہ وحدہ لاشریک نے ان کے ظلم واستبداد کو ختم کیا اور وہ بھی صرف ایک مرد مجاہد کے ہاتھ سے کہ جس کی پیدائش پر بھی انہوں نے پابندی لگا رکھی تھی۔ ہزاروں سال گزرنے کے باوجود اس عظیم انسان کی تعلیمات آج بھی دنیا پر پائی جاتی ہیں۔ [1] اوران ظالم حکام کی تباہی وبربادی بھی دنیا کو خوب یاد ہے۔

---

[1] سورة الانعام آیت : ۱٦۱ سورة النحل آیت : ۱۲۳ اور سورة الممتحنه نمبر ٤ میں اللہ تعالیٰ نے جناب ابراہیم علیہ السلام کے دین کی اتباع کا حکم فرمایا ہے۔

''بابل'' ملک عراق کا ایک مشہور اور پرانا شہر ہے جو ''کوفہ'' کے قریب واقع ہے۔ اس کے مشرقی جانب دجلہ اور مغربی جانب دریائے فرات بہتے ہیں۔ اردگرد کا علاقہ بہت زرخیز ہے۔ ملک کی خوردنی ضروریات کافی حد تک یہاں سے پوری ہوتی ہیں۔ ''بصرہ'' بھی اسی ڈیلٹا میں واقع ہے۔ یہاں کی کھجوریں بہت مشہور ہیں۔

''بابل'' شہر کو سب سے پہلے حضرت نوح علیہ السلام نے آباد کیا ❶ پھر ان کے بیٹے ''حام'' کی نسل سے ایک بہادر آدمی ''کنعان بن کوش'' نے اسے وسعت دی اور ۱۲×۱۲ فرسخ تک پھیلا دیا۔ ❷ پھر کنعان کا بیٹا ''نمرود'' اسی شہر اور اس سے ملحقہ تمام علاقوں کا والی بنا۔ اس نے اپنی سلطنت کو فتوحات کے ذریعے پورے عراق، شام اور عرب علاقوں تک پھیلا دیا کہ جس سے اپنے دور کی یہ ایک عظیم تر مملکت بن گئی۔ نمرود نے کم وبیش چار سو سال تک حکومت کی۔ ❸

یہ ۲۳۰۰ سال قبل مسیح کا دور تھا۔ بابل کے اردگرد کلدانی، اس کے شمال میں بمقام حران کلشدانی اور شام وعرب میں کنعانی آباد تھے۔ ❹ مصر وھند کو چھوڑ کر تمام علاقے بالواسطہ یا بلاواسطہ نمرود بن کنعان کے زیر تسلط تھے۔

حضرت نوح علیہ السلام کے دوسرے بیٹے ''سام'' کی نسل میں سے ایک شخص ''تارخ بن ناحور'' بھی اسی بابل شہر میں رہائش پذیر تھا۔ ❺ یہ شخص انتہائی لالچی، جاہ پسند، پرلے درجے کا مشرک اور نمرود کا چہیتا شمار کیا جاتا تھا۔ اپنے ہاتھ سے بت تیار کرنا، بادشاہ کے صنم کدہ کی حفاظت کرنا اور نئی نئی مورتیاں خرید کر اس بت خانے میں نصب کرنا اس کی ڈیوٹی تھی۔

ایک دفعہ اس نے بہت بڑا اور انتہائی خوبصورت ایک بت تیار کیا کہ جس پر بے بہا دولت خرچ ہوئی۔ اس میں ہیرے، جواہرات، سونا چاندی اور دوسری قیمتی دھاتوں کا استعمال کیا گیا تھا۔ ❻ آخری تیاری کے بعد تارخ نے اسے شاہی صنم کدہ میں نصب کروا دیا۔ اس

---

❶ معجم البلدان لیاقوت الحموی جلد اول ص۳۰۹۔
❷ تاریخ ابن خلدون جلد دوم ص ۴۰۔
❸ البدایہ والنہایہ جلد اول ص۱۳۹۔
❹ ایضاً ص ۱۳۲۔
❺ تاریخ الطبری جلد اول ص۱۱۹۔
❻ تفسیر القرطبی جلد ۱۳ ص۱۰۹۔

کام میں اس نے بہت مال کمایا اور بادشاہ سے جاگیر بھی حاصل کی۔ اس بت کا نام اس نے بھگوانوں کا بھگوان ''آزر'' رکھا اور مشہور کر دیا کہ یہ صرف شاہی خاندان کی ہی التجائیں سنتا اور ان کی حاجتیں پوری کرتا ہے۔ تارخ اس بت کی اتنی مدح سرائی کرتا کہ جس کا کوئی شمار نہ تھا۔ ہمہ وقت اس کے گن گاتا رہتا۔ اس لیے اس کا اپنا نام بھی آزر ہی پڑ گیا۔ ❶

نمرود نے آزر کی کاریگری اور ہاتھ کی صفائی دیکھ کر اپنا (یعنی نمرود کا) مجسمہ بنانے کا آرڈر دے دیا۔ آزر نے اس کام میں وہ مہارت دکھائی کہ دنیا دنگ رہ گئی۔ نمرود نے اسے بے شمار انعام واکرام دیا اور اپنے بت کو کسی اہم جگہ پر نصب کروانے کے بعد پوری قوم کو اسے سجدہ کرتے رہنے کا حکم دیا۔ ❷

تارخ نے خزانہ بھر دولت جمع کرنے کے ساتھ ساتھ ایک لمبی چوڑی جاگیر بھی حاصل کر لی تھی کہ جس کا بعض حصہ بے آباد پڑا تھا۔ کافی دیکھ بھال کے بعد اس نے اپنے ہی خاندان کی ایک لڑکی ''امیلہ'' سے شادی کر لی۔ ❸ امیلہ فطرتاً نیک اور رحمدل خاتون تھی۔ شادی کے بعد ان کے ہاں ایک لڑکا پیدا ہوا کہ جس کا نام انہوں نے ''ھاران'' رکھا۔

ہاران کی عمر ابھی چند سال کی ہوگی کہ نمرود کے دربار میں ہلچل سی مچ گئی۔ ہوا یہ کہ ایک نئے طلوع ہونے والے سیارے نے پہلے سارا دن سورج کو ڈھانپے رکھا اور پھر ساری رات چاند کو۔ اگلے دن پھر ایسے ہی رہا۔ ہر طرف اندھیرا ہی اندھیرا تھا۔ کچھ سجھائی نہ دیتا تھا۔ دنیا میں شور مچ گیا۔ ہر شخص پریشان ہوگیا۔ نمرود بہت زیادہ گھبرا گیا۔ اس نے پورے ملک کے جادوگر، کاہن اور نجومی بلوائے اور ان سے اس گرہن کا سبب پوچھا۔ سب نے بالاتفاق یہ بات کہی کہ اس سال فلاں مہینہ میں ایک بچہ پیدا ہونے والا ہے جو بڑا ہو کر تیرے ملک کو تباہ کر دے گا اور تیرے دین کو بدل کر رکھ دے گا۔

اس بدبخت نے حکم جاری کر دیا کہ تمام حمل ضائع کر دیے جائیں اور جو بچہ بھی صحیح

---

❶ تفسیر ابن کثیر جلد دوم ص ۱۵۵ ص (سورہ انعام آیت نمبر ۷۴ کی تفسیر).

❷ رحمتہ للعالمین جلد اول ص ۲۵. ❸ البدایہ والنہایہ جلد اول ص ۱۳۲.

سلامت پیدا ہوا سے ختم کر دیا جائے۔ ❶ چنانچہ ہر طرف پکڑ دھکڑ کا سلسلہ شروع ہو گیا۔ تمام حاملہ عورتوں کو بابل شہر میں جمع کیا جانے لگا۔ ❷ اور سب مردوں کو وہاں سے نکال لیا گیا۔ بادشاہ نے اپنا دارالحکومت کسی دوسری جگہ منتقل کر کے اپنی تمام کابینہ اور کارندوں کو وہاں جمع کر لیا اور پابندی لگا دی کہ کوئی شخص بابل شہر میں داخل نہ ہو۔ ❸

نمرود نے وہاں ایک لمبا عرصہ قیام کیا۔ کچھ دنوں بعد اسے بابل میں کسی اہم چیز کی ضرورت پڑ گئی۔ اس کام کے لیے اس نے اپنے معتمد ساتھی تارخ کا انتخاب کیا۔ مگر اسے تاکید کر دی کہ وہ اپنی بیوی کے پاس ہرگز نہ جائے۔

مشیت ایزدی کے سامنے کسی کا بس نہیں چلتا۔ تارخ اپنے بتوں کے نام کی نذریں نیازیں دیتے دلاتے شہر میں داخل ہوا۔ امیلہ کو اس کے آنے کی اطلاع ملی تو ملنے کے لیے بلوا بھیجا۔ کہا جاتا ہے کہ عورت کے سامنے بڑے بڑے بہادروں کا پتہ پانی ہو جاتا ہے۔ یہی کچھ تارخ کے ساتھ بھی ہوا۔ بیوی سے آنکھیں چار ہوئیں تو بادشاہ کی ساری نصیحتیں اور ڈر خوف بھول گیا۔ دن کا پچھلا پہر اس کے ساتھ گزارا اور شام پڑتے ہی امیلہ کو وہاں سے نکالا۔ کوفہ اور بصرہ کے درمیان واقع اپنی جاگیر ''اُر'' میں اسے ایک غار کے اندر چھوڑ آیا۔ ❹ ساتھ میں ایک لونڈی بھی لیتا گیا اور کھانے پینے کا کچھ سامان بھی، تاکہ بیوی کو سہولت رہے۔ پھر تیزی سے واپس نمرود کے پاس پہنچ گیا۔

لونڈی نے غار کو اچھی طرح صاف کیا۔ آرام کرنے کے لیے جگہ درست کی۔ مالکن کو استراحت کے لیے کہا اور کھانے پینے کی چیزیں ایک طرف رکھنے لگی۔

''عبدہ! جاؤ پانی لے آؤ، کچھ کھا، پی لیں، بھوک بہت چمک رہی ہے۔''

امیلہ نے لونڈی کو حکم دیا۔

---

❶ تاریخ الطبری جلد اول ص ۱۲۳۔

❷ الکامل فی التاریخ جلد اول ص ٥٤ وتاریخ الطبری جلد اول ص ۱۲۰۔

❸ تاریخ الطبری جلد اول ص ۱۲۱۔ ❹ تاریخ الطبری ایضًا

لونڈی نزدیکی چشمے سے پانی کا مشکیزہ بھر لائی۔ دونوں نے کھانا کھایا اور سو رہیں۔ امیلہ اور عبدہ نے نو ماہ کا عرصہ وہیں گزارا حتیٰ کہ ولادت کے دن قریب آ گئے۔ اسی دوران انہیں کھانے پینے کا سامان پہنچتا رہا۔

❀❀❀......❀❀❀

دو تہائی رات گزر چکی تھی کہ امیلہ کو درد ہونے لگا۔ لونڈی کا جگایا اور ایک محلول تیار کرنے کے لیے کہا۔ گرم گرم مشروب پیے ابھی کچھ ہی وقت گزرا تھا کہ ادھر صبح کا ستارہ طلوع ہوا اور ادھر ایک عظیم انسان نے دنیا میں پہلا قدم رکھا۔

یہ واقعہ ۲۱۰۰ سال قبل مسیح کا ہے۔ سر لیونارڈ وولی نے اپنی کتاب "ABRAHAM" London, 1935 میں لکھا ہے کہ: ''اس عہد کی جو تحریریں'' آثار قدیمہ کے کھنڈرات سے دستیاب ہوئی ہیں ان سے معلوم ہوتا ہے کہ اس دور کے لوگوں کا نقطہ نظر خالص مادہ پرستانہ تھا۔ دولت کمانا اور زیادہ سے زیادہ آسائش فراہم کرنا ان کا سب سے بڑا مقصد حیات تھا۔ سود خوری کثرت سے پھیلی ہوئی تھی۔ سخت کاروباری قسم کے لوگ تھے۔ ہر ایک دوسرے کو شک کی نگاہ سے دیکھتا تھا اور آپس میں بہت مقدمہ بازیاں ہوتی تھیں۔ ''اُر'' کے کتبات میں تقریباً پانچ ہزار خداؤں کے نام ملتے ہیں۔ ملک کے مختلف شہروں کے الگ الگ خدا تھے۔ ہر شہر کا ایک خاص محافظ ہوتا تھا جو ''مہا دیو'' سمجھا جاتا تھا اور اس کا احترام دوسرے معبودوں سے زیادہ ہوتا تھا۔ ''اُر'' کا مہا دیو ''ننار'' (یعنی چاند دیوتا) تھا۔ جو کہ سب سے اونچی پہاڑی پر ایک عالی شان عمارت میں نصب تھا۔ [1]

طلوع آفتاب کے بعد لونڈی نے ننھے مالک کو دیکھا تو ششدر رہ گئی۔ اتنا خوبصورت اور صحت مند بچہ اس نے پہلے کبھی نہ دیکھا تھا۔ مالکن سے کہنے لگی:

''امیلہ رانی! مبارک ہو! تمہارے ہاں تو ننار دیوتا نے جنم لیا ہے''...... مگر امیلہ کو یہ بات

[1] بحوالہ تفہیم القرآن جلد اول ص ۵۵٤۔

انتہائی ناگوار گزری۔ اسے تو ان مصنوعی خداؤں اور ان کے پجاریوں سے سخت نفرت تھی۔

''دیکھو عبدہ! یہ بناوٹی خدا ہمیں کچھ نہیں دے سکتے۔ کیونکہ یہ اپنے آپ کو نہ ہی تو پیدا کر سکتے ہیں اور نہ ہی کسی کو نفع یا نقصان دے سکتے ہیں'' امیلہ نے لونڈی کو پیار سے سمجھایا تو یہ سیدھی سی بات اس کے دل میں اترتی چلی گئی۔ خادمہ آنکھوں میں آنسو لا کر کہنے لگی۔ ''رانی جی! ان بڑے بڑے پروہتوں اور پجاریوں نے ہمیں اپنے رب سے دور کیوں کر رکھا ہے؟ اس سے ہمیں ملنے کیوں نہیں دیتے؟ ہم اس کی پوجا کر کے اس سے مانگ کیوں نہیں سکتے؟'' لونڈی تو گویا ایسے جذبات سے بھری بیٹھی تھی اور اپنے دل کا غبار جیسے کہ آج ہی نکالنا چاہتی تھی۔

''عبدہ! بات یہ ہے کہ اس وقت پوری دنیا کو ایک ایسے محسن کی ضرورت ہے جو اپنی جان کی بھی پرواہ نہ کرے اور ہمیں ان ظالم پروہتوں اور حاکموں سے نجات دلا سکے۔ نہ جانے وہ وقت کب آئے گا جب ہم ظلم واستبداد کی یہ رات ختم ہوتے دیکھ سکیں گے؟'' امیلہ نے عبدہ کو دلاسہ دینے کے انداز میں ٹھنڈی آہ بھر کر دل کی بھڑاس نکال لی۔

''رانی جی! منے کا منہ چوم لوں؟ مجھے اس پر بہت پیار آ رہا ہے'' عبدہ نے حسرت سے التجا کی۔ امیلہ نے بچہ عبدہ کی گود میں دے دیا اور خود غار سے باہر نکل آئی۔ لونڈی منے کو پیار بھی کیے جا رہی تھی اور اس سے باتیں بھی۔ جیسے وہ اس کی ساری گفتگو سمجھ رہا ہو۔ ''ہمارے پیارے سے، ننھے منے مالک! کیا تم بڑے ہو کر ہمارے نجات دہندہ بن سکو گے؟''

بچے کے کانوں میں آواز پڑی تو اس نے آنکھیں کھول دیں۔

اچھا جی! تو پھر جلدی سے بڑے ہو جاؤ ناں! ہمیں انسانوں کی غلامی قطعاً پسند نہیں ہے۔ ہمارا رب نہ جانے کہاں ہے۔ اس کا پتہ ہمیں کون بتائے؟ لیکن تم تو ابھی چنے منے سے ہو۔ باتیں بھی نہیں کر سکتے۔ لو! تم سو جاؤ، ہم تمہاری ماما کو دیکھ آئیں کہ کہاں گئی ہیں؟''

عبدہ کافی دیر سر کھپانے کے بعد بچے کو نرم نرم جگہ پر لٹا کر باہر نکل آئی اور امیلہ کو تلاش کرنے لگی۔ کافی دور کھلی جگہ پر اسے کھڑا پایا تو دوڑ کر قریب چلی گئی۔ سرگوشی کے سے انداز میں کہنے لگی:

''امیلہ رانی! جھاڑیوں میں چھپ جائیں۔ کسی نے دیکھ لیا ناں! تو شامت آ جائے گی۔ لوگ تو لالچ میں اندھے ہو گئے ہیں۔ کہیں ایسا نہ ہو کہ ہماری مخبری ہو جائے اور بادشاہ کے ہرکارے منے کو پکڑ کر لے جائیں۔''

امیلہ کو لونڈی کی رائے پسند آئی اور وہ اسے ساتھ لیے ہوئے واپس غار میں آ گئی۔ چند ہفتے مزید وہاں گزارنے کے بعد ایک دن امیلہ نے عبدہ سے کہا کہ آج غروب آفتاب سے کچھ پہلے ہم واپس ''بابل'' چلی جائیں گی۔

''مگر رانی جی! ہم منے کو وہاں کیسے چھپائیں گے؟ نمرود تو ایک ظالم بادشاہ ہے۔ اسے جیسے ہی معلوم پڑے گا وہ اسے ختم کرا دے گا۔''

لونڈی نے امیلہ سے التجا کی کہ اسے منے سمیت یہیں چھوڑ دیا جائے اور وہ خود بے شک واپس چلی جائے۔ چنانچہ اس کی درخواست کو قبول کرتے ہوئے امیلہ نے ایسا ہی کیا اور خود ''بابل'' کو روانہ ہو گئی۔

تب تک نمرود، اس کی کابینہ اور باقی کارندے واپس ''بابل'' پہنچ چکے تھے۔ امیلہ گھر میں داخل ہوئی تو آزر کو بے چین پایا۔ اس نے علیحدگی میں پوچھا: ''ہاں کیا ہوا؟''

کہنے لگی: میں نے ایک بچے کو جنم دیا تھا۔ مگر وہ......''

''کیا ہوا اسے؟'' تارخ نے بے چینی سے پوچھا۔

''وہ مر گیا ہے'' ❶ امیلہ نے روہانسہ منہ بنا کر جواب دیا اور تصدیق کے لیے چار آنسو بھی بہا دیے۔ تارخ نے ایک ٹھنڈی سانس لی اور امیلہ کو تسلی دیتے ہوئے کہنے لگا۔ ''اچھا ہوا جو مر گیا۔ مجھے تو ہر وقت خدشہ ہی لاحق رہتا تھا۔ کہیں راز فاش نہ ہو جائے۔ تب ہم سب کی شامت آ جاتی''

اس کے بعد اس کا چہرہ ایسا ہشاش بشاش ہو گیا گویا اس کے سارے غم دور ہو گئے ہوں۔ دوڑتا ہوا اپنے بت خانے میں گیا اور وہاں اپنے ہی ہاتھوں سے بنائے ہوئے اصنام

❶ طبری جلد اول ص ١٢٠، الکامل جلد اول ص ٥٤.

کے سامنے ذلیل ہونے لگا۔ کبھی گھٹنوں کے بل جھک جاتا اور کبھی سجدہ کرنے لگتا۔ (شیطان، مشرکوں کی عقل اسی طرح سلب کر لیتا ہے)

وقت گزرتا رہا اور امیلہ چوری چھپے ''اُر'' جا کر بچے کی نگہبانی کرتی رہی۔ ایک سال اسی طرح بیت گیا۔ اس عرصہ میں امیلہ اور عبدہ نے بچے میں بعض خرق عادات باتوں کا مشاہدہ کیا تو ان کی محبت بچے کے ساتھ اور بھی بڑھ گئی۔ امیلہ کے بار بار غائب رہنے سے آزر کو شک ہوا کہ دال میں کچھ کالا ضرور ہے۔ ایک دن اس نے علیحدگی میں پوچھا: ''شانی! ❶ بات کیا ہے؟ تم کبھی کبھی اچانک کہاں چلی جاتی ہو؟'' وہ امیلہ کو پیار سے شانی بھی کہا کرتا تھا۔

امیلہ نے بات کو ٹالنے کی کوشش تو بہت کی مگر جب اس نے دیکھا کہ آزر کمینگی پر اتر آیا ہے اور یہ کہ آخر اس بات کو کب تک چھپائے گی۔ تو اس نے سارا واقعہ صاف صاف بیان کر دیا اور التجا کرنے لگی کہ اس راز کو ابھی فاش نہ کیا جائے۔

تارخ سوچ میں پڑ گیا اور کافی دن اسی پریشانی میں گزار دیے۔ کہ انجام کیا ہو گا؟ بالآخر ایک دن دل تنگڑا کر کے اپنے خاص مصاحبین پر یہ راز فاش کر ہی دیا اور ان سے مشاورت کی: ''کیا اسے شہر لے آؤں؟ بادشاہ سلامت سے کچھ خطرہ تو نہ ہو گا؟'' سب نے بالاتفاق کہا: خطرہ ٹل چکا ہے اور بادشاہ سلامت اس بات کو بھول چکے ہیں۔ بلکہ بابل واپسی پر نجومیوں اور کاہنوں کو بہت برا بھلا بھی کہا تھا'' ❷

اسی کشمکش میں تین ماہ گزر گئے۔ بالآخر تارخ نے بچے کو شہر لانے کا فیصلہ کر ہی لیا۔ ایک دن امیلہ سے کہنے لگا: ''چلو بچے کو لے آئیں'' اور دونوں میاں بیوی عصر کے قریب وہاں پہنچ گئے۔

تارخ نے بچے کو دیکھا تو منہ کھلے کا کھلا رہ گیا۔ پندرہ ماہ کا بچہ پورے پندرہ سال کا لگ رہا تھا۔ ❸ اسے تو یقین ہی نہیں آ رہا تھا کہ اس بچے کو امیلہ نے پندرہ ماہ قبل جنم دیا

---

❶ تفسیر ابن کثیر جلد دوم ص ۱۵۵۔ ❷ تاریخ الطبری جلد اول ص ۱۲۱۔

❸ ایضاً۔

ہوگا۔ جب شانی نے اسے بچے کے متعلق بعض خرق عادت باتیں بتائیں تو وہ مزید حیران ہوئے بغیر نہ رہ سکا۔ ❶

ماں کے ساتھ ایک مرد کو دیکھا تو بچے نے پوچھا۔ ''ماما! یہ کون ہے؟''

''یہ تمہارے پاپا ہیں بیٹے! اُمیلہ نے پیشانی پر بوسہ دیتے ہوئے اسے پیار سے بتایا تو وہ بھاگ کر باپ کے پاس چلا گیا۔ تارخ نے اس سے خوب پیار کیا۔

''عبدہ! سامان اٹھاؤ، واپس چلیں، اب کسی قسم کا کوئی خطرہ نہیں رہا۔'' تارخ نے لونڈی کو تسلی دی تو وہ واپس جانے کے لیے تیار ہوگئی۔ غروب ہونے میں ابھی کچھ وقت باقی تھا کہ وہ لوگ بابل کی طرف روانہ ہوگئے۔ بچے نے کھلی فضا دیکھی تو اس کی باچھیں کھل گئیں۔ ہر چیز کو پر تجسس نظر سے دیکھتا اور باپ سے پوچھتا بھی جاتا کہ ''یہ کیا ہے؟ اسے کیا کہتے ہیں؟ وہ کیا ہے؟'' وغیرہ وغیرہ۔ باپ اسے تمام چیزوں کے متعلق بتاتا جاتا کہ ان کے یہ یہ نام اور یہ یہ کام ہیں۔ ❷

چلتے چلتے یہ بچہ اتنی سمجھدار باتیں کرنے لگا کہ سب حیران بھی ہوتے اور خوش بھی۔ کہنے لگا: ''یہ درخت، یہ پہاڑ، یہ ستارے اور پھر چاند؟ ان کا کوئی نہ کوئی خدا تو ضرور ہوگا؟ ❸ باپ نے بیٹے کے منہ سے جب یہ بڑی بڑی باتیں سنیں تو ششدر رہ گیا۔ کہنے لگا: ''بیٹے! لگتا ہے بڑے ہوکر ایک عظیم انسان بنو گے۔ بتاؤ تمہارا نام کیا رکھیں؟''

''ہاں تارخ! ہم نے اس کا نام تو ابھی تک کوئی رکھا ہی نہیں'' اُمیلہ فوراً بول پڑی۔

''تم ہی بتاؤ اس کا نام کیا رکھیں؟'' تارخ نے امیلہ سے پوچھا۔

''مالک! میں نے کچھ دنوں سے مناجی کے لیے ایک پیارا سا نام سوچ رکھا ہے۔ اجازت ہو تو بتاؤں؟'' امیلہ کے جواب دینے سے پہلے عبدہ نے اجازت چاہی۔ اس سے قبل کہ آزر لونڈی کو ڈانٹ پلاتا امیلہ نے اس کا دل رکھنے کی خاطر کہا: ''ٹھہرو عبدہ! ذرا اپنے

❶ تاریخ الطبری جلد اول ص ۱۲۱۔ ❷ الکامل لابن اثیر جلد اول ص ۵٤۔
❸ ایضاً۔

مالک کی رائے سن لو۔تب کچھ کہنا''

''خیر! کچھ حرج نہیں عبدہ کا انتخاب بھی سن لیتے ہیں'' تارخ نے اسے بات کرنے کی اجازت دے دی۔

''پہلے امیلہ رانی سے پوچھیں۔ انہوں نے بھی ایک نام سوچ رکھا ہے'' عبدہ نے امیلہ کے دل کی ترجمانی کر دی۔

''ہاں! تو بتایئے رانی جی! ہمارے بیٹے کا کیا نام ہونا چاہیے۔'' تارخ نے امیلہ کو شرارت کے لہجے میں مخاطب کیا۔

''جس طرح سے ہمارے بیٹے کی عادات ہیں اسے تو قوموں کا باپ ہونا چاہیے'' امیلہ نے اپنا بیان جاری کیا ''میری مراد یہ ہے کہ اس کا نام......''

بات ابھی مکمل نہیں ہوئی تھی کہ آسمان پر یک دم تیز روشنی پھیل گئی جس سے چاروں طرف اجالا ہو گیا۔ روز روشن کی طرح سب کچھ نظر آنے لگا۔ ڈر کے مارے سب نیچے بیٹھ گئے اور سب کے رونگٹے کھڑے ہو گئے۔ سروں کے اوپر شاں شاں کی آوازیں بھی آ رہی تھیں کہ جیسے بہت سارے پرندے تیزی سے گزر رہے ہوں۔ کچھ دیر بعد سب کچھ غائب ہو گیا اور دنیا پر سکون سا طاری ہو گیا۔ کچھ دیر تو سب لوگ یونہی ڈرے سہمے بیٹھے رہے۔ پھر نارمل حالت میں آنے کے بعد چل پڑے۔

سفر بالکل خاموشی سے ہو رہا تھا کہ تارخ نے سکوت توڑا اور امیلہ کو اپنی بات مکمل کرنے کے لیے کہا۔ امیلہ گویا ہوئی ''ہمارے بیٹے کا نام ''ابرام'' ہونا چاہیے۔ عبدہ تو یہ بات سن کر اچھل پڑی۔ ''رانی جی! آپ تو لگتا ہے دلوں کے بھید جانتی ہیں۔ شماس کی قسم! [1] میں نے بھی یہی نام سوچ رکھا تھا۔ آزر راجہ! یہ نام بہت اچھا ہے۔ بس یہی رہنے دیں۔ جب بابل پہنچیں تو لوگوں کو یہی نام بتائیں۔'' اس نام پر تو وہ گویا بچھی جا رہی تھی اور التجائیں بھی کر رہی تھی۔ چنانچہ تارخ نے دونوں کی تجویز پر اتفاق کیا اور لڑکے کا نام ''ابرام'' (یعنی قوموں کا باپ) رکھ دیا گیا۔

---

[1] سلطنت نمرود کا ایک بہت بڑا خدا شماس بھی تھا (یعنی سورج دیوتا)

دو تہائی رات گئے یہ چھوٹا سا قافلہ ''بابل'' شہر میں داخل ہوا۔ اپنے گھر پہنچ کر سب نے آرام کیا۔ صبح ایک نئے مہمان کو دیکھ کر سب لوگ خوش ہو گئے۔ ھاران تو بھائی کو دیکھ کر چاؤ میں آ گیا۔ خوشی خوشی سب سے تعارف کرواتا پھرتا کہ یہ میرا بھائی ہے۔ لوگ ابرام سے مل کر بہت حیران ہوتے کہ چھوٹی سی عمر میں کیسی سیانوں جیسی باتیں کرتا ہے؟ دیکھو کتنا ذہین بچہ ہے؟ یہ تو بچپن میں ہی سن شعور کو پہنچ گیا ہے ❶ یہ فقرہ ہر زبان پر ہوتا۔

عبدہ کی خدمات کو مدنظر رکھتے ہوئے تارخ نے اسے آزاد کر دیا۔ ابرام کے ساتھ انس ایک بار اس کے آڑے تو آیا مگر... آزاد دنیا میں آزاد رہنے کی امنگ غالب آ گئی۔ گھر چھوڑنے سے قبل اس نے ابرام کو خوب پیار کیا۔ اور ڈبڈباتی آنکھوں سے اسے الوداع کہتے ہوئے محل سے نکل گئی۔

وقت گزرتا رہا اور ابرام اپنے اردگرد کے ماحول کا بہت گہری نظر سے مطالعہ کرتا رہا۔ اس نے فطرت کے تمام مظاہر کا پوری بصیرت سے مشاہدہ کیا۔ آسمان پر کواکب و نجوم کو ایک خاص ربط کے تحت محکوم پایا تو استقامت میں پختگی آ گئی۔ ایمان اور بھی مضبوط ہو گیا۔ اللہ کی وحدانیت دل و جان میں راسخ ہو گئی اور قوم کے خرافاتی مذہب سے نفرت ہونے لگی۔ لیکن اس نے اس بات کا برملا اظہار نہ کیا کیونکہ ابھی اس کا وقت نہ آیا تھا۔ ❷

انہی دنوں امیلہ نے ایک اور بچے کو جنم دیا کہ جس کا نام اس کے دادا کے نام پر ناحور رکھا گیا۔ یوں آزر کے تین بیٹے ہو گئے۔ ھاران، ابرام، اور ناحور۔ ❸

❀❀❀......❀❀❀

مورخین کہتے ہیں کہ آزر اپنے دور کی اس عظیم سلطنت کا ایک اعلیٰ عہدیدار تھا۔ جاہ

---

❶ جیسا کہ اللہ عزوجل نے ارشاد فرمایا ہے: ﴿ وَلَقَدْ آتَيْنَا إِبْرَاهِيمَ رُشْدَهُ مِن قَبْلُ وَكُنَّا بِهِ عَالِمِينَ ۝ ﴾ (الانبیاء: ۵۱) ''اور بلاشبہ یقیناً ہم نے اس سے پہلے ابراہیم کو اس کی سمجھ بوجھ عطا فرمائی تھی اور ہم اسے جاننے والے تھے۔''

❷ تاریخ الطبری جلد اول ص ۱۲۰، ۱۲۱۔ ❸ تاریخ ابن خلدون جلد دوم ص ۴۰۔

وحشت کا رسیا ہونے کے باوجود اپنی روزی خود کما کر کھانے کا عادی تھا اور اس کام کے لیے اس نے بت تراشی کا پیشہ اپنا رکھا تھا کہ جس میں وہ بہت ماہر شمار کیا جاتا تھا۔ ابرام لڑکپن میں داخل ہو چکا تھا اور ناحور بھاگنے دوڑنے کے قابل کہ باپ نے تینوں بیٹوں کو اپنے کاروبار میں شریک کرنا چاہا۔ وہ انہیں طرح طرح کی مورتیاں بنا کر دیتا کہ جاؤ بازار میں بیچ آؤ۔ ھاران اور ناحور تو انہیں بیچ کر کچھ نہ کچھ لے آتے۔ مگر ابرام انہیں جوں کی توں واپس لے آتا۔ کیونکہ جب وہ ہانک لگاتا تو کچھ اس طرح سے ؏

نہ پوجو یہ بھگوان لوگو! لے لو مال بے کار
میرے باپ نے تیشے مارے تب ہوئے تیار
نہ پوجو یہ بھگوان لوگو!..........
کون خریدے مال ایسا جو دکھ دے نہ سکھ
دولت اپنی ضائع کرے وہ جاہل، نابکار
نہ پوجو یہ بھگوان لوگو!.......... ❶

تو لوگ الٹا اسے ڈانٹ پلاتے کہ وہ ان کے خداؤں کی تضحیک کرتا ہے۔ تب ابرام ان سے کہتا: ''اچھا؟ اگر ان کی بے عزتی ہو رہی ہے تو یہ خود مجھ سے بات کیوں نہیں کرتے؟''

وہ جواب دیتے: ''ابرام! یہ بول نہیں سکتے اور نہ ہی حرکت کر سکتے ہیں۔''

''تف ہے تمہاری زندگی پر، تم ان کی پوجا کرتے ہو جو اتنے بے بس ہیں کہ اپنا بدلہ نہیں لے سکتے''؟ ابرام انہیں پھر نصیحت کرنا شروع کر دیتا اور لوگوں کے سامنے ان مورتیوں کو نہر میں غوطے دیتا اور انہیں رسوا کرتا جاتا۔ ❷

یہ ساری باتیں آزر تک پہنچتی رہیں۔ وہ ابرام کو بچہ سمجھ کر پہلے تو درگزر کرتا رہا۔ لیکن انہی باتوں کا تذکرہ ایک دن جب نمرود کے دربار میں بھی ہوا تو آزر سیخ پا ہو گیا اور گھر آتے ہی ابرام کو ڈانٹ پلا دی۔

---

❶ الکامل لابن اثیر جلد اول ص ۵۵۔ ❷ الکامل لابن اثیر جلد اول ص ۵۵۔

''ابرام! تمہاری ان حرکتوں کی وجہ سے میں ہر جگہ بدنام ہونے لگا ہوں۔ میری عزت کا خیال کر اور یہ باتیں چھوڑ دے۔ تمہیں کس نے اجازت دی ہے کہ ہماری مورتیوں کا مذاق اڑاتا پھرے؟'' پہلی بار تمہیں پیار سے سمجھا رہا ہوں۔ آئندہ ایسی شکایت آئی تو پھر سختی سے پیش آؤں گا''

ابرام کے لیے یہ پہلا موقع تھا کہ باپ نے اتنے سخت الفاظ کہے تھے۔ ورنہ اس نے تو کبھی اف بھی نہ کہا تھا۔ بلکہ وہ اپنی اولاد کو بڑے ناز ونعم سے پال رہا تھا۔

اس واقعہ سے امیلہ کی طبیعت پر بہت بُرا اثر پڑا۔ نڈھال ہو کر گری اور بستر سے لگ گئی۔ بیٹے کو پاس بلایا۔ اس کے ماتھے کو بوسہ دیا۔ شفقت سے سر پر ہاتھ رکھا اور سمجھانے لگی: ''بیٹا! اس جاہل اور بے وقوف قوم کے منہ نہ لگو۔ انہیں ان کے حال پر چھوڑ دو۔ میں تمہاری منت کرتی ہوں''

''مگر ماں! جو کام سرے سے ہے ہی غلط، میں اسے صحیح کیسے مان لوں۔ تم ہی کہو! میرے پاپا، بادشاہ اور ان کے کارندے جو کچھ کرتے پھر رہے ہیں کیا وہ سب ٹھیک ہے؟''

بیٹے نے ماں کو مودبانہ انداز میں انتہائی نرم لہجے میں جواب دیا:

''میں سمجھتی ہوں بیٹا کہ یہ سب ٹھیک نہیں ہے مگر میری جان! مجھے خدشہ اس بات کا ہے کہ وہ تمہیں کوئی نقصان نہ پہنچا دیں۔ دیکھو! میں نے تمہیں کس حال میں جنم دیا اور پھر کن خطرات سے نکال کر یہاں لائی ہوں۔ تمہاری حفاظت کے لیے ہم نے کون کون سے جتن نہیں کیے؟ تم مجھے اپنی ساری اولاد سے زیادہ پیارے ہو۔ میں تمہارا کوئی صدمہ برداشت نہ کرسکوں گی۔'' اور پھر امیلہ پھوٹ پھوٹ کر رونے لگی۔

مگر ماں کے آنسو اور باپ کی ڈانٹ ابرام کے دل سے رب العالمین کی محبت کم نہ کرسکے۔ بلکہ معاملہ الٹ ہو گیا۔ حالات کا گھیرا جیسے جیسے اس کے گرد تنگ ہوتا گیا ویسے ویسے اس کی دوستی اپنے رب کے ساتھ مضبوط ہوتی چلی گئی۔

چند دن بیمار رہنے کے بعد امیلہ کی روح پرواز کر گئی۔ اب اس بھری دنیا میں ابرام کا

کوئی غمگسار نہ تھا۔ پوری دنیا میں اللہ کو ایک رب ماننے والا وہ اکیلا ہی تھا اور اس کے دشمنوں میں دن بدن اضافہ ہوتا نظر آ رہا تھا۔ اگلے دن وہ غموں کے پہاڑ سر پر لادے شہر سے باہر نکلا اور فرات کے کنارے جا بیٹھا۔ ماں کی یاد میں زار و قطار رونے لگا۔ جب دل کا غبار ہلکا ہو گیا تو آسمان کی طرف نظر اٹھائی اور رب جلیل سے ثابت قدمی کی دعا مانگنے لگا۔

دنیا کی بے ثباتی، اپنی کم مائیگی اور قوم کی گمراہی کا دکھ یاد کر کے دل سے ٹھیسیں اٹھنے لگیں۔ ایک بار پھر آنسوؤں کی جھڑی لگ گئی۔ اپنے رب کے حضور سجدہ میں گر گیا اور اس بات کا عہد باندھا۔ ''یوں دنیا سے الگ تھلگ ہو کر میں اپنے آپ کو اس ذات کے لیے وقف کرتا ہوں کہ جس نے زمین و آسمان کو پیدا کیا ہے اور مشرکوں سے میرا کوئی تعلق نہ رہے گا۔'' [1]

ایک مضبوط ارادے کے ساتھ ابرام واپس گھر پلٹا کہ چاہے کچھ بھی ہو اپنے باپ اور اپنی قوم کو گمراہی کے راستے سے آگاہ کروں گا اور پھر انہیں ایک اللہ کی دعوت دوں گا تاکہ وہ جہنم کی آگ سے بچ جائیں۔ کچھ عرصہ اسی تاک میں رہا کہ باپ سے بات کرنے کا کوئی موقع مل جائے۔ مگر ایسی کوئی صورت نظر نہ آئی۔ وجہ یہ تھی کہ تارخ نے امیلہ کی موت کا اثر بہت گہرائی سے دل پر لیا تھا۔ اس کی وفات کے بعد تو گویا اس نے گوشہ نشینی اختیار کر لی تھی۔ لوگوں سے بہت کم ملتا تھا۔ ہر وقت صنم کدہ میں ہی گھسا رہتا اور اندر سے دروازہ بند کر کے اپنے خداؤں کی پوجا میں لگا رہتا۔

❀❀❀......❀❀❀

ان دنوں ابرام بھی کافی متفکر نظر آتا تھا۔ کبھی کبھی شہر سے باہر ویرانے میں نکل جاتا اور وہاں کئی کئی دن اسی فکر میں گزار دیتا کہ اپنی قوم کو کس طرح گمراہی کے اندھے کنویں سے باہر نکالے۔ ایک دن باہر کسی پہاڑی پر بیٹھا انہی سوچوں میں غرق تھا کہ پیچھے سے کسی کی موجودگی کا احساس ہوا۔ مڑ کر دیکھا تو ایک وجیہ اور بارعب شخصیت کا مالک سفید کپڑوں میں ملبوس، کھڑا

[1] سورۃ الانعام آیت نمبر ۷۹.

مسکرا رہا ہے۔ اس پر نظر پڑتے ہی ابرام کے رونگٹے کھڑے ہو گئے اور کپکپی سی طاری ہو گئی۔ جسم بے جان سا ہو گیا اور قوت گویائی سلب ہو گئی۔ نہ بھاگنے کی ہمت رہی، نہ بولنے کا یارا۔

''السلام علیک یا ابراھیم! بے خوف ہو جاؤ میں تمہارے رب کی طرف سے ایک پیغام لے کر آیا ہوں۔'' اس شخص نے مٹھاس بھرے یہ الفاظ کہے تو ابرام کے جسم میں تھوڑی سی قوت آ گئی۔ ڈر دور ہو گیا اور ہمت کر کے کھڑا ہو گیا۔ ابھی کچھ کہنا ہی چاہتا تھا کہ وہ معزز آدمی پھر گویا ہوا: ''ابراہیم! اس وقت پوری دنیا میں تمہارے سوا رب العالمین کا نام لیوا کوئی نہیں اور دنیا کی راہنمائی کے لیے تمہارے رب نے تمہیں چن لیا ہے۔ [1] یہ عظیم منصب تمہیں مبارک ہو۔ ڈرنے کی ضرورت نہیں۔ تمہارا پروردگار تمہاری حفاظت فرمائے گا اور میں تمہاری راہنمائی کے لیے تمہارے رب کی طرف سے ہدایات لے کر گاہے بگاہے حاضر ہوتا رہوں گا۔'' یہ گفتگو کر کے وہ شخص خاموش ہو رہا۔

''اللہ ذوالجلال کے اس انتخاب پر میں اس کا شکر بجا لاتا ہوں اور اپنے فرض کی ادائیگی میں کبھی کوتاہی نہیں کروں گا۔'' ابراہیم نے پرمسرت لہجے میں جواب دیا۔

تب اس بزرگ ہستی نے پہلا حکم سنایا: ''اپنی قوم کی طرف پلٹ جائیے اور اپنے باپ کو نصیحت کیجئے'' یہ کہا اور وہ مقدس شخصیت آنکھوں سے اوجھل ہو گئی۔

اس ملاقات اور گفتگو سے ابرام کی ڈھارس بندھ گئی۔ حوصلہ بلند ہو گیا اور دل سے سارے خطرات دور ہو گئے۔ ایک نئے ولولے کے ساتھ وہ واپس ''بابل'' کی طرف پلٹا اور سیدھا اپنے گھر کی طرف بڑھتا چلا گیا۔ گھر پہنچا تو معلوم ہوا کہ باپ ابھی ابھی بت خانے کو گیا ہے۔ جلدی سے پیچھا کیا اور اس کے دروازہ بند کرنے سے پہلے پہلے وہاں جا پہنچا۔

''باپ نے کہا: ''کیا بات ہے ابرام! کوئی ضروری بات کرنا چاہتے ہو؟''

''جی پاپا: انتہائی ضروری بات'' ابراہیم نے ملتجیانہ انداز میں کہا۔

''کہو'' باپ نے اجازت دی۔

---

[1] البقرہ آیت نمبر ۱۳۰.

''پاپا! آپ ایسی چیزوں کی پوجا کیوں کرتے ہیں جو نہ سنیں، نہ دیکھیں اور نہ آپ کے کام آ سکیں؟'' ❶ ابراہیم انتہائی ہمدردانہ انداز میں گویا ہوا۔

''ابرام! تمہیں ایک بار پہلے بھی سمجھا چکا ہوں۔ ایسی حرکتوں سے باز آ جاؤ۔ تم ہماری مورتیوں کے پیچھے کیوں پڑ گئے ہو؟ اور پھر یہ تو معرفت کی باتیں ہیں۔ تم ابھی کچی عمر میں ہو۔ تمہیں ان بھگوانوں کی کرامات سمجھ میں نہ آ ئیں گی۔''

پھر اس نے' اپنی مورتیوں کی نسبت پرانے بزرگوں، چاند، سورج، دیگر ستاروں اور غیر مرئی مخلوقات کے ساتھ جوڑ کر اور زائچے کھینچ کھینچ کر ایک فلسفیانہ لیکچر دے مارا۔

''پاپا! جس منطق وفلسفہ کی بات آپ کر رہے ہیں یہ سارے کا سارا خرافات پر مبنی ایک گمراہ کن علم ہے'' اور ''مجھے ایسا علم ملا ہے جو آپ کو نہیں ملا۔ میرے ساتھ مل جایئے میں آپ کو سیدھی راہ پر چلا دوں گا۔'' ❷ جو کچھ آپ نے بیان کیا ہے یہ تو شیطان نے اپنی پوجا کروانے کا ایک ڈھنگ لوگوں کو سکھا رکھا ہے۔ وہ آپ لوگوں کو اللہ رب العالمین سے دور رکھنا چاہتا ہے۔ ''پاپا! شیطان کی پرستش نہ کریں۔ وہ تو بلا شبہ اللہ کا نافرمان ہے'' ❸ ''مجھے ڈر لگتا ہے کہ آپ کو اللہ کا عذاب آ پکڑے اور آپ شیطان کے ساتھی ٹھہریں'' ❹

......اور پھر اس صورتِ حال میں ابلیس کے سوا آپ کا کوئی دوست، مددگار اور فریاد رس نہ ہوگا۔ جب کہ اُس دن شیطان و ابلیس کے پاس اور نہ ہی کسی اور کے پاس کوئی اختیار ہو گا۔ بلکہ شیطان کی پیروی کرنا تو موجب عذاب ہوگا۔ جیسا کہ ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

﴿تَاللّٰهِ لَقَدْ اَرْسَلْنَآ اِلٰٓى اُمَمٍ مِّنْ قَبْلِكَ فَزَيَّنَ لَهُمُ الشَّيْطٰنُ اَعْمَالَهُمْ فَهُوَ وَلِيُّهُمُ الْيَوْمَ وَلَهُمْ عَذَابٌ اَلِيْمٌ﴾ (النحل: ٦٣)

''اللہ کی قسم! بلاشبہ یقیناً ہم نے تجھ سے پہلے بہت سی امتوں کی طرف رسول بھیجے

---

❶ سورة مريم آيت نمبر ٤٢.

❷ سورة مريم آيت نمبر ٤٣ تا ٤٦ بمع استفاده از تفسير ابن كثير واشرف الحواشي.

❸ ايضًا ❹ ايضًا

تو شیطان نے ان کے لیے ان کے اعمال خوشنما بنا دیے۔ سو وہی آج ان کا دوست ہے اور انہیں کے لیے دردناک عذاب ہے۔"

اسی لیے:

مانع جو رہِ نیک سے ہووے تجھے غافل
تو جان لے یہ دل میں کہ شیطان ہے تیرا

مگر جیسا کہ ذوقؔ نے کہا تھا:

نشہ دولت کا بد اطوار کو جس دن چڑھا
سر پہ شیطان کے یاں اور بھی شیطان چڑھا

آزرؔ سیخ پا ہو گیا اور اس کا ہاتھ اٹھتے اٹھتے رہ گیا۔ گرج کر کہنے لگا: "ابرام! کیا تو میرے معبودوں سے برگشتہ ہے۔ (ان کے بارے گستاخی کرتے ہو) اگر تو ایسی باتوں سے باز نہ آئے گا تو میں تجھے سنگسار کردوں گا۔ تیرے حق میں بہتر یہی ہے کہ تو میری نظروں سے ہمیشہ کے لیے دور ہو جا۔" ❶

...... تو مجھے صحیح سالم حالت میں چھوڑ کر کہیں چلا جا قبل اس کے کہ میں تجھے سزا دوں۔

گویا آزرؔ اپنے بیٹے ابراہیم (علیہ السلام) سے کہہ رہا تھا:

بے کسوں کی دوستی کارِ شیاطیں ہے اگر
تو فقط شیطاں نہیں، شیطان کا باوا ہوں میں

کہا جاتا ہے کہ "اولاد باغ حیات کا ایک قیمتی، بے مثل اور میٹھا پھل ہوتا ہے" مگر اس پھل کی قدر و قیمت بہت کم لوگ جانتے ہیں۔ اکثر لوگ اپنی اولاد کو اپنا غلام سمجھتے ہیں۔ انہیں اس بے مثل نعمت میں پنہاں بے شمار گوہر نظر نہیں آتے۔ آباء کے پاس ہٹ دھرمی کی صرف ایک ہی دلیل ہوتی ہے کہ وہ اپنی اولاد کو دنیا میں لانے کا سبب بنے ہیں۔ لہٰذا ان کی فکر و سوچ اور آزادی ان کے تابع ہونی چاہیے۔ اپنے آباء کی مرضی کی بغیر وہ ایک قدم بھی نہیں اٹھا سکتے

❶ سورۃ مریم آیت نمبر ٤٣ تا ٤٦ بمع استفادہ از تفسیر ابن کثیر واشرف الحواشی.

چاہے وہ دنیا و آخرت کی فلاح کی طرف ہی کیوں نہ اٹھ رہا ہو اور انہیں ٹھیک اپنے آباء کی منشاء کے مطابق دوڑ لگا دینی چاہیے۔ چاہے یہ سفر جہنم کی طرف ہی کیوں نہ ہو۔

یہی معاملہ آزر اور ابراہیم کے درمیان پیش آیا۔ (عبرانی میں ابرام اور عربی میں ابراہیم کہا گیا ہے۔ آئندہ ہم عربی تلفظ ہی استعمال کریں گے۔ ان شاء اللہ) ایک اکھڑ دماغ، اجڈ اور جاہل باپ کو اپنے بیٹے میں خدا داد صلاحیتیں اور عظمتیں نظر نہ آئیں۔ اپنی ہٹ دھرمی پر اڑا رہا اور بالآخر جہنم کا ایندھن بن گیا۔ جب کہ بیٹا دانائی اور سچائی کے راستے پر چل کر دنیا کی عظیم تر ہستیوں میں داخل ہوگیا۔ صَلِّ اللّٰھُمَّ عَلٰی سَیِّدِنَا مُحَمَّدٍ وَّ عَلٰی اَبِیْهِ اِبْرَاهِیْمَ وَبَارِكْ وَسَلِّمْ تَسْلِیْمًا كَثِیْرًا.

ابراہیم علیہ السلام نے جب دیکھا کہ باپ کو حق بات سمجھ میں نہیں آئی اور اس نے ایک بہت بڑی حقیقت سے نفرت کا اظہار کر دیا ہے تو اینٹ کا جواب پتھر سے نہیں دیا۔ بلکہ نرم پہلو اختیار کرتے ہوئے اپنی برخورداری اور خُلق عظیم کا ثبوت دیا۔ کہنے لگے:

"پاپا! آپ میرے ساتھ جیسا چاہیں سلوک کریں مگر میری طرف سے آپ کو ہمیشہ سلامتی ہی پہنچے گی اور آپ کے لیے میں ہمیشہ اپنے پروردگار سے دعا کرتا رہوں گا کہ وہ آپ کو ہدایت نصیب فرمائے اور آپ کے گناہ معاف کر دے وہ مجھ پر نہایت مہربان ہے۔" [1]

---

[1] سورة مریم آیت نمبر ٤٧ بمع استفادہ از تفسیر ابن کثیر واشرف الحواشی.

سیّدنا ابراہیم علیہ الصلوٰۃ والسلام ایک طویل مدت تک، یعنی ملک شام کی طرف ہجرت کرنے، مسجد حرام کی تعمیر کرنے اور اسماعیل و اسحاق علیہما السلام کی ولادت کے بعد تک اپنے باپ کے لیے مغفرت کی دُعا کرتے رہے۔ جیسا کہ آپ کی درج ذیل دُعا سے ثابت ہے: ﴿رَبَّنَا اغْفِرْ لِیْ وَلِوَالِدَیَّ وَلِلْمُؤْمِنِیْنَ یَوْمَ یَقُوْمُ الْحِسَابُ﴾ (ابراهیم: ٤١) "اے ہمارے رب! مجھے بخش دے اور میرے ماں باپ کو اور ایمان والوں کو، جس دن حساب قائم ہوگا۔"

جناب ابراہیم علیہ السلام کے نقش قدم پر چلتے ہوئے، اہل ایمان، مسلمان بھی ابتدائے اسلام میں اپنے مشرک رشتہ داروں اور اہل و عیال کے لیے مغفرت کی دُعا کرتے رہے حتیٰ کہ اللہ تعالیٰ نے یہ آیت کریمہ نازل فرما دی: ﴿قَدْ كَانَتْ لَكُمْ اُسْوَةٌ حَسَنَةٌ فِیْٓ اِبْرٰهِیْمَ وَالَّذِیْنَ مَعَهٗ ۚ اِذْ قَالُوْا لِقَوْمِهِمْ اِنَّا بُرَءٰٓؤُا مِنْكُمْ وَمِمَّا تَعْبُدُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ ۫ كَفَرْنَا بِكُمْ وَبَدَا بَیْنَنَا وَبَیْنَكُمُ الْعَدَاوَةُ وَالْبَغْضَآءُ اَبَدًا حَتّٰی تُؤْمِنُوْا بِاللّٰهِ وَحْدَهٗٓ اِلَّا قَوْلَ اِبْرٰهِیْمَ لِاَبِیْهِ لَاَسْتَغْفِرَنَّ لَكَ وَمَآ اَمْلِكُ لَكَ مِنَ اللّٰهِ مِنْ شَیْءٍ ۭ رَبَّنَا عَلَیْكَ تَوَكَّلْنَا وَاِلَیْكَ اَنَبْنَا وَاِلَیْكَ الْمَصِیْرُ﴾ (الممتحنه: ٤) ⇦⇦⇦

ظالم باپ کی آنکھیں شعلہ بن گئیں اور نتھنے پھول گئے۔ دھاڑتے ہوئے کہا: ''ابراہیم! تم حد سے بہت بڑھ گئے ہو۔ اب میرا تمہارا کوئی واسطہ نہیں رہا اور نہ ہی میں تمہارے رب کو مانتا ہوں۔ مجھے تمہارے کسی استغفار کی ضرورت نہیں۔ خیر چاہتے ہو تو پوری قوم کی طرح ہماری ان مورتیوں کے آگے جھک جاؤ ورنہ ایک برے سلوک کے لیے تیار ہو جاؤ''

ابراہیم علیہ السلام نے انتہائی پر اعتماد اور ٹھوس لہجے میں جواب دیا: ''میں آپ لوگوں سے اور جن کو آپ خدا کے سوا پکارتے ہیں بیزاری کا اعلان کرتا ہوں۔ اور سن لیں! میں صرف اپنے رب کو ہی پکاروں گا۔ جو تم سب کا بھی رب ہے۔ اور پر امید ہوں کہ اپنے رب کو پکار کر میں اس کی رحمت و نصرت سے محروم نہیں رہوں گا۔'' ❶

---

⇦⇦⇦ ''یقیناً تمھارے لیے ابراہیم اور ان لوگوں میں جو اس کے ساتھ تھے ایک اچھا نمونہ تھا، جب انھوں نے اپنی قوم سے کہا کہ بے شک ہم تم سے اور ان تمام چیزوں سے بری ہیں جنھیں تم اللہ کے سوا پوجتے ہو، ہم تمھیں نہیں مانتے اور ہمارے درمیان اور تمھارے درمیان ہمیشہ کے لیے دشمنی اور بغض ظاہر ہوگیا، یہاں تک کہ تم اس اکیلے اللہ پر ایمان لاؤ، مگر ابراہیم کا اپنے باپ سے کہنا (تمھارے لیے نمونہ نہیں) کہ بے شک میں تیرے لیے بخشش کی دعا ضرور کروں گا اور میں تیرے لیے اللہ سے کسی چیز (کے دلوانے) کا مالک نہیں ہوں، اے ہمارے رب! ہم نے تجھی پر بھروسا کیا اور تیری ہی طرف رجوع کیا اور تیری ہی طرف لوٹ کر آنا ہے۔''

یعنی سیدنا ابراہیم علیہ السلام نے اپنے باپ سے یہ جو کہا کہ: میں آپ کی مغفرت کے لیے اللہ تعالیٰ سے دُعا کروں گا'' تو جناب ابراہیم علیہ السلام کی اس بات کو اپنے لیے نمونہ قرار نہ دو، اس معاملے میں ان کی پیروی نہ کرو۔ اس لیے کہ اللہ تعالیٰ نے پھر یہ بھی فرمایا ہے کہ: خود ابراہیم علیہ السلام نے اسے ترک کر دیا تھا: ﴿مَا كَانَ لِلنَّبِيِّ وَالَّذِينَ آمَنُوا أَنْ يَسْتَغْفِرُوا لِلْمُشْرِكِينَ وَلَوْ كَانُوا أُولِي قُرْبَىٰ مِنْ بَعْدِ مَا تَبَيَّنَ لَهُمْ أَنَّهُمْ أَصْحَابُ الْجَحِيمِ ۝ وَمَا كَانَ اسْتِغْفَارُ إِبْرَاهِيمَ لِأَبِيهِ إِلَّا عَنْ مَوْعِدَةٍ وَعَدَهَا إِيَّاهُ فَلَمَّا تَبَيَّنَ لَهُ أَنَّهُ عَدُوٌّ لِلَّهِ تَبَرَّأَ مِنْهُ إِنَّ إِبْرَاهِيمَ لَأَوَّاهٌ حَلِيمٌ ۝﴾ (التوبہ: ۱۱۳، ۱۱۴) ''اس نبی اور ان لوگوں کے لیے جو ایمان لائے، کبھی جائز نہیں کہ وہ مشرکوں کے لیے بخشش کی دعا کریں، خواہ وہ قرابت دار ہوں، اس کے بعد کہ ان کے لیے صاف ظاہر ہوگیا کہ یقیناً وہ جہنمی ہیں۔ اور ابراہیم کا اپنے باپ کے لیے بخشش مانگنا نہیں تھا مگر اس وعدہ کی وجہ سے جو اس نے اس سے کیا تھا، پھر جب اس کے لیے واضح ہوگیا کہ بے شک وہ اللہ کا دشمن ہے تو وہ اس سے بے تعلق ہوگیا۔ بے شک ابراہیم یقیناً بہت نرم دل، بڑا بردبار تھا۔''

(تفصیل کے لیے دیکھئے: سورۂ مریم: ۴۶، ۴۸ کی تفسیر ابن کثیر رحمہ اللہ)

❶ سورة مريم آيت نمبر ٤٨ بمع استفاده از تفسير ابن كثير واشرف الحواشی۔

اس واقعہ کے بعد تو گویا آزر کی نیند حرام ہوگئی اور چین غارت ہوگیا۔ ایک طرف اپنے وقار، منصب اور دین دھرم کے ساتھ ساتھ پوری قوم اور ایک مضبوط حکومت کا ساتھ اور دوسری طرف ایک لاڈلے بیٹے کا فیصلہ کہ وہ کسی دین دھرم کو نہیں مانتا۔ وہ تو صرف ایک الٰہ کی عبادت کرنے، کرانے پر مصر ہے۔ لیکن اپنا عہدہ اور خاندان بڑا ہونے کے باوجود آزر نے ابراہیم کا معاملہ نمرود کی عدالت کے سامنے پیش کرنے سے گریز کیا۔ کیونکہ اسے خدشہ تھا کہ اس معاملے کو اگر سرکاری سطح تک اٹھایا گیا تو کہیں پورے خاندان پر وبال نہ آپڑے۔ مگر بات جس سطح تک پہنچ چکی تھی وہاں پر خاموشی اختیار کرنا بھی اس کی انا اور مرتبے کو رسوا کرنے کے مترادف تھا۔ چنانچہ (اس کی نظر میں) اس فتنے کو یہیں پر دبانے کے لیے کافی سوچ و بچار کے بعد اس نے اپنے خاندان کے بڑوں کی ایک مجلس بلوائی تاکہ ان کے سامنے ابراہیم کو سمجھایا جا سکے۔ [1]

سب بڑے جمع ہو چکے تو ابراہیم علیہ السلام کو ان کے سامنے لایا گیا۔ آزر بھی اس مجلس میں موجود تھا۔ ایک عمر رسیدہ سردار سب کی ترجمانی کرتے ہوئے گویا ہوا: ''ابراہیم! سنا ہے کہ تم نے پوری قوم سے الگ تھلگ ایک نئی راہ اختیار کر لی ہے؟ اور اس معاملے میں اپنے باپ کو بھی زچ کر رہے ہو؟ وہ کون سی ایسی بات ہے جو تمہاری سمجھ میں آ گئی ہے لیکن ہمیں اور ہمارے بڑوں کی سمجھ میں نہ آ سکی؟''

''وہ ایک سیدھی سادھی سی بات ہے۔ اسے سمجھنے کے لیے کسی منطق و فلسفہ کی ضرورت نہیں پڑتی۔ ہر آدمی بخوبی جان سکتا ہے۔ میرا، تمہارا اور اس پوری کائنات کا ایک ہی پروردگار اور معبود ہے کہ جسے اللہ کہا جاتا ہے۔ اس کے سوا کوئی حاجت روا، مشکل کشا اور عبادت کے لائق نہیں۔ اس کے علاوہ باقی سب معبودانِ باطلہ ہیں۔''

ابراہیم علیہ السلام نے انتہائی مختصر اور سادہ الفاظ میں انہیں رب العالمین کے متعلق بتایا۔ مگر ان بوڑھے مشرکین کے دل شرک و خرافات سے لبریز اور اوپر سے سیل بند تھے۔ یہ سیدھی سی

---

[1] تفہیم القرآن جلد سوم ص ۴۹۹.

بات ان کی سمجھ میں نہ آئی۔ اللہ ذوالجلال کے متعلق الٹی سیدھی بک بک کرنے لگے۔ تب ابراہیم علیہ السلام نے اپنے منصب رسالت کو مدنظر رکھتے ہوئے انہیں اپنے رب کریم اور ان کے باطل معبودوں کے درمیان فرق سمجھایا۔ کہنے لگے: ''تم کس چیز کو پوجتے ہو؟''

وہ فخر اور نخوت سے کہنے لگے: ''ہم دن کے اجالے میں کھلم کھلا بتوں کو پوجتے ہیں اور ان کی پوجا پاٹ پر قائم ہیں''

جب انہوں نے اپنی ضلالت اور خباثت کا اظہار بڑے تکبر اور غرور سے کر لیا تو ابراہیم نے کہا: ''جب تم انہیں پکارتے ہو تو کیا وہ تمہاری آواز سنتے ہیں؟ یا وہ تمہیں کچھ فائدہ پہنچاتے ہیں جب تم ان کی دہائی دیتے ہو؟ یا وہ کسی کو نقصان پہنچا سکتے ہیں جب وہ ان کی پوجا نہیں کرتا؟''

انہوں نے کہا: نہیں! جب ہم ان کی دہائی دیتے ہیں تو وہ ہماری پکار نہیں سنتے اور نہ ہی ہمیں کوئی نفع ونقصان دیتے ہیں'' بلکہ ہم نے تو اپنے باپ دادا کو اسی طرح کرتے دیکھا ہے'' گویا جب کوئی معقول جواب نہ بن پڑا تو باپ دادا کی تقلید کا سہارا لیا جو ہر لنگڑے کی لاٹھی اور ہر ڈوبنے والے کے لیے آخری تنکا ہوتی ہے۔ ❶

ان میں سے بوڑھے سردار، ابراہیم علیہ السلام کو دھمکیاں دینے لگے کہ ''ہمارے بھگوان تمہیں تباہ کر دیں گے'' تب ابراہیم نے کہا: ''جنہیں تم لوگ پوج رہے ہو اور تمہارے اگلے باپ دادا بھی انہی کے آگے جھکتے رہے ہیں وہ میرا کچھ نہیں بگاڑ سکتے۔'' وہ میرے دشمن ہیں۔'' میں ان کا دشمن ہوں اور مجھے اس معاملے میں کسی کی کوئی پرواہ نہیں۔

جوان سردار گیدڑ بھبکیاں دینے لگے: ہم تمہارا ناطقہ بند کر دیں گے۔

ابراہیم علیہ السلام نے برجستہ جواب دیا ''اللہ رب العالمین میرا دوست ہے کہ جس نے مجھے پیدا کیا اور وہی مجھے راستہ بھی دکھاتا ہے۔ یعنی اس کا پیغام میں نے کسی طرح پہنچانا ہے اور

---

❶ سورۃ الشعراء آیت نمبر ۷۰ تفسیر روح المعانی جلد نمبر ۱۹۔ ص۹۳۔ وص۹۷ و اشرف الحواشی ص: ٤٤٢.

تمہاری خباثتوں سے کس طرح بچتا ہے۔

ہاں سنو! تم تو ان بے جان مورتیوں کے سامنے ذلیل ہوتے ہو ناں! مگر: ''میرا رب وہ ہے جو مجھے کھلاتا، پلاتا ہے اور جب میں بیمار پڑتا ہوں تو مجھے شفا بخشتا ہے۔ اور وہی مجھے موت بھی دے گا اور پھر زندہ کرے گا۔ وہی میرا رب ہے جس سے میں امید رکھتا ہوں کہ قیامت کے دن وہ میرے گناہ بخش دے گا۔'' ❶

اس پاکیزہ گفتگو سے بڈھے لاجواب ہو گئے اور بغلیں جھانکنے لگے۔ آزر سے کہنے لگے: ''تارخ! ابراہیم کو اب قابو میں رکھنا ہمارے تمہارے بس کی بات نہیں رہی۔ اس سے مقاطعہ کرلو اور اس کا مقدمہ شاہی عدالت میں پیش کردو۔ ایسا نہ ہو کہ یہ ہمارے لیے کسی مصیبت کا سبب بنے'' ابراہیم علیہ السلام اٹھ کھڑے ہوئے اور سب کو مخاطب کر کے گویا ہوئے:

''اگر تم لوگوں کو اللہ کے شریک بنا کر ان کی پوجا سے شرم نہیں آتی تو مجھے اپنے رب کی توحید پر کوئی عار نہیں۔ ❷ مجھے اس کے سوا کسی کا ڈر نہیں۔ جاؤ تمہیں جو کرنا ہے سو کر دیکھو۔'' یہ کہہ کر آپ وہاں سے اٹھ آئے۔

دل ایک بار پھر مضمحل ہو گیا۔ اسے تسکین دینے کے لیے ابراہیم علیہ السلام علیحدگی میں جا بیٹھے اور رب ذوالجلال سے دعا گو ہوئے: ''اے پروردگار! مجھے علم و دانش عطا فرما اور نیکو کاروں میں شامل فرمالے۔ آنے والے لوگوں میں میرا ذکر نیک کر دے اور مجھے نعمتوں والی بہشت کے وارثوں میں کر۔ اے اللہ! میرے باپ کو بخش دے کہ وہ گمراہوں میں سے ہے۔ اور جس دن لوگ اٹھا کر کھڑے کیے جائیں، مجھے اس دن رسوا نہ کیجیو کیونکہ اس دن نہ مال ہی کچھ فائدہ دے سکے گا اور نہ بیٹے۔'' ❸

تاریخی حوالہ جات سے معلوم ہوتا ہے کہ تارخ کا خاندان کافی بڑا تھا اور سلطنت میں

---

❶ خلاصہ مفہوم آیت نمبر ۷۷ تا ۸۲ سورۃ الشعراء۔

❷ سورۃ الانعام آیت نمبر ۸۱ کا مفہوم۔

❸ سورۃ الشعراء آیت نمبر ۸۳ تا ۸۸۔

ان کا اثر ورسوخ بھی بہت تھا۔ اس دور میں بسا اوقات دادے، پوتے اور چچا، بھتیجے کا نام ایک ہی ہوتا تھا (عربوں میں یہ رواج آج کل بھی ہے خاص طور پر سعودی عرب میں) چنانچہ ابراہیم علیہ السلام کے ایک بھائی کا نام بھی ھاران تھا اور ایک چچا کا بھی۔ چچا ھاران کی اولاد میں سے ایک بیٹی کا نام سارہ تھا اور بھائی ھاران کی اولاد میں سے بڑے بیٹے کا نام لوط کہ جو ابھی لڑکپن کی عمر میں قدم رکھ رہا تھا۔ ❶ جب کہ سارہ جوان تھی اور انتہائی خوبصورت بھی۔ ابراہیم علیہ السلام کی مستقل مزاجی اور دعاؤں کا اثر ظاہر ہونے لگا تھا۔ آپ کے چچا ھاران بن ناحور کے دل میں بھتیجے (ابراہیم علیہ السلام) کے لیے نرم گوشہ پیدا ہوا۔ اس نے چپکے سے بیٹی کا نکاح ابراہیم سے کردیا مگر ایمان نہ لایا۔ نکاح سے کچھ عرصہ بعد وہ فوت ہوگیا۔ سارہ نکاح سے پہلے ہی در پردہ مسلمان ہوچکی تھی مگر اس نے کھلم کھلا اظہار نہ کیا تھا۔ نکاح کے بعد اس نے اپنے زوج محترم کے سامنے اظہار کردیا۔ ❷

ابرہیم علیہ السلام اپنے بھتیجے لوط کے ساتھ بہت پیار کرتے تھے۔ لوط انہی کی صحبت میں پروان چڑھ رہا تھا، اس لیے نیکی اور سچائی کا رنگ اس کی طبیعت پر غالب آتا چلا گیا۔ ابراہیم علیہ السلام کی شادی اور گزشتہ واقعہ کو ابھی کچھ ہی عرصہ گزرا تھا کہ لوط کا والد ھاران بن تارخ بھی فوت ہوگیا۔ ❸

آزر نے ابراہیم علیہ السلام کا معاملہ شاہی عدالت میں لے جانے سے توقف کیا کیونکہ سب لوگ سالانہ میلے کی تیاری میں لگے ہوئے تھے کہ کچھ ہی عرصہ بعد جو منعقد ہونے والا تھا۔

❀❀❀......❀❀❀

---

❶ سارہ کا معنی شہزادی ہوتا ہے۔ دیکھئے موتمر تفسیر سورہ یوسف جلد اول ص ۵۳ مطبوعہ دارالفکر فی دمشق۔

❷ الکامل لابن اثیر جلد اول ص ۵۷۔

❸ تاریخ ابن خلدون جلد دوم ص ۴۰۔

# انوکھی واردات

گزشتہ چند دنوں سے بابل شہر اور اس کے گردونواح میں میلے کا سماں ہے۔ لوگ دور دور سے آ کر ٹھہرے ہوئے ہیں۔ تجارتی قافلے دھڑا دھڑ پہنچ رہے ہیں۔ لوگوں کے ٹھٹھ کے ٹھٹھ لگے ہیں۔ فنکار اپنے فنون کا مظاہرہ کر رہے ہیں۔ شراب، شباب اور کباب کا استعمال سرعام ہے۔ بے حیائی کا بازار گرم ہے۔ بادشاہ کے حضور بیش قیمت تحائف پیش کیے جا رہے ہیں اور بتوں کے سامنے انواع واقسام کے نذرانے۔ ہر آدمی ان بے جان مورتیوں کے سامنے کھانے پینے کی کوئی نہ کوئی چیز رکھ کر جا رہا ہے کہ ان بھگوانوں کے چرنوں میں پڑی رہنے سے چیزیں با برکت ہو جائیں گی۔ ❶ کچھ تو ان کے بھگوان کھالیں گے اور باقی وہ خود۔

ابراہیم علیہ السلام یہ سب کچھ دیکھ کر بہت کڑھ رہے ہیں۔ دل میں جذبات کا تلاطم برپا ہے مگر کچھ کر نہیں سکتے۔ انہیں اپنے اللہ کے حکم کا انتظار ہے۔ چنانچہ حکم آ پہنچتا ہے اور وہ اٹھ کھڑے ہوتے ہیں۔

آج میلے کا آخری اور اہم دن ہے۔ سب لوگ منہ اندھیرے شہر سے باہر کی طرف منہ اٹھائے چلے جا رہے ہیں۔ افراتفری کا سا عالم ہے۔ بچے، بوڑھے، جوان، کیا مرد اور کیا عورتیں سب کھلے میدان میں جمع ہو رہے ہیں۔ کیونکہ آج ان کی عید ہے۔ سب نے نئے لباس پہن رکھے ہیں اور بہت خوش ہیں۔

ابراہیم علیہ السلام صنم کدہ کے سامنے جا کھڑے ہوتے ہیں۔ ادھر سے ان کا باپ کچھ دوسرے سرداروں سمیت آتا ہوا دکھائی دیتا ہے۔ ابراہیم ان کا راستہ روک کر کھڑے ہو جاتے ہیں۔ اور سب سے مخاطب ہو کر پوچھتے ہیں: ''یہ مورتیں جن کی پرستش پر تم لوگ جمے بیٹھے ہو یہ کیا چیز ہیں؟ ❷ (یعنی کسی کام کی ہیں؟)''

---

❶ تفسیر ابن کثیر جلد چھارم ص ۱۵.

❷ سورۃ الانبیاء آیت نمبر ۵۲.

تم کن چیزوں کو پوج رہے ہو؟ کیا اللہ کو چھوڑ کر تم ان جھوٹے خداؤں کے پیچھے لگتے ہو؟" ❶ "تم تو اللہ کے سوا بس بتوں کو پوجتے ہو اور خود ہی ان کو تراش کر بنا لیتے ہو۔ جن دیوتاؤں کو تم اللہ کے سوا پوجتے ہو وہ تم کو روزی دینے کا کچھ اختیار نہیں رکھتے۔ اگر تم کو مانگنا ہے تو اللہ سے روزی مانگو، اسی کی عبادت کرو اور اسی کا شکر کرو۔ کیونکہ اسی کی طرف تم کو لوٹ کر جانا ہے۔" ❷ "بتاؤ بھلا پروردگار عالم کے بارے میں تمہارا کیا خیال ہے؟" ❸

"تو وہ کہنے لگے کہ ہم نے تو اپنے باپ دادوں کو اسی طرح ان مورتیوں کی پوجا کرتے ہوئے پایا ہے ❹ اور ہم اپنے بزرگوں کی ڈگر کو چھوڑ نہیں سکتے۔"

خلیل اللہ کی طبیعت میں جلال آ گیا۔ "تم اور تمہارے باپ دادا کھلی گمراہی میں تھے۔" ❺

ایک اللہ کی عبادت کرو اور اسی سے ڈرو۔ اگر تم جان جاؤ تو یہ تمہارے لیے بہت بہتر ہے۔" ❻

"تو وہ کہنے لگے: کیا تو یہ بات ہم سے سچ مچ کہتا ہے یا دل لگی کرتا ہے؟" ❼

ابراہیم علیہ السلام نے یہ سوچ کر شاید انہیں میرا وعظ اثر کرنے لگا ہے، اپنی آواز ذرا نرم کر کے کہنے لگے۔ "تمہارا معبود واللہ وہ ہے جو آسمانوں اور زمین کا مالک ہے۔ جس نے انہیں پیدا کیا ہے اور میں اس بات کی گواہی دیتا ہوں" ❽ کہ وہی تمہارا ایک معبود ہے۔ تمہارے ہر فعل کا اس نے حساب لینا ہے۔"

مگر جو دل شرک سے بھرپور اور اوپر سے مہر بند ہوں ان میں اللہ کی توحید اور اس کا پاکیزہ کلام کیسے داخل ہو سکتے ہیں۔

مجمع کافی بڑا ہو چکا تھا۔ بعض لوگوں کو ابراہیم علیہ السلام کے متعلق معلوم تھا کہ وہ تارخ بن ناحور کے بیٹے ہیں اور بعض کو بالکل معلوم نہ تھا کہ یہ نوجوان کون ہے؟ سب جوان اور بوڑھے اس سے ٹھٹھہ کرنے لگے۔ ایک بانکے نے آوازہ کسا: "لو بھائی لوگو! سنو! یہ کہتا ہے کہ ہمیں

---

❶ سورة الصافات آیت نمبر ٨٦.
❷ سورة العنكبوت آیت نمبر ١٧.
❸ سورة الصافات آیت نمبر ٨٧.
❹ سورة الانبياء آیت نمبر ٥٣.
❺ سورة الانبياء آیت نمبر ٥٤.
❻ سورة العنكبوت آیت نمبر ١٦.
❼ سورة الانبياء آیت نمبر ٥٥.
❽ سورة الانبياء آیت نمبر ٥٦.

اس کے رب کو حساب کتاب بھی دینا پڑے گا"...... اور پھر سب نے زور دار قہقہہ لگایا اور بھانت بھانت کی بولیاں بولنے لگے۔ آوازیں ذرا تھمیں تو آزر نے بلند آواز سے مجمع کو مخاطب کیا: "جنتا کے لوگو! وقت کھوٹا نہ کرو۔ آج عید کا دن ہے۔ کھاؤ پیو اور خوب عیش اڑاؤ۔ یہ تو دیوانہ ہے۔ اسے چھوڑو اور خوشیاں مناؤ۔"

چنانچہ مجمع چھٹنے لگا اور سب لوگ میلہ گاہ کی طرف روانہ ہوگئے۔ کچھ واقف کاروں نے واپس مڑ کر ابراہیم کو بھی ساتھ چلنے کی دعوت دی۔ مگر آپ تو ان کاموں سے نفرت کرتے تھے اور قوم کے رویے سے دل میں غصہ بھی بہت تھا۔ کہنے لگے: "میں شاید بیمار ہو جاؤں گا۔ تو وہ انہیں وہیں چھوڑ کر پیٹھ پھیر کے چل دیے۔" ❶

اپنے باپ اور قوم کے سلوک سے طبیعت مضمحل ہو چکی تھی اور قویٰ تو گویا جواب دے چکے تھے۔ وہیں بیٹھ گئے ❷ اور سوچنے لگے کہ اس قوم کو کیسے سمجھایا جائے؟۔ پھر ارادہ کیا کہ کیوں نہ ان کے معبودوں کا ہی ستیاناس کر دیا جائے۔ تاکہ "نہ رہے بانس نہ بجے بانسری"

آپ نے دیکھا ہوگا کہ بسا اوقات آدمی ایسی حالت میں زیر لب کچھ کہنا شروع کر دیتا ہے اور اسے کچھ خیال نہیں رہتا۔ مگر دل کا مصمم ارادہ الفاظ کی صورت میں دوسروں کو سنائی دے جاتا ہے۔ چنانچہ یہی کچھ ابراہیم علیہ السلام کے ساتھ بھی ہوا۔ کہنے لگے:

﴿وَ تَاللّٰهِ لَاَكِيْدَنَّ اَصْنَامَكُمْ بَعْدَ اَنْ تُوَلُّوْا مُدْبِرِيْنَ﴾ (الانبیاء: ۵۷)

"خدا کی قسم جب تم پیٹھ پھیر کر چلے جاؤ گے تو میں تمہارے بتوں سے ایک چال ضرور چلوں گا۔"

ان کی یہ بات مجمع کے آخر میں چلنے والے کچھ کمزور لوگوں نے سن لی۔ ❸

جب شہر خالی ہو گیا اور سب لوگ باہر چلے گئے تو ابراہیم علیہ السلام جلدی سے ایک کلہاڑا لے آئے اور ان کے بت خانے میں جا گھسے۔ کیا دیکھتے ہیں کہ یہ ایک بہت بڑا ہال ہے۔

---

❶ سورۃ الصافات آیت نمبر ۸۹،۹۰۔ ❷ تفسیر ابن کثیر جلد نمبر ۳ ص ۱۹۱۔

❸ الکامل لابن اثیر الجز الاول ص ۵۵۔ و تفسیر ابن کثیر جلد سوم ص ۱۹۱۔

دروازے سے داخل ہوتے ہی سامنے ایک بہت بڑے بت پر نظر پڑتی ہے۔ اس کے پہلو میں ایک چھوٹی مورتی ہے۔ اور اسی طرح پورے ہال میں اصنام کے جوڑے جوڑے نصب ہیں۔ یہ کل ۷۲ بت تھے۔ ہر ایک کے سامنے انواع واقسام کے کھانے دھرے ہیں۔ ❶

ابراہیم علیہ السلام ٹھٹھے کے طور پر ان سے کہنے لگے: ''تم لوگ کھاتے کیوں نہیں؟ تمہیں کیا ہوا ہے بولتے کیوں نہیں؟'' جب دیکھا کہ یہ تو کوئی جواب نہیں دے رہے اور پھر قوم کی مت کا مارے جانا یاد آیا تو ''وہ ان پر پل پڑے اور داہنے ہاتھ سے ان کے پرخچے اڑانے لگے۔ ❷ انہیں ٹکڑے ٹکڑے کر دیا مگر ان میں سے بڑے بت (کا ایک بازو کاٹنے کے بعد اس کے کاندھے پر کلہاڑا رکھ دیا۔ اور اس) کو چھوڑ دیا تا کہ وہ لوگ ان سے پوچھ گچھ کریں۔ ❸

قوم کے ان جھوٹے خداؤں کا ستیاناس کرنے کے بعد دل کو سکون مل گیا۔ سیدھے گھر گئے اور آرام سے سو رہے۔ ادھر دن ڈھلے کچھ لوگ واپس لوٹے اور ''تبرک'' حاصل کرنے کے لیے سیدھے بت خانے گئے۔ وہاں مورتیوں کا برا حال دیکھا۔ بھاگ کر قوم کے پاس پہنچے۔ انہیں اپنے بھگوانوں کا پورا حال بتایا اور ان کی مدد کے لیے دہائی دینے لگے۔ یہ بات آگ کی طرح پورے مجمع میں پھیل گئی۔ سب لوگ چیخ و پکار کرتے شہر کی طرف دوڑ پڑے کہ کہیں ان کے ''مشکل کشا'' ناراض ہو کر ان پر کوئی عذاب نازل نہ کر دیں۔ نمرود اور اس کے سرداروں کو بھی اطلاع مل گئی۔ چنانچہ وہ سب بھی واپس ''بابل'' آ گئے۔ ❹

نمرود نے آتے ہی اس واقعہ کی تحقیق کے لیے ایک کمیٹی بنا دی کہ فوراً پتہ لگاؤ یہ کس کا کام ہے اور کچھ معتبر مصاحبین کو ساتھ لے کر معائنہ کے لیے بت خانے جا پہنچا۔ اندر داخل

---

❶ تفسیر ابن کثیر جلد چھارم ص ۱۵ (قالھا السدی) وروح المعانی عند تفسیر۔ "وتاللہ لا کیدن اصنامکم.

❷ سورۃ الصافات آیت نمبر ۹۱ تا ۹۴.

❸ سورۃ الانبیاء آیت نمبر ۵۸ وتفسیر ابن کثیر جلد سوم ص ۱۹۱ وتاریخ الطبری جلد اول ص ۱۲۲.

❹ تاریخ الطبری جلد اول ص ۱۲۲.

ہوتے ہی سب لوگ مبہوت رہ گئے۔ ان کے وہم وگمان میں بھی نہ تھا کہ اتنا بڑا ''جرم'' کوئی کر گزرے گا۔ جدھر دیکھتے ہیں تباہی ہی تباہی ہے۔ ان کے دیوتاؤں کے اعضاء بکھرے پڑے ہیں۔ یوں معلوم ہوتا تھا جیسے ابھی ابھی میدان کارزار میں لڑائی بند ہوئی ہو۔

''کہنے لگے: ہمارے دیوتاؤں کے ساتھ کس نے یہ سلوک کیا ہے؟ بے شک وہ تو کوئی بڑا ہی ظالم آدمی ہے۔ ❶ جن لوگوں نے ابراہیم علیہ السلام کے منہ سے یہ سنا تھا کہ ''میں ان بتوں سے ضرور کچھ کر کے رہوں گا انہوں نے مفتشین سے کہا: ''ہم نے ایک نوجوان کو کہ جسے ابراہیم کہا جاتا ہے ان کا ذکر کرتے ہوئے سنا تھا۔'' ❷

تفتیشی ٹیم نے کابینہ کو رپورٹ پیش کی تو صلاح مشورے کے بعد: ''انہوں نے کہا: اس نوجوان کو سب کے سامنے لاؤ تا کہ لوگ اس کا بیان سنیں اور گواہ ہو جائیں۔'' ❸

''وہ لوگ دوڑتے ہوئے اس کے پاس پہنچے'' ❹

بت خانے کے سامنے کھلے میدان میں بادشاہ اور اس کی کابینہ کے لیے چبوترہ بنا دیا گیا۔ اور اعلان ہوا کہ سب لوگ میدان میں جمع ہو جائیں تا کہ اس مقدمہ کی کاروائی ''عوامی عدالت'' میں کی جا سکے۔ ابراہیم علیہ السلام کو پکڑ لیا گیا اور جب نمرود اپنی مسند پر بیٹھ چکا۔ ابراہیم کے سوا سب لوگ اسے سجدہ کر کے اٹھ چکے تو اہل مراتب کو اپنی اپنی جگہ پر بیٹھنے کا حکم ہوا۔ پھر ابراہیم علیہ السلام کو پورے مجمع کے سامنے شاہی چبوترے سے دائیں جانب ایک اونچی جگہ پر (کہ جسے کٹہرا کہنا چاہیے) لا کر کے کھڑا کر دیا گیا۔ ان کے چہرے پر بشاشت اس بات کی دلیل تھی کہ وہ اس کاروائی سے بالکل خائف نہ تھے۔

❀❀❀......❀❀❀

---

❶ سورة الانبياء آيت نمبر ٥٩.
❷ سورة الانبياء آيت نمبر ٦٠،٦١.
❸ سورة الانبياء آيت نمبر ٦٠،٦١.
❹ سورة الصافات آيت نمبر ٩٤.

# انوکھا جرم، وحشیانہ سزا

نظر تصور سے دیکھیں تو منظر کچھ یوں دکھائی دیتا ہے۔ ابراہیم علیہ السلام اونچی جگہ پر کھڑے ہیں۔ سامنے تا حد نگاہ آدمی ہی آدمی ہیں۔ بائیں جانب شاہی تخت پر نمرود ایک قیمتی گاؤ تکیہ سے ٹیک لگائے متکبرانہ انداز میں بیٹھا ہے۔ وہ خود اس مقدمے کا حاکم فیصلہ ہے۔ ❶ مگر مباحثہ کے لیے بڑے گھاک اور تجربہ کار قسم کے وکیل مقرر ہیں۔ لیجئے! مقدمہ کی کاروائی کا آغاز ہوتا ہے۔

''انہوں نے پوچھا: ابراہیم! کیا تو نے ہمارے دیوتاؤں کے ساتھ ایسا کیا ہے؟'' ❶ وہ ایک پُر اعتماد طنزیہ لہجہ میں جواب دیتے ہیں۔ ''نہیں یہ کام ان کے بڑے (بت) نے کیا ہے۔ اگر وہ بولتے ہوں تو ان سے پوچھ دیکھو۔'' ❷ اور لگتا ہے کہ تمہارے اس بڑے بھگوان کو بہت غصہ تھا کہ اس کے ساتھ ساتھ تم چھوٹے بھگوانوں کو بھی پوجتے رہے ہو۔ چنانچہ آج اسے موقعہ ملا اور اس نے اپنا کام کر دکھایا۔ اس کے کندھے پر دھرا ہوا کلہاڑا اس کے جرم کی بہت بڑی دلیل ہے۔

وہ لوگ اپنے دلوں میں کچھ سوچے اور آپس میں کہنے لگے ''اجی! سچ تو یہ ہے کہ تم خود ہی ظالم اور بے انصاف ہو۔'' ❸ پھر چہ میگوئیاں شروع ہو گئیں۔ آپس میں ایک دوسرے کو ملامت کرنے لگے کہ یہ کیسا بے عقلوں جیسا کام کرتے ہو؟ پس شرمندہ ہو کر سر جھکا لیے۔ مگر جہالت اور مشرکانہ تعصب آرے آگئے اور ادھر شیطان نے حوصلہ بڑھایا۔ کہنے لگے: ''ابراہیم! تو جانتا ہے کہ یہ بے جان بت بات نہیں کرتے پھر ان سے کیا پوچھیں؟'' ❹ ابراہیم علیہ السلام نے رسالت والی جلالی آواز سے پوچھا: ''کیا تم اللہ کے سوا ایسی چیزوں کو پوجتے ہو جو...... نہ اپنا دفاع کر سکیں اور...... نہ کچھ تمہارا بھلا کر سکتے ہوں اور نہ ہی برا؟'' ❺ ''کیا تم

---

❶ الکامل لابن اثیر جلد اول ص ۵۵ ۔ ❷، ❸ سورۃ الانبیاء آیت نمبر ۶۲،۶۳۔

❹ سورۃ الانبیاء آیت نمبر ۶۲،۶۳۔ ❺ سورۃ الانبیاء آیت نمبر ۶۴،۶۵۔

ایسی چیزوں کو پوجتے ہو جنہیں تم خود تراشتے ہو؟" ❶ تف ہے تم پر اور ان چیزوں پر جن کو تم اللہ کے سوا پوجتے ہو۔ کیا تمہیں عقل نہیں ہے؟ ❷ حالانکہ تمہیں اور جن کو تم خود بناتے ہو سب کو اللہ رب العالمین نے پیدا کیا ہے۔" ❸

یہ فرما کر آپ خاموش ہو لئے۔ چند لمحوں کے لیے مجمع پر سناٹا چھایا رہا۔ پھر کچھ پروہتوں نے نعرہ لگایا۔ "یہ گستاخ ہے" اسے قتل کر دو اور جلا ڈالو۔" ❺ اس کے بعد پورے مجمع سے یہ نعرہ بلند ہونے لگا۔ ہر طرف شور مچ گیا کہ ایسے "بے ادب" آدمی کو زندہ نہیں رہنا چاہیے۔ اسے ختم کر دو۔ نمرود سیدھا ہو کے بیٹھ گیا اور اس نے اپنا ایک ہاتھ بلند کیا تو ایک دم خاموشی چھا گئی۔

کچھ دیر سوچتا رہا اور پھر فیصلے کی تاریخ کو موخر کر کے بادشاہ نے مجلس برخاست کرنے کا حکم دیا۔ سب لوگ اپنے اپنے گھروں کی طرف لوٹ گئے۔

"تلمود کا بیان ہے کہ اس کے بعد نمرود کے حکم سے حضرت ابراہیم علیہ السلام قید کر دیے گئے۔ دس روز تک وہ جیل میں رہے۔ پھر بادشاہ کی کونسل نے ان کو زندہ جلانے کا فیصلہ کیا۔" ❻

اس کونسل میں بادشاہ خود، ابراہیم علیہ السلام کا باپ آزر، کرد قبیلے کا ایک سردار ہیزن اور دوسرے چند سرکردہ لوگ شامل تھے۔ اس مقدمہ کا مدعی خاص آزر تھا جب کہ باقی افراد جیوری ممبرز اور نمرود قاضی۔ اکثر ممبران کی رائے یہ تھی کہ ابراہیم کو سرعام قتل کر دیا جائے۔ مگر ہیزن نے اسے زندہ جلا کر عبرت کا نشان بنانے پر زور دیا۔ ❼ ہیزن اور اس کے ہمنوا کہنے لگے: "اگر تم کچھ کرنا چاہتے ہو تو ملزم کو آگ میں جلا کر اپنے دیوتاؤں کی مدد کرو" ❽ چنانچہ ان کی رائے کو مدنظر رکھتے ہوئے نمرود نے ابراہیم علیہ السلام کو آگ میں زندہ جلانے کا فیصلہ کیا۔ ہیزن اور اس کے ساتھیوں نے اس سزا کا منصوبہ یوں دیا۔ "وہ کہنے لگے: ابراہیم کے لیے ایک گہری سی عمارت

---

❶ سورة الانبياء آيت نمبر ٦٦.
❷ سورة الصافات آيت نمبر ٩٥.
❸ سورة الانبياء آيت نمبر ٦٧.
❹ سورة الصافات آيت نمبر ٩٦.
❺ سورة العنكبوت آيت نمبر ٢٤.
❻ تفهيم القرآن جلد اول ص ١٩٩، ٢٠٠.
❼ الكامل لابن اثير جلد اول ص ٥٦.
❽ سورة الانبياء آيت نمبر ٦٨.

بناؤ۔ اس میں خوب آگ جلاؤ۔ اور پھر اس کو دھکتی ہوئی آگ میں پھینک دو۔" ❶

چنانچہ اسی جگہ پر جہاں مقدمہ کی پہلی سماعت ہوئی تھی۔ ۸۰ ہاتھ لمبی اور چالیس ہاتھ چوڑی ایک کھائی کھود کر اس کے گرد ایک فصیل تعمیر کر کے اعلان کروا دیا گیا کہ الاؤ روشن کرنے کے لیے ہر قسم کی لکڑیاں جمع کی جائیں اور اس کام میں تمام لوگ حصہ لیں۔ ادھر ابراہیم علیہ السلام کے خلاف قوم میں نفرت اس قدر پھیلا دی گئی کہ آپ کی بیوی سارہ اور بھتیجے لوط کے سوا ہر شخص آپ کو لعن طعن کرتا نظر آتا۔ پوری قوم نے مکمل چالیس دن تک آرام کیے بغیر لکڑیاں جمع کرنے میں اپنی تمام طاقت صرف کر دی۔ حتیٰ کہ اگر کوئی بوڑھی عورت بیمار ہو جاتی تو وہ نذر مانتی کہ صحت یاب ہونے کے بعد وہ اس الاؤ کے لیے اتنے گٹھے لکڑیاں کے اپنے ہاتھوں سے چن کر لائے گی اور ڈھیر پر پھینکے گی۔ ❷

## حیرت انگیز واقعہ

لیجئے! تیاری مکمل ہو چکی ہے اور آج اللہ کے خلیل سیّدنا ابراہیم علیہ السلام کو اس الاؤ میں زندہ پھینکے جانے کا دن ہے۔ انہی گزشتہ چالیس دنوں میں ہیزن ملعون نے ایک منجنیق بھی تیار کروالی ہے کہ جس کے ذریعے ابراہیم علیہ السلام کو آگ میں پھینکا جانا ہے۔ ❸

لوگ صبح سے ہی میدان میں جمع ہونا شروع ہو گئے تھے۔ اب تو میدان کھچا کھچ بھر چکا ہے۔ دنیا کی اس مصنوعی جہنم سے کچھ فاصلے پر منجنیق کو لا کر کھڑا کر دیا گیا ہے۔ اسے چلانے کے لیے بیسیوں ہٹے کٹے نوجوان غلام متعین ہیں۔ کیونکہ اسے چلانا چند افراد کے بس کی بات نہیں۔ یہ منجنیقی دستہ بالکل تیار کھڑا ہے۔

ذرا ادھر لکڑیوں کے ڈھیر کی طرف بھی نظر دوڑائیے۔ ایک شخص نے جلتی ہوئی مشعل

❶ سورة الصافات آیت نمبر ۹۷۔ ❷ البدایہ والنہایہ جلد اول ص ۱۳۷۔

❸ روح المعانی جلد نمبر ۱۷ ص ۶۸۔

اپنے ہاتھ میں تھام رکھی ہے اور بھاگ بھاگ کر لکڑیوں کو آگ دے رہا ہے۔ یہ اس مقدمہ کا مدعی خاص، تارخ بن ناحور (آزر) بابلی ہے۔ یہ کیسا کٹھن دل آدمی ہے جو اپنے ملک کے جابر حاکم، ظالم قانون اور اندھی تہذیب کی خاطر اپنے عظیم لخت جگر کو زندہ آگ میں جھونکنے پر کمربستہ ہے یہ اس کی بدبختی نہیں تو کیا ہے؟

الاؤ مکمل طور پر روشن ہو چکا ہے۔ اس کے شعلے اتنی بلندی تک پہنچ رہے ہیں کہ سب سے اونچی پرواز والا پرندہ بھی اگر اس الاؤ کے اوپر سے گزرنا چاہے تو نہ گزر سکے، جل کر راکھ ہو جائے۔ ❶ اتنی بڑی آگ دنیا میں کبھی نہیں جلائی گئی ❷ لوگوں میں ہل چل سی مچ اٹھی ہے۔ سب منجنیق کی پچھلی جانب دیکھنے لگے ہیں۔

وہ دیکھئے! دور سے ایک شخص کو پابند سلاسل گھسیٹتے ہوئے لایا جا رہا ہے۔ کون ہے یہ؟...... یہ اپنے دور کا وہ عظیم انسان ہے کہ جسے کچھ ہی لمحوں بعد اس کے رب کی طرف سے خلیل اللہ کا لقب ملنے والا ہے اور جسے اس دور کے لاکھوں مشرکین اور اللہ کے دشمن اپنی منحوس آنکھوں سے آگ میں جلتا ہوا دیکھنا چاہتے ہیں۔ مگر ان ملعونین کو کیا معلوم کہ ہر چیز پر حکم تو ابراہیم کے رب کا چلتا ہے۔ (علیه التحیه والسلام)

ابراہیم علیہ السلام کو منجنیق کے گوفے پر بٹھایا جا چکا ہے اور منجنیقی دستہ حکم کا منتظر تیار کھڑا ہے...... دنیا پر (انس وجن کو چھوڑ کر) تمام مخلوقات اور آسمانوں پر تمام فرشتے چیخ اٹھے ہیں...... اپنے رب ذوالجلال سے مودبانہ التجا کرتے ہیں: ((رَبَّنَا اِبْرَاهِیْمُ یُحْرَقُ فِیْكَ؟......)) "اے رب کریم! کیا ابراہیم کو آج تیری خاطر جلا دیا جائے گا؟ اللہ رب العالمین ارشاد فرماتے ہیں: ((اَنَا اَعْلَمُ بِهٖ ، فَاِنْ دَعَاكُمْ فَاَغِیْثُوْا وَاِنْ لَمْ یَدْعُ غَیْرِیْ فَاَنَا لَهٗ .))...... میں اسے خوب جانتا ہوں۔ اگر وہ تمہیں بلائے تو اس کی مدد کر دینا اور اگر وہ میرے علاوہ کسی اور کو نہ پکارے تو میں اس کے لیے کافی ہوں۔" ❸

---

❶ تاریخ الطبری جلد اول ص ۱۲۴. ❷ البدایه والنهایه جلد اول ص ۱۳۷.

❸ الکامل لابن اثیر جلد اول ص ۵۶.

اللہ کے مقرب فرشتے اور ابراہیم علیہ السلام کے خاص دوست جبریل علیہ السلام بھاگ کر آتے ہیں اور پوچھتے ہیں: اَلَكَ حَاجَةٌ؟ ابراہیم! کوئی ضرورت ہو تو بتایئے۔"

آپ جواب دیتے ہیں: اِمَّا اِلَيْكَ فَلَا...... تم سے ہرگز نہیں" ❶

دشمنوں کے دل دہل رہے ہیں..... مگر اللہ کا خلیل پرسکون اور ہشاش بشاش گو فیے میں بیٹھا ہے علیہ التحیۃ والسلام..... آسمان کی طرف نگاہ اٹھتی ہے اور فرماتے ہیں: ((اَللّٰهُمَّ اَنْتَ الْوَاحِدُ فِي السَّمَاءِ وَاَنَا الْوَاحِدُ فِي الْاَرْضِ، لَيْسَ فِي الْاَرْضِ اَحَدٌ يَعْبُدُكَ غَيْرِيْ .)) ...... اللہ! ادھر آسمان پر تو اکیلا اور ادھر زمین پر میں اکیلا۔ پوری زمین پر اس وقت میرے سوا کوئی نہیں جو تیری عبادت کرتا ہو۔" ❷

لیجئے! نمرود لعین کا ہاتھ بلند ہوا اور متعین دستہ منجنیق کی طرف لپکا۔ ادھر منجنیق چلی اور ادھر سے خلیل اللہ کا نعرہ بلند ہوا: حَسْبِيَ اللّٰهُ وَنِعْمَ الْوَكِيْلُ...... مجھے میرا اللہ کافی ہے اور وہ بہترین کارساز ہے۔" ❸ یہ پڑھتے ہوئے سیدھے الاؤ میں جا گرتے ہیں۔

مگر یہ کیا؟ آگ نے تو کچھ بھی نہیں کہا، یہاں تو ایسے معلوم ہو رہا ہے کہ جیسے کسی آرام دہ جگہ پر آ گئے ہوں۔ آسائشیں ہی آسائشیں ہیں۔ بھائی! ہوتی کیوں ناں اوپر سے آرڈر جو آ گیا تھا: ﴿قُلْنَا يٰنَارُ كُوْنِيْ بَرْدًا وَّ سَلٰمًا عَلٰٓى اِبْرٰهِيْمَ﴾ (الانبياء: ٦٩) "ہم نے حکم دیا: اے آگ تو ابراہیم علیہ السلام پر ٹھنڈی اور سلامتی والی ہو جا"...... سو، وہ گئی۔

مگر اس بات کا علم اللہ ذوالجلال کو، ابراہیم علیہ السلام کو اور یا پھر فرشتوں کو تھا۔ باقی تمام مخلوقات یہی سمجھ رہی تھیں کہ خلیل اللہ علیہ السلام جل گئے۔ اس لیے تو تمام جانور اپنے اپنے منہ میں پانی لیے آگ بجھانے کو دوڑ پڑے تھے سوائے گرگٹ کے۔ وہ ملعون پھونکیں مار رہا تھا کہ آگ اور بھڑکے۔ اسی لیے تو اسے قتل کرنے کا حکم دیا گیا ہے۔ ❹ (گرگٹ اور منافقین

---

❶ البدايه والنهايه جلد اول ص ١٣٧. ❷ تاريخ الطبري جلد اول ص ١٢٤.

❸ رواه البخاري عن ابن عباس رضي الله عنه، حديث: ٤٥٦٤.

❹ رواه البخاري عن ام شريك رضي الله عنها، حديث: ٣٣٥٩.

کی خصلتیں بالکل ایک جیسی ہوتی ہیں)

ابراہیم علیہ السلام کو جلانے کے لیے چالیس دن تک لکڑیاں جمع ہوتی رہیں۔ ❶ آپ چالیس دن تک آگ میں رہے۔ ❷ آگ میں پھینکے گئے تو عمر چالیس سال تھی۔ ❸

امام الضحاک رحمہ اللہ کا بیان ہے کہ جبریل علیہ السلام حضرت ابراہیم علیہ السلام کے ساتھ الاؤ میں رہے۔ وہ آپ کی پیشانی سے پسینہ پونچھتے تھے۔ بس اتنی سی آپ کو تکلیف پہنچی ❹ محمد ابن اسحاق رحمہ اللہ کا بیان ہے کہ اللہ ذوالجلال نے سائے کے فرشتے کو ایک آدمی کی صورت میں آپ کے پاس بھیج دیا تاکہ دل لگا رہے۔ ❺

کافی دنوں کے بعد کہ جب آگ سرد پڑ چکی اور تمام لکڑیاں جل چکی تھیں، نمرود نے الاؤ کے گرد ایک چکر لگایا تاکہ خلیل اللہ کی راکھ دیکھ کر اس کے سینے کی آگ ٹھنڈی ہو۔ مگر غور سے دیکھنے پر یوں لگا کہ جیسے ابراہیم زندہ اور صحیح سلامت وہاں بیٹھے ہوئے ہوں۔ ساتھ میں ایک اور آدمی بھی نظر آیا۔ فوراً آرڈر دیا کہ الاؤ سے کچھ فاصلے پر ایک مینار تعمیر کیا جائے تاکہ وہ اس پر چڑھ کر تصدیق کر لے۔ چنانچہ چند دنوں میں ہی اسی (۸۰) ہاتھ اونچا ایک مینار کھڑا کر دیا گیا۔ اور اوپر چڑھ کر دیکھا تو شک یقین میں بدل گیا۔

زور سے آواز دی: ابراہیم کیا میری آواز سن رہے ہو؟

آپ نے جواب دیا: ''ہاں سن رہا ہوں۔''

''کیا تم باہر آ سکتے ہو؟'' نمرود نے حیرانی سے چیختے ہوئے پوچھا۔

''ہاں آ سکتا ہوں''

خلیل اللہ نے نہایت تسلی سے پرسکون لہجے میں جواب دیا۔

''کیا خدشہ نہیں کہ تم اٹھو تو آگ تمہیں تکلیف پہنچائے''

---

❶ روح المعانی جلد نمبر ۱۷ ص ٦٨۔ ❷ البدایہ والنهائه جلد اول ص ۱۳۸۔
❸ اشرف الحواشي للشيخ عبده ص ۳۹۳۔ ❹ البدايه والنهايه جلد اول ص ۱۳۸۔
❺ تاریخ الطبری جلد اول ص ۱۲٤۔

فرمایا: ''ہرگز نہیں'' تو کہنے لگا: ''اٹھیں اور باہر آئیں''

ابراہیم علیہ السلام اٹھے اور آرام سے چلتے ہوئے باہر نکل آئے۔ نمرود آپ کو صحیح سلامت دیکھ کر بہت حیران ہوا اور اللہ ذوالجلال کی عظمت کا اظہار کیے بغیر نہ رہ سکا۔ کہنے لگا: نِعْمَ الرَّبُّ رَبُّكَ يَا اِبْرَاهِيْمُ...... ابراہیم! تمہارا رب بہترین الہ ہے۔ ❶ وہ بڑی قدرت اور عزت والا ہے۔ جو میں نے کرنا چاہا اس کے اور تمہارے درمیان حائل ہوگیا۔ میں تمہارے رب کی عظمت کے لیے قربانی کرنا چاہتا ہوں کیا وہ قبول کرلے گا؟''

آپ نے فرمایا: ''ہاں! بشرطیکہ تم ایمان لے آؤ اور اپنا دین چھوڑ کر میرا دین اپنا لو''

''یہ ناممکن ہے۔ اس سے میری حکومت جاتی رہے گی'' وہ پھر ہٹ دھرمی پر اتر آیا۔ ❷

ابراہیم علیہ السلام کے آگ سے باہر نکل آنے کی خبر پورے شہر میں جنگل میں آگ کی طرح پھیل گئی۔ انہیں دیکھنے کے لیے پورا شہر اُمڈ آیا۔ آزر بھی پہنچ گیا۔ آپ کو نمرود کے ساتھ باتیں کرتے دیکھ کر ششدر رہ گیا۔ خجالت سے منہ دوسری طرف پھیر لیا۔ ادھر آپ کا بھتیجا لوط بھی پہنچ چکا تھا۔ اس نے موقع محل مناسب جانا اور اپنے چھپے ہوئے ایمان کا بھرے مجمع میں اعلان کردیا۔ ❸

ابراہیم علیہ السلام کسی لمحہ بھی دعوت الی اللہ سے غافل نہیں رہتے تھے۔ جب دیکھا کہ اللہ ذوالجلال نے دشمنوں کی تدبیر ناکام کردی ہے۔ ❹ اور نمرود زچ ہو چکا ہے۔ موقع بھی مناسب ہے تو...... ''کہنے لگے (لوگو!) تم نے اللہ کے سوا جن دیوتاؤں کو اپنا الٰہ بنا رکھا ہے۔ دنیا میں صرف اپنی دوستی قائم رکھنے کو (یعنی اس لیے کہ تمہاری اجتماعیت کی عمارت استوار رہے اور گرنے نہ پائے۔ تم ڈرتے ہو کہ اگر تم نے ان معبودوں کی پرستش چھوڑ دی تو معاشرے کے لوگ ایک دوسرے سے الگ ہوجائیں گے اور باہمی دوستی ومحبت کے علاقے کٹ جائیں گے) پھر قیامت

---

❶، ❷ البدایہ والنہایہ جلد اول وتاریخ الطبری جلد اول ص ۱۲۴۔

❸ سورۃ العنکبوت آیت نمبر ۲۶۔

❹ دیکھئے: سورۃ الصافات آیت نمبر ۹۸۔

کے دن تمہارا حال یہ ہونا ہے کہ تم سب ایک دوسرے کا انکار بھی کرو گے اور آپس میں لعنت بھی بھیجو گے۔ آخر کار تمہارا ٹھکانہ جہنم ہوگا اور تمہارا کوئی مددگار نہ ہوگا۔'' ❶

آپ کا وعظ سن کر چند اور لوگ بھی ایمان لے آئے۔ مگر نمرود نے جب دیکھا کہ حالات پلٹا کھانے لگے ہیں، اس نے لوگوں کو منتشر کروا دیا اور آپ کو اپنے ساتھ لیے شاہی محل میں چلا گیا۔ وہاں علیحدگی میں بٹھا کر آپ سے مناظرہ کرنے لگا۔ ❷

''ابراہیم! میں نے چار ہزار گائیں ذبح کروانے کا حکم دے دیا ہے'' ❸ اس نے آپ کو خوش کرنے کے لیے کہا۔ (اور بعد میں یہ کام کر بھی دکھایا۔ نہ جانے اس سے اس کا کیا مقصد تھا)

''اچھا بتائیے کہ تمہارا رب کون ہے؟'' اس نے یہ سوال چبھتے ہوئے لہجے میں کیا۔

''نمرود! دنیا میں انسان سمیت تمام چیزیں ایک بار جنم لیتی ہیں اور پھر وجود سے عدم میں چلی جاتی ہیں۔ یہ کلیہ وقاعدہ میرے اور تمہارے سمیت سب چیزوں پر لاگو ہوتا ہے۔ جس سے معلوم ہوا کہ کوئی فاعل مختار ہستی موجود ہے کہ جس کے تصرف سے یہ سب کچھ ہو رہا ہے۔ کیونکہ جہان میں وجود وفنا کا یہ سلسلہ ازخود قائم نہیں ہوسکتا'' ❹ ''میرا وہی رب ہے جو زندہ بھی کرتا ہے اور مارتا بھی ہے'' ❺

نمرود نے دلیل کو سمجھ لینے کے باوجود ضد سے کام لیا'' کہنے لگا میں بھی زندہ کرسکتا اور مار سکتا ہوں'' ❻

ابراہیم علیہ السلام نے پوچھا ''وہ کیسے؟''

اس نے قیدی منگوائے کہ جن میں سے ایک کو موت کی سزا ہو چکی تھی اور دوسرا چند دنوں

---

❶ سورة العنكبوت آیت نمبر ۲۵.

❷ البدایہ والنہایہ جلد اول ص ۱٤۰.

❸ تاریخ الطبری جلد اول ص ۱۲٤ وتاریخ ابن خلدون جلد دوم ص ٤۱ والکامل لابن اثیر جلد اول ص ۵۷.

❹ اشرف الحواشی للشیخ عبدہ ص ۵۲. ❺ سورة البقرہ آیت نمبر ۲۵۸.

❻ سورة البقرہ آیت نمبر ۲۵۸.

بعد رہائی پانے والا تھا۔ جلاد کو حکم دیا کہ رہا ہونے والے کو قتل کردو۔ لمحوں بعد اس بے گناہ کا لاشہ تڑپنے لگا جب کہ سزائے موت والے کو اس نے رہا کر دیا۔ اور کہنے لگا کہ "یوں" ❶

ابراہیم علیہ السلام اس کی خباثت وضلالت سے سمجھ گئے کہ حکومت کے نشے نے اس ملعون کی عقل ماؤف کر رکھی ہے۔ اسے کسی اور دلیل سے نیچا دکھانا چاہیے کہ شاید راہ راست پر آجائے...... تو آپ نے فرمایا: "میرا رب سورج کو مشرق سے نکالتا ہے (اور اگر تو بھی خدا ہے) تو اسے مغرب سے نکال کر دکھا" ❷ ایسے زبردست مطالبے سے کافر بغلیں جھانکنے لگا اور "ہکا بکا رہ گیا" ❸ اسے کوئی جواب نہ بن پڑا اور خاموش ہو رہا۔ چنانچہ آپ اس کے پاس سے اٹھ کر چلے آئے۔

نمرود کے دل میں اللہ نے یہ بات بٹھادی کہ: اب تم ابراہیم علیہ السلام پر غالب نہیں آسکتے" اس لیے اس نے آپ سے اعراض برتنا شروع کر دیا۔ مگر بدبخت ایمان نہ لایا۔ ❹

آگ والے معجزہ کی خبر پورے ملک میں آگ کی طرح پھیل گئی۔ ہر محفل میں اس پر تبصرے ہوتے...... مگر جابرہ کے ظلم وستم اور شرک وخرافات کے کڑے پہرے نے جس قوم کی عقلوں پر تالہ بندی کر رکھی ہو وہ قوم کسی سیدھی راہ کو اپنا نہیں سکتی۔ ان کی سوچیں ہمیشہ الٹی ہوتی ہیں۔ چاہیے تو یہ تھا کہ اتنا بڑا معجزہ اور کھلی دلیل دیکھ کر بادشاہ سمیت پوری قوم راہ راست پر آجاتی۔ لیکن اس واقعہ کی غلط سلط تاویلیں اور توجیہیں کر کے وہ شرک وکفر کے اتھاہ سمندر میں مزید غرق ہوتے چلے گئے۔ کسی گروہ نے کہا کہ: "ابراہیم علیہ السلام کے پاس کوئی ایسا عمل تھا کہ جس کی وجہ سے وہ بچ گئے" اور کسی نے دیوتاؤں کا مقابلہ سمجھا کہ: ابراہیم علیہ السلام کا دیوتا چونکہ باقی دیوتاؤں سے زیادہ طاقتور تھا اس لیے اس نے آپ کو زندہ بچالیا وغیرہ وغیرہ اور اس گمراہی کے پیچھے سب سے بڑا ہاتھ اس دور کے پروہتوں اور پجاریوں کا تھا۔ ❺

---

❶ تفسیر ابن کثیر جلد اول ص ۳۲۱. ❷ سورة البقرہ آیت نمبر ۲۵۸.

❸ سورة البقرہ آیت نمبر ۲۵۸.

❹ تاریخ الطبری جلد اول ص ۱۲٤ وتاریخ ابن خلدن جلد دوم ص ٤١.

❺ روح المعانی عند تفسیر "قلنا یا نارکونی برداو سلاما علی ابراھیم"O

اسی لیے نمرود کی خاموشی اور آپ کی محنت شاقہ کے باوجود بہت کم لوگ مسلمان ہوئے۔ اور پھر انہیں بھی تنگ کیا جانے لگا۔ سوشل بائیکاٹ اور انفرادی زیادتیوں کے ساتھ ساتھ پوری قوم نے ان صالح افراد کے ساتھ ہر طرح کا برا سلوک کیا۔ بالآخر اللہ ذوالجلال کے حکم اور ابراہیم علیہ السلام کے فیصلہ سے...... ''انہوں نے اپنی قوم سے کہہ دیا کہ ہمیں تم سے اور جنہیں تم اللہ کے سوا پوجتے ہو کوئی علاقہ نہیں۔ ہم تم سے اور ان سے بالکل الگ ہیں۔ ہم تمہارے دین کو نہیں مانتے اور جب تک تم اللہ کے ایک ہونے پر ایمان نہیں لاتے ہمارے اور تمہارے درمیان دشمنی اور بغض ہمیشہ رہیں گے۔'' اور پھر اپنے رب سے مدد کے طلبگار بھی ہوئے۔

﴿رَبَّنَا عَلَيْكَ تَوَكَّلْنَا وَإِلَيْكَ أَنَبْنَا وَإِلَيْكَ الْمَصِيرُ ۝ رَبَّنَا لَا تَجْعَلْنَا فِتْنَةً لِّلَّذِينَ كَفَرُوا وَاغْفِرْ لَنَا رَبَّنَا ۖ إِنَّكَ أَنتَ الْعَزِيزُ الْحَكِيمُ ۝﴾ (الممتحنہ: ٤، ٥)

''اے ہمارے مالک ہم تجھی پر بھروسہ رکھتے ہیں اور تیری ہی طرف رجوع کرتے ہیں اور تیری طرف ہی لوٹنا ہے۔ اے ہمارے مالک! ہمیں کفار کے لیے ''ترلقمہ'' نہ بنا دینا اور ہمارے مالک! ہمیں بخش دے۔ بے شک تو زبردست حکمت والا ہے۔''

نمرود سے حیات وممات والے مناظرہ سے چند ایام بعد حضرت خلیل اللہ علیہ التحیہ والسلام نے اللہ تعالیٰ سے حیات بعد الموت کے مشاہدہ کا مطالبہ کر دیا: ''کہنے لگے: اے میرے رب مجھے (آنکھ سے) دکھا دے کہ تو مردوں کو کیسے زندہ کرے گا؟ تو اللہ نے فرمایا: کیا تجھے یقین نہیں؟ کہا: کیوں نہیں، (پختہ یقین ہے، مگر میں مشاہدہ کرنا چاہتا ہوں) اس لیے کہ میرے دل کو تسلی ہو جائے۔ فرمایا: چار پرندے لے لو اور انہیں اپنے ساتھ مانوس کر لو (انہیں ذبح کر کے ان کا قیمہ بنا لو اور سب کے گوشت کو ملا کر کے ان کے چار حصے کر کے چار) پہاڑوں پر ان کا ایک ایک حصہ رکھ دو اور پھر ان کو (جیسا ان کی زندگی میں پکارا کرتے تھے) اپنی طرف بلاؤ۔ وہ دوڑتے ہوئے تمہارے پاس آ جائیں گے اور جان لو کہ اللہ ذوالجلال زبردست

حکمت والا ہے۔'' ❶

چنانچہ آپ علیہ السلام نے ایسے ہی کیا اور ایک مرغابی، ایک مور، ایک کبوتر اور ایک مرغ لیے۔ انہیں اپنی آواز کے ساتھ ہلا لیا۔ جس پرندے کو جیسے آواز دیتے وہ دوڑتا آتا۔ جب خوب مانوس ہوگئے تو ان کے ساتھ ویسے ہی کیا جیسے کہ اوپر ذکر ہوا ہے۔ کیا دیکھتے ہیں کہ مرغ کو آواز دینے سے چاروں پہاڑوں پر پڑے گوشت میں سے اس کا اپنا حصہ اڑ کر چلا آ رہا ہے اور دیکھتے ہی دیکھتے سب کچھ جڑ جڑا کر مکمل مرغ بن گیا ہے۔ پھر چھوٹتے ہی اذانیں دینے لگا۔ اسی طرح مور، مرغابی اور کبوتر کو بلانے پر ہوا۔ تب آپ کا یقین، عین الیقین میں بدل کر ایمان باللہ مزید پختہ ہوگیا۔ ❷

جب کسی ملک، شہر اور بستی کے صالح لوگ اس نتیجے پر پہنچ جائیں کہ یہاں کے باشندے اب اصلاح کے قابل نہیں رہے اور وہاں سے ہجرت کا ارادہ کرلیں تو سمجھ لیجیے کہ اس قوم کی کم بختی آیا ہی چاہتی ہے۔ آزر کی دشمنی اپنے بیٹے ابراہیم علیہ السلام کے ساتھ نمرود سے کچھ کم نہ تھی۔ مگر بیٹے کے دل میں باپ کے لیے فطری محبت اور آخرت کے عذاب کا خوف اس کے لیے ہمیشہ دعا کرتے رہنے پر مجبور کرتے رہے۔ چونکہ اللہ کریم کی طرف سے بھی آزر کے حق میں صریحاً کوئی حکم نہ آیا تھا، اس لیے ابراہیم علیہ السلام نے ایک دن اپنے باپ سے کہا: ''باوا جان! آثار دکھائی دیتے ہیں کہ اہل بابل پر کچھ ہونے والا ہے۔ ہمیں جلد یہاں سے نکلنا ہے۔ لہٰذا کوچ کی تیاری کریں۔''

اسی طرح اپنے دوسرے ساتھیوں کو بھی خفیہ طور پر تیار رہنے کا حکم دے دیا۔ پھر جونہی اللہ ذوالجلال کی طرف سے آرڈر آیا رات کے اندھیرے میں چپکے سے ''بابل'' کو چھوڑا اور حران کی راہ لی۔

❀❀❀......❀❀❀

---

❶ سورۃ البقرہ آیت نمبر ۲۶۰.

❷ تفسیر ابن کثیر، روح المعانی، تفسیر الطبری واشرف الحواشی للشیخ عبدہ.

# اپنے وطن عراق و بابل سے ہجرت

آپ کے ساتھ جانے والوں میں آپ کا باپ تارخ، بھائی ناحور، اس کی بیوی ملکا، اپنی بیوی سارہ، بھتیجا لوط اور دوسرے مسلمان ساتھی تھے۔ ❶

ادھر ہجرت کی رات چھٹی اور ادھر صبح طلوع ہوئی تو حجت پوری کرنے کے لیے ایک فرشتہ انسانی شکل میں نمرود کے پاس آیا اور اسے تین بار اللہ پر ایمان لانے کی دعوت دی، مگر اس نے تینوں دفعہ انکار کر دیا۔ تب اس نے کہا کہ پھر اپنی فوجوں کو میدان میں اتارو میں اپنی فوج لے کر آتا ہوں۔ دن چڑھے تک نمرود اپنی تمام عساکر کھلے میدان میں لے آیا۔ ادھر اللہ ذوالجلال نے مکھیوں جتنا موٹا موٹا مچھر اتنی کثرت میں بھیج دیا کہ جیسے گھرے بادل ہوں۔ اس سے سورج چھپ گیا۔ مچھروں نے آتے ہی نمرود کی فوج پر حملہ کر دیا۔

فوج نے بہتیرے تیر، تلوار چلائے مگر بے سود، اِدھر اُدھر تتر بتر ہونے کی کوشش کی تو بھی بے کار، جہاں جاتے مچھروں کی ٹولیاں پیچھے ہوتیں۔ غروب آفتاب تک نمرود کو چھوڑ کر ساری فوج کو (کہ جو لاکھوں میں تھی) کھا گئے۔ انسانوں کی صرف ہڈیاں ہی بچیں۔ کیا گلیاں، بازار، گھر اور کیا کھیت کھلیان، سب انسانی ڈھانچوں سے اَٹے پڑے تھے۔ جدھر نظر پڑتی لاشیں ہی لاشیں نظر آتیں۔

اللہ کے حکم سے ایک مچھر ناک کے ذریعے نمرود کے دماغ میں جا بیٹھا اور تنگ کرنے لگا۔ اس نے ناک کو بہت جھاڑا چھنکا مگر بے سود، پھر اپنے سر کو تھپڑ اور گھونسے مارنے لگا کہ جس سے کچھ سکون ملتا۔ مگر جب لاکھوں جتن کر دیکھے اور مچھر باہر نہ آیا تو مستقل علاج کے طور پر ایک غلام کی ڈیوٹی لگا دی کہ اشارہ ملتے ہی وہ اس کے سر پر جوتے لگانا شروع کر دیتا۔ اور یہ سلسلہ تقریباً تین سو سال تک قائم رہا۔ اس دوران قوم نمرود پر کئی طرح کے عذاب آئے اور انہیں اپنے جرائم کی سزا خوب دی جاتی رہی۔ تب اللہ جبار و قہار نے آخرت کا سخت

❶ تاریخ ابن خلدن جلد دوم ص ٤١ والبدایہ والنہایہ جلد اول ص ١٤١.

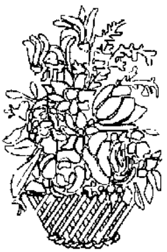
عذاب دینے کے لیے نمرود کو موت سے ہمکنار کیا۔ ❶

عزیز بچو! دیکھا آپ نے برائی کا انجام کتنا برا ہوا؟ اس تباہی و بربادی کا سبب صرف شرک تھا۔ یہ ایک ایسا جرم ہے کہ جسے اللہ پاک ہرگز معاف نہیں کرتا، باقی سب گناہ معاف کر دیتا ہے۔ ❷ الا یہ کہ شرک کرنے والا سچے دل سے تائب ہو جائے۔ گناہوں کی دنیا میں ''شراب'' اگر ام الخبائث ہے تو ''شرک'' ابوالجرائم۔ اس سے ہمیشہ بچ کر رہنا چاہیے۔

اللہ ذوالجلال فرماتے ہیں کہ ''ان لوگوں نے (یعنی نمرود اور اس کی قوم نے) ابراہیم علیہ السلام کا برا چاہا تھا مگر ہم نے انہی کو نقصان میں ڈال دیا'' (انہیں تباہ و برباد کر دیا) ❸ اللہ کی ناراضگی سے ہمیشہ پناہ مانگتے رہنا چاہیے۔

﴿رَبَّنَا لَا تُزِغْ قُلُوْبَنَا بَعْدَ إِذْ هَدَيْتَنَا وَ هَبْ لَنَا مِنْ لَّدُنْكَ رَحْمَةً إِنَّكَ أَنْتَ الْوَهَّابُ﴾ (آل عمران: ۸)

''اے ہمارے پروردگار جب تو نے ہمیں ہدایت بخشی ہے تو اس کے بعد ہمارے دلوں میں کجی نہ پیدا کر دینا اور ہمیں اپنے ہاں سے نعمت عطا فرما۔ تو بڑا عطا فرمانے والا ہے۔''



❶ البدایہ والنہایہ جلد اول ص ۱۴۰، ۱۴۱۔
❷ سورۃ النساء آیت نمبر ۱۱۶۔
❸ سورۃ الانبیاء آیت نمبر ۷۰۔

باب دوم:

# بابل سے ہجرت اور اسفار و قیام

حران، بابل سے شمال مغرب میں کم وبیش تین سو میل کے فاصلے پر واقع تھا۔ طوفان نوح کے بعد یہی وہ شہر تھا کہ جسے سب سے پہلے آباد کیا گیا۔ یہ شہر ایک بڑی شاہراہ پر واقع تھا کہ جو موصل، شام اور روم کو ملاتی تھی۔ ❶

سیدنا ابراہیم علیہ الصلوٰۃ والسلام اپنے اس مختصر سے قافلے کو ہمراہ لیے دریائے فرات کے ساتھ ساتھ سفر کرتے ہوئے کچھ دنوں کے بعد حران جا پہنچے اور شہر سے باہر ایک کھلی جگہ پر پڑاؤ ڈال دیا۔ اس دور میں یہاں کلشدانی آباد تھے کہ جو نمرودی سلطنت کے تابع تھے۔ آپ نے وہاں ایک عبادت گاہ تعمیر کی اور اپنے ساتھیوں سمیت اس میں عبادت و تعلیم کا سلسلہ جاری کر دیا۔ مگر باپ کے وہی لچھن رہے اور یہاں پہنچ کر بھی اپنی مشرکانہ حرکات سے باز نہ آیا۔

اہل حران بھی مشرک تھے۔ چاند، ستاروں اور سورج کی پوجا کیا کرتے تھے۔ وہ انہیں اپنے دیوتا تصور کرتے اور ان کی تصویریں بنا کر پوجتے تھے۔ آزر نے انہیں ان سیاروں کے بت بنا کر دیے کہ وہ تصویروں کی نسبت زیادہ حاجت روائی کر سکتے ہیں۔ ابراہیم علیہ السلام نے اسے ہر اچھے طریقے سے سمجھانے کی کوشش کی مگر وہ اپنے اس فعل سے باز نہ آیا۔ بلکہ بت پرستی کے پھیلانے میں اس نے رات دن ایک کر دیا۔ حالانکہ وہ اب ایک بڈھا کھوسٹ بن چکا تھا۔ ان دنوں اسے ایسی گمراہی سے باز آ جانا چاہیے تھا مگر وہ ایسا نہ کر سکا۔ بالآخر ایک دن سیدنا ابراہیم علیہ السلام پیغمبرانہ جلال سے گویا ہوئے:

﴿اَتَتَّخِذُ اَصْنَامًا اٰلِهَةً ۚ اِنِّیْٓ اَرٰىكَ وَقَوْمَكَ فِیْ ضَلٰلٍ مُّبِیْنٍ﴾ (الانعام: ٧٤)

"پاپا! کیا تم بتوں کو خدا مانتے ہو؟ بے شک میں تو تمہیں اور تمہاری (اس بت

---

❶ معجم البلدان للحموی المجلد الثانی ص ٢٣٥.

پرست) قوم کو صریح گمراہی میں دیکھتا ہوں۔"

تو وہ کہنے لگا: ابراہیم! تم نہیں جانتے، یہ مختلف حاجتوں کے دیوتا ہیں اور بہت سے اختیارات رکھتے ہیں۔ کیا ہم زھرہ، مریخ، مشتری اور زحل سے رات کو راہنمائی حاصل نہیں کرتے؟ ننار دیوتا (چاند) پھلوں میں رس نہیں بھرتا؟ کیا وہ ان کے مختلف ذائقے نہیں بناتا؟ اور کیا شماس دیوتا (سورج) ہماری فصلیں اور پھل نہیں پکاتا؟ ہم اس کی روشنی ہی کے سہارے تو زندہ ہیں۔ ممکن ہے تمہارا رب ان سب سے بڑا دیوتا ہو کہ جو ہمیں نظر نہیں آتا۔ مگر جنہیں میں نے گنوایا ہے وہ بھی "اصحاب اختیار" ہیں اور اپنی اپنی خاصیتیں رکھتے ہیں۔

ابراہیم علیہ السلام اس کی یاوہ گوئی سے سمجھ گئے کہ اس وقت اسے زبانی دلائل راہ راست پر نہ لاسکیں گے، لہٰذا خاموش ہو رہے اور بات کو کسی دوسرے موقع کے لیے موخر کر دیا۔ پھر چند دنوں بعد اللہ ذوالجلال نے آپ کو زمین وآسمان کی بادشاہی دکھا کر بصیرت کاملہ عطا فرمادی کہ آپ پختہ یقین والوں میں سے ہوگئے۔ ❶ تب آپ نے اپنے باپ سمیت اہل حران کے چیدہ چیدہ سرداروں اور پروہتوں کو ایک رات اکٹھا کیا اور فرمایا کہ آؤ! تمہیں بتاؤں حقیقت کیا ہے؟

سب سے پہلے اپنے باپ سے مخاطب ہوئے۔ فرمایا: "میرے نزدیک تو...... تم اور تمہاری قوم کھلی گمراہی میں مبتلا ہو" ❷ باپ کے جواب سے پہلے سب کے سب بیک زبان ہوکر بولے وہ کس طرح؟ آپ نے فرمایا: "تمام رات میرے ساتھ رہو۔ تمہاری گمراہی تم پر پورے دلائل سے ثابت کردوں گا۔" سب بالاتفاق آپ کے ساتھ رات گزارنے پر راضی ہوگئے۔ تب آپ انہیں اپنے ساتھ لے کر کھلے میدان میں نکل گئے۔ اور پھر آسمان پر سب سے زیادہ روشن ستارے کی طرف اشارہ کرتے ہوئے فرمایا: "کیا تم اسے اپنا دیوتا مانتے ہو؟" ...... وہ کہنے لگے: صرف اپنا ہی نہیں تمہارا بھی اسے اللہ مانتے ہیں۔

پوچھا: "کیا وہ میرا بھی پروردگار ہے؟" کہنے لگے: ہاں۔ کیونکہ اس سے ہمیں راستے کے تعین کا فائدہ پہنچتا ہے۔ یہ فائدہ دنیا کو ہزاروں سالوں سے پہنچتا چلا آرہا ہے۔ اور جس

❶ سورۃ الانعام آیت نمبر ٧٥. ❷ سورۃ الانعام آیت نمبر ٧٤.

سے کوئی فائدہ دائمی پہنچنے والا ہو وہ اللہ ہوتا ہے۔''

آپ نے فرمایا: ''بیوقوفو! اس کی تو اپنی ذات ہی نہیں ہے اور نہ اسے کسی جگہ قرار ہے۔ یہ تمہارا اللہ کیسے ہوسکتا ہے۔ کچھ دیر ٹھہرو، تمہیں حقیقت حال کا سارا علم ہو جائے گا۔ اور پھر چند گھنٹوں بعد جب وہ غروب ہوگیا تو پوچھا: بتاؤ اب کیا خیال ہے؟'' تب وہ بغلیں جھانکنے لگے۔ آپ نے واشگاف الفاظ میں فرمایا: ''میں ڈوب جانے والوں کو (خدائی صفات کے لیے) ہرگز پسند نہیں کرتا (اور نہ ہی وہ میرے خدا ہوسکتے ہیں۔)

پھر پردہ ظلمت چاک ہوا۔ اور چاند آیا کہ جو زھرہ سے بھی زیادہ روشن تھا۔ گھنٹہ بھر میں تمام عالم پر ٹھنڈی روشنی پھیل گئی اور پورا جہان منور ہوگیا۔ ہر سو سکوت اور سکون کا عالم تھا۔ ❶ اہل حران کہنے لگے: ''ابراہیم! یہ تو بہر صورت دیوتا ہے کیونکہ اس کی روشنی سے دلوں کو سکون اور پھلوں کو رس ملتا ہے'' آپ نے فرمایا: ''عقل کے اندھو! خدا تو وہ ہوتا ہے جو ہمیشہ موجود ہو۔ یہ چند گھنٹے پہلے کہاں تھا؟ کیا اسے میرا اللہ ہونا چاہیے؟ کیونکہ یہ پہلے والے سے ذرا بڑا ہے؟ خدا کے بندو! ذرا سوچو تو سہی، جو اپنی مرضی سے کہیں آ جا نہ سکتا ہو اور کسی دوسرے کے حکم کا تابع وہ وہ معبود کیسے ہوسکتا ہے؟

مگر سرادران قوم اور پروہتان وراہبین اپنی ضد پر قائم رہے۔ غیر مفہوم قسم کی باتیں کرنے لگے اور آپ کے ساتھ بحث ومباحثے میں الجھ گئے۔ گفتگو نے طول کھینچا اور طلوع صادق کا وقت آ پہنچا۔ آپ نے انہیں وہیں ٹھہرے رہنے کے لیے کہا اور یہ فرما کر کہ ''اگر میرے رب نے میرے راہنمائی نہ کی ہوتی تو میں بھی (تم سب کی طرح) گمراہ لوگوں میں

---

❶ سہانی نمودِ جہاں کی گھڑی تھی
تبسم فشاں زندگی کی کلی تھی

کہیں مہر کو تاجِ زر مل رہا تھا
عطا چاند کو چاندنی ہو رہی تھی

منظر جاں نواز ہے چاندنی رات کا عجب
خنکی ہے موج باد میں، دل میں ہے گرمی طرب

چاندنی کی سیر کو اے مہ چمن میں چل کے بیٹھ
چاندنی کے پیڑ کے نیچے بچھا کر چاندنی

چودھویں رات کا چاند آپ ہے ساماں اپنا
مطلب اس کو نہ پرن سے ہے نہ پروین سے ہے

شامل ہو گیا ہوتا" ❶ دریا کی جانب چل پڑے۔

دریا پر پہنچ کر غسل فرمایا اور اللہ کی عبادت میں لگ گئے۔ ماہتاب عالم کے طلوع ہونے کا وقت قریب تھا کہ واپس پلٹ آئے۔ ❷ اور پھر جب سورج طلوع ہوا تو ساری قوم اس کے سامنے سجدے میں گر گئی۔ کیونکہ وہ اسے اپنا سب سے بڑا دیوتا مانتے تھے۔ آپ نے انہیں بہتیرا منع کیا مگر وہ اپنی حرکتوں سے باز نہ آئے۔ کچھ دیر ماتھے رگڑنے کے بعد سجدے سے اٹھے اور خلیل اللہ سے گویا ہوئے: "ابراہیم! اسے اپنا دیوتا مان لو تمہارے سارے کام سنور جائیں گے۔ کیونکہ سارے جہان کی رونقیں اسی کے دم سے تو ہیں۔

"ابراہیم علیہ السلام نے جب سورج کو جھلکتے ہوئے دیکھا تو فرمایا: کیا یہ (بھی) میرا رب ہے؟ (کیونکہ تمہاری دلیل یہ ہے کہ) یہ سب سے بڑا ہے؟" اگر پروردگار عالم کی کھلی نشانیاں دیکھ کر بھی ایمان لانے والے نہیں ہو، تو واپس چلو تمہارے لیے باقی سب کچھ بے فائدہ ہے۔

چنانچہ سب کے سب بغیر کسی نتیجہ پر پہنچے واپس حران آ گئے۔ اور پھر آپ نے ان پر ایک اور بڑی دلیل ثابت کرنے کے لیے انہیں غروب آفتاب کے قریب بلوا بھیجا۔ سب کے سب پہنچ گئے اور جب سورج غروب ہو گیا تو آپ نے فرمایا: "بتاؤ! اب تمہارا دیوتا کہاں گیا؟" جنہیں دوام نہیں ہے تم انہیں پوجتے ہو؟ کہنے لگے: "ابراہیم! ہم انہیں ایک بڑے خدا کا معاون مانتے ہیں۔ فرمایا: تمہاری عقلیں کمزور اور تمہاری سوچیں حقیر ہیں۔ رب العالمین کو کسی مدد و معاون کی ضرورت نہیں۔ اور یاد رکھو! آج کے بعد "میں ان سب سے بیزار ہوں کہ جنہیں تم اللہ کے شریک ٹھہراتے ہو۔ میں نے تم سب سے منہ موڑ کر اپنے آپ کو اس

---

❶ اوپر والی ساری گفتگو سورۃ الانعام آیت نمبر ۷۴ تا ۷۷ کا مفہوم ادا کرتی ہے کہ جس کی ترتیب میں تفسیر ابن کثیر، البدایہ والنہایہ و ترجمان القرآن مولانا آزاد سے مدد لی گئی ہے۔

❷ مہ عارض تجھے کروٹ میں بدلتے دیکھا — چاند کو ڈوبتے سورج کو نکلتے دیکھا
اُجالا جب ہوا رخصت جبیں شب کی افشاں کا — نسیم زندگی پیغام لائی صبح خنداں کا
جگایا بلبل رنگیں نوا کو آشیانے میں — کنارے کھیت کے شانہ ہلایا اس نے دہقاں کا

ذات کی طرف متوجہ کرلیا ہے کہ جس سے زمین وآسمان (اور ان کے درمیان جو کچھ ہے سب) کو پیدا فرمایا ہے اور میں شرک کرنے والوں میں سے ہرگز نہیں ہوں۔''

یہ ساری گفتگو آپ نے پیغمبرانہ جلالی شان سے فرمائی تو وہ قوم آپ سے جھگڑا کرنے لگی۔ آپ نے فرمایا: ''کیا تم مجھ سے میرے اس اللہ کے بارے میں جھگڑتے ہو کہ جس نے مجھے ہدایت نصیب فرمائی ہے؟ (اور تم بے وقوفوں کی طرح مجھ سے بے دلیل جھگڑا کرنے لگے ہو؟) میری اور تمہاری طرح یہ چاند، سورج اور ستارے بھی ایک ہی رب کی مخلوق ہیں اور اس کے حکم کے تابع ہیں۔ یہ نہ کسی کو نفع دے سکتے ہیں اور نہ نقصان۔ جاہلو! ان کی عبادت ترک کردو اور ایک اللہ کو اپنا خالق و مالک اور معبود مان لو۔ اسی میں تمہاری بہتری ہے۔''

تو وہ کہنے لگے ہم نے صدیوں سے اپنے آباؤ اجداد کو اسی طرح ان کی پوجا کرتے پایا ہے۔ تم ہمیں گمراہ کرنا چاہتے ہو اور ان کی پوجا سے ہمیں ہٹانا چاہتے ہو۔ اگر یہ دیوتا ناراض ہو گئے تو تمہیں خاک میں ملا دیں گے۔ جاؤ! ہم تمہارے خدا کو ہرگز نہیں مانتے اور ہمیں ہماری حالت پر چھوڑ دو۔

تب آپ نے ان کے اسی لہجے میں جواب دیا: ''میں تمہارے ٹھہرائے ہوئے شریکوں سے ہرگز نہیں ڈرتا۔ ہاں میرا رب کچھ چاہے تو وہ ضرور ہو سکتا ہے۔ میرے رب کا علم ہر چیز پر چھایا ہوا ہے۔ کیا (اب بھی) تم ہوش میں نہ آؤ گے؟ اور آخر میں تمہارے ٹھہرائے ہوئے شریکوں سے کیسے ڈروں؟ جب کہ تم اللہ کے ساتھ ان چیزوں کو خدائی میں حصے دار بناتے نہیں ڈرتے جن کے لیے اس نے تم پر کوئی سند نازل نہیں کی؟ ہم دونوں فریقوں میں سے کون زیادہ بے خوفی اور اطمینان کا مستحق ہے؟ اگر تم کچھ علم رکھتے ہو تو بتاؤ؟ درحقیقت امن تو انہی کے لیے ہے اور راہ راست پر بھی وہی لوگ ہیں جو اللہ پر ایمان لائے اور جنہوں نے اپنے ایمان کو شرک کے ساتھ آلودہ نہیں کیا۔'' [1]

---

[1] اوپر والی ساری عبارت سورۃ الانعام کی آیت نمبر ۷۸ تا ۸۲ کا مفہوم ادا کرتی ہے کہ جسے ہم نے تفہیم القرآن اور اشرف الحواشی سے مرتب کیا ہے۔

حران کے روساء اور دین کے ٹھیکے دار اللہ کے خلیل سے اس طرح جھگڑا کرتے ہوئے حق بات کو تسلیم کیے بغیر اپنے گھروں کو چل کھڑے ہوئے اور اسے اس حالت پر چھوڑ دیا۔ اہل حران اپنی دیویوں اور دیوتاؤں کی دھمکیاں تو ابراہیم علیہ السلام کو ضرور دیتے رہے مگر خود کوئی قدم اٹھانے کی جرأت نہ کر سکے۔ کیونکہ انہیں بابل میں پیش آنے والے واقعات کی خبر ہو چکی تھی۔ دوسری طرف اللہ کا خلیل علیہ السلام انہیں اللہ اور اس کی وحدانیت کی طرف مسلسل دعوت دیتا رہا۔ پھر یہ کہ اس معاملہ میں آپ کا بھتیجا لوط اور بیوی سارہ بھی آپ کے مدد معاون رہے۔ مگر اپنی سیاہ کاریوں کی وجہ سے جن کے دلوں پر اللہ نے مہریں لگا دی ہوں ان کی مثال اقبال کے اس قول کے مانند ہو جایا کرتی ہے ؎

پھول کی پتی سے کٹ سکتا ہے ہیرے کا جگر
مرد ناداں پہ کلام نرم و نازک بے اثر

زیر مطالعہ موضوع کے ضمن میں اللہ رب العالمین کا ایک فرمانِ گرامی مشرکین کے لیے کس قدر عظیم بُرہان ہے، فرمایا:

﴿إِنَّ رَبَّكُمُ اللَّهُ الَّذِي خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَ الْأَرْضَ فِي سِتَّةِ أَيَّامٍ ثُمَّ اسْتَوٰى عَلَى الْعَرْشِ ط يُغْشِي الَّيْلَ النَّهَارَ يَطْلُبُهُ حَثِيثًا وَّ الشَّمْسَ وَ الْقَمَرَ وَ النُّجُومَ مُسَخَّرٰتٍ بِأَمْرِهِ ط أَلَا لَهُ الْخَلْقُ وَ الْأَمْرُ تَبٰرَكَ اللَّهُ رَبُّ الْعٰلَمِينَ٥﴾

(الاعراف: ٥٤)

''بے شک تمھارا رب اللہ ہے، جس نے آسمانوں اور زمین کو چھ دن میں پیدا کیا، پھر وہ عرش پر بلند ہوا، رات کو دن پر اوڑھا دیتا ہے، جو تیز چلتا ہوا اس کے پیچھے چلا آتا ہے اور سورج اور چاند اور ستارے (پیدا کیے) اس حال میں کہ اس کے حکم سے تابع کیے ہوئے ہیں، سن لو! پیدا کرنا اور حکم دینا اسی کا کام ہے، بہت برکت والا ہے اللہ جو سارے جہانوں کا رب ہے۔''

# فلسطین ومصر کا سفر

مہینے اور سال اسی کشمکش میں گزرتے رہے۔ ابراہیم علیہ السلام اپنا فریضہ پوری تندہی سے سرانجام دیتے رہے۔ آزر اپنی ہٹ دھرمی پر قائم رہا اور اہل حران اپنی ضد پر قائم، کہ ایک دن آپ کا باپ (آزر) تارخ بن ناحور ۲۰۵ سال کی عمر میں اسی مشرکانہ حالت پر موت کی آغوش میں چلا گیا۔

حافظ ابن کثیر رحمہ اللہ نے سورۃ التوبہ کی آیت نمبر ۱۱۴، سورۃ مریم کی آیت نمبر ۴۷ اور سورہ ابراہیم کی آیت نمبر ۴۱ کی تفسیر میں لکھا ہے کہ ابراہیم علیہ السلام اپنے باپ سے وعدے کے مطابق، شام کی ہجرت، مسجد حرام کی تعمیر اور اسماعیل واسحاق علیہما السلام کی پیدائش کے بعد بھی اس کے لیے اللہ سے مغفرت کی دعا مانگتے رہے حتیٰ کہ اللہ ذوالجلال نے منع فرما دیا۔

عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ ابراہیم علیہ السلام باپ کے مرنے تک اس کے لیے استغفار کرتے رہے اور مر جانے کے بعد جب معلوم ہوا کہ وہ اللہ کا دشمن تھا تو دست برداری اختیار کر لی۔

سعید بن جبیر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ قیامت کے روز ابراہیم جب باپ سے ملیں گے تو اس سے دست بردار رہیں گے۔ (یعنی سورۃ التوبہ کی آیت نمبر ۱۱۴ کے الفاظ ﴿فَلَمَّا تَبَيَّنَ لَهُ أَنَّهُ عَدُوٌّ لِّلَّهِ تَبَرَّأَ مِنْهُ﴾ کا مطلب یہ ہے کہ جب قیامت کے دن انہیں معلوم پڑے گا کہ وہ تو اللہ کا دشمن تھا۔ تو اس سے دست بردار رہیں گے) باپ بدحواس اور پریشان ہوگا۔ کہے گا: ابراہیم! میں نے دنیا میں تیری بات نہیں سنی، لیکن آج تجھ سے اختلاف نہ کروں گا۔ تو ابراہیم علیہ السلام اللہ تعالیٰ سے عرض کریں گے: ''اے میرے رب! کیا تو نے مجھ سے وعدہ نہیں کیا تھا کہ قیامت کے روز تو مجھے رسوا نہ کرے گا؟ ❶ پس آج کے روز اس سے بڑھ کر اور کون سی رسوائی ہو سکتی ہے کہ میرا باپ جہنم میں جائے؟ تو اللہ ذوالجلال فرمائے گا: ''میں نے جنت کو کافروں پر حرام کر رکھا ہے۔''

❶ سورۃ الشعراء کی آیت نمبر ۸۶ اور ۸۷ کا مفہوم۔

پھر ابراہیم علیہ السلام سے کہا جائے گا کہ اپنے قدموں کے نیچے تو دیکھو! جب دیکھیں گے تو ایک نیم جان بجو لتھڑا پڑا ہے۔ پھر اسے ٹانگوں سے گھسیٹ کر دوزخ میں پھینک دیا جائے گا۔ یوں اللہ کریم اپنے خلیل علیہ السلام کو محشر کے دن رسوائی سے بچالیں گے۔ ❶

سیدنا ابراہیم علیہ السلام نے حران میں ۲۵ سال گزار دیے مگر وہاں کے رہنے والوں کی حالت سدھر نہ سکی۔ چنانچہ اللہ ذوالجلال کے حکم سے آپ نے انہیں ان کی حالت پر چھوڑا اور ملک شام کی راہ لی۔

آپ کے بھائی ناحور نے یہاں حران میں کاروبار کافی وسیع کرلیا تھا اور ملکاہ سے اس کی اولاد بھی ہو رہی تھی۔ لہٰذا وہ اس شہر کو چھوڑنے پر راضی نہ ہوا اور یہیں پر رہ گیا۔

ملک شام ایک وسیع وعریض خطے پر مشتمل ہے کہ جس میں ارض فلسطین بھی شامل ہے۔ اس دور میں یہاں کنعانی آباد تھے۔ آپ اپنی بیوی سارہ، بھتیجے لوط اور دوسرے کچھ مسلمانوں کو ساتھ لیے ارض فلسطین میں جا پہنچے۔

جہاں آج کل بیت المقدس (مسجد اقصیٰ) آباد ہے وہاں اس دور میں کچھ بھی نہ تھا۔ آپ نے اس گھر کی مشرقی جانب (کہ جسے بعد میں تعمیر کیا گیا تھا) ایک جگہ کو اپنا مسکن بنالیا۔ جب آپ یہاں پہنچے تو عمر ۶۵ سال کی ہو چکی تھی۔ ❷

حضرت ابراہیم علیہ السلام نے اپنی گزران کے لیے بھیڑ بکریاں رکھ لیں۔ اللہ نے ان میں اتنی برکت دی کہ وہ بہت سے گلے بن گئے۔ امساک بارش سے وہ سرسبز میدان کہ جہاں ان کے گلے رہتے اور کھاتے پیتے تھے، جب کف دست کی مانند بیابان بن گئے تو اللہ کے حکم سے آپ نے ڈھور ڈنگر سمیت اپنے اہل خانہ کو ساتھ لیا اور مصر کی طرف کوچ کر گئے۔ ❸

اس دور میں یہاں (مصر میں) فراعنہ اولیٰ میں سے سنان بن علوان حاکم تھا۔ ❹

---

❶ تفصیل کے لیے دیکھیے: صحیح البخاری، کتاب الانبیاء، حدیث: ۳۳۵۰.

❷ تفسیر روح المعانی جلد ۱۹ ص ۱۵۲، تاریخ ابن خلدون جلد دوم ص ۴۱.

❸ البدایہ والنہایہ جلد اول ص ۱۴۲ ورحمتہ اللعالمین جلد اول ص ۲۵.

❹ البدایہ والنہایہ جلد اول ص ۱۴۳ وتاریخ ابن خلدون جلد دوم ص ۴۱. قاضی سلیمان منصور پوری رحمہ اللہ نے اپنی کتاب رحمۃ للعالمین کی جلد اول میں لکھا ہے کہ وہ دراصل بابل کا ہی باشندہ تھا۔ ممکن ہے مصر جاتے ہوئے حضرت ابراہیم علیہ السلام نے ہم وطنی کے رشتہ کو وجہ تعارف خیال کرلیا ہو۔

(جو سام بن نوح علیہ السلام کی اولاد میں سے تھا) اور بعض مورخین نے اس کا نام رقیون لکھا ہے، جو انتہائی بدقماش قسم کا انسان تھا۔ اس کے درباریوں میں سے کسی نے اسے اطلاع دی کہ یہاں (بابل والوں کا) ایک قافلہ آ کر ٹھہرا ہے کہ جس کے ساتھ ایک نہایت خوبصورت عورت ہے۔ تو اس نے حکم دیا کہ اس بی بی کو میرے پاس پکڑ کر لاؤ۔

قاصد نے آ کر پوچھا: آپ کا نام کیا ہے؟

فرمایا ''ابراہیم''

''تمہارے ساتھ کون ہے؟''

(آپ نے خیال کیا کہ اگر اپنی بیوی کہہ دیا تو کہیں وہ قتل ہی نہ کروا دے لہٰذا) فرمایا کہ ''میری بہن ہے'' ❶

اس نے کہا: ''بادشاہ سلامت نے انہیں اپنے دربار میں بلوایا ہے''

آپ اندر گئے اور بیوی سے کہا: ''سارہ! دیکھو! اس وقت اس سرزمین میں میرے اور تیرے سوا کوئی مسلمان نہیں ہے۔ بادشاہ کی طرف سے تمہیں بلانے کے لیے ایک قاصد آیا ہے۔ میں نے اس کے سامنے تمہیں اپنی بہن ظاہر کیا ہے، کیونکہ عافیت اس میں تھی۔ اگر وہ تم سے پوچھے تو مجھے جھوٹا نہ کر دینا۔

بیوی نے ہاں کہی اور قاصد کے ساتھ چل پڑی۔ ادھر ابراہیم علیہ السلام مصلی پر جا کھڑے ہوئے اور اللہ کی حمد وثنا کے بعد سارہ کے لیے تعفیت و تعصیم کی دعا مانگنے لگے۔

بادشاہ کو، سارہ کے پہنچنے کی اطلاع دی گئی۔ اس نے بلوا بھیجا اور کہا کہ: ''اسے بنا سنوار کر میرے سامنے پیش کرو۔''

چنانچہ حضرت سارہ جب بادشاہ کے سامنے آئیں تو وہ آپ کو دیکھ کر مبہوت رہ گیا اور پھر انہیں تخلیہ میں لے گیا۔ آگے بڑھنے کی کوشش کی تو اللہ ذوالجلال نے اس کے ہاتھوں کو شل کر دیا اور اس پر رعشہ طاری ہو گیا۔ وہ جان گیا کہ یہ کوئی معمولی عورت نہیں ہے اس کا کوئی

❶ الکامل لابن اثیر جلد اول ص ۵۷ وتاریخ طبری جلد اول ص ۱۲۵.

خاص معاملہ ہے۔

گڑگڑا کر التجا کرنے لگا کہ: ''میرے لیے دعا کریں۔ اگر میں درست ہوگیا تو آپ پر بالکل دست درازی نہ کروں گا، بلکہ اچھا سلوک کروں گا اور آپ کو چھوڑ دوں گا۔'' چنانچہ سیدہ سارہ رضی اللہ عنہا نے دعا کی: اور وہ چھوڑ دیا گیا۔ لیکن پھر دوسری مرتبہ اس نے ہاتھ بڑھایا اور اس مرتبہ بھی اسی طرح پکڑ لیا گیا۔ بلکہ اس سے بھی زیادہ سخت۔ وہ پھر کہنے لگا کہ اللہ سے میرے لیے دُعا کرو، میں اب تمہیں کوئی نقصان نہیں پہنچاؤں گا۔ سیّدہ سارہ رضی اللہ عنہا نے دُعا کی اور وہ چھوڑ دیا گیا۔ اللہ نے دعا قبول فرمائی اور اسے درست کر دیا۔

فرعون نے سیدہ سارہ رضی اللہ عنہا کو بہت عظیم جانا اور پھر کچھ دیر غور وفکر کرنے کے بعد اپنی بیٹی ھاجرہ کو بلوایا اور اسے ان کے سپرد کرتے ہوئے کہا: کہ اسے اپنے ساتھ لے جائیں تاکہ ساری عمر یہ آپ کی خدمت کر سکے۔

آپ اسے ساتھ لیے واپس ابراہیم علیہ السلام کے پاس آگئیں۔ ابراہیم ابھی تک نماز کی حالت میں ہی تھے۔ جب قدموں کی آواز سنی تو نماز کو مختصراً کیا اور فارغ ہوکر پوچھا: ''ہاں! کیا ہوا؟''

تو سیدہ سارہ رضی اللہ عنہا نے سارا قصہ بیان کیا اور کہا کہ اللہ ذوالجلال نے کافر کی سازش کو ناکام کیا اور ہمیں سرخرو فرمایا اور دیکھو! اس نے اپنی بیٹی کو ہماری خدمت میں دے دیا ہے۔

ابراہیم علیہ السلام بہت خوش ہوئے اور اللہ کی حمد بیان کی [1]

اب اس ڈر سے کہ فرعون مصر کہیں پھر نہ کوئی زیادتی کر بیٹھے [2] ھاجرہ اور سارہ کو ساتھ لیے آپ نے وہاں سے واپسی کا سفر اختیار کر لیا۔ چلتے چلتے ارض فلسطین میں ''السبع'' [3] کے مقام پر آ ٹھہرے، جو صحرائے شام کے جنوب میں واقع تھا۔ ادھر لوط علیہ السلام (کہ جنہیں

---

[1] البدایہ والنہایہ جلد اول ص ۱۴۳ وتاریخ الطبری جلد اول ص ۱۲٦ وصحیح البخاری کتاب الانبیاء، حدیث: ۳۳۵۸۔ صحیح مسلم، حدیث: ٦۱۴۵۔

[2] الکامل لابن اثیر جلد اول ص ۵۸۔ [3] الطبری جلد اول ص ۱۲۷۔

آپ فلسطین میں دعوت و تبلیغ کے لیے پیچھے چھوڑ گئے تھے) کو جب آپ کی واپسی کی خبر ہوئی تو وہ بھی آپ سے آن ملے۔

کچھ ہی عرصہ وہاں اکٹھے گزارا تھا کہ ان کے مال مویشی میں اللہ نے برکت ڈالی اور ان پر وہاں کی زمین تنگ پڑ گئی۔ تب آپ علیہ السلام کو اللہ کے حکم سے فلسطین کے علاقہ "موتفکہ" کے شہر "سذوم" اور اس کے ارد گرد کی بستیوں کی طرف (کہ جو غدور صقر، کے نام سے مشہور تھیں) دعوت و تبلیغ کے لیے بھیج دیا۔ ❶ یہ شہر "السبع" سے ایک رات اور ایک دن کی مسافت پر تھا۔ وہاں پہنچنے پر اللہ کریم نے انہیں نبوت عطا فرمائی۔ ❷

سیدنا ابراہیم علیہ السلام نے "السبع" میں ایک کنواں کھدوایا اور ایک مسجد بھی بنوائی۔ اللہ کے دین کی دعوت کا کام یہاں بھی جاری رہا۔ مگر بہت کم لوگ آپ پر ایمان لائے۔ کنویں کا پانی میٹھا، ٹھنڈا، مگر بہت کم تھا کہ جس سے آپ کے مال مویشی بڑی مشکل سے گزارا کرتے تھے۔ اہل "السبع" نے اس کنویں کے اندر گندگی پھینکنا شروع کر دی تب آپ نے اپنے مال مویشی اور اہل خانہ کو ساتھ لیا اور وہاں سے کوچ کر گئے۔ چلتے چلتے آپ علیہ السلام ارض فلسطین میں "ایلیا اور رملہ" کے درمیان آ پہنچے۔ یہاں آپ علیہ السلام نے مقام "حبرون" ❸ پر قیام فرمایا۔ بعد میں اس کا نام "الخلیل" پڑ گیا۔

"السبع" سے آپ کے سفر کر جانے کے بعد اس کنویں کا پانی ختم ہو گیا۔ تب وہاں کے رہنے والوں کو ہوش آیا کہ ہم نے ایک صالح گھرانے کو اذیت پہنچائی اور یہ دن دیکھنا پڑے۔ وہ آپ کے پیچھے دوڑے کہ آپ سے معافی مانگ کر آپ کو واپس "السبع" لے آئیں۔ کافی تگ و دو کے بعد بالآخر انہوں نے آپ کو پا ہی لیا اور پھر عرض گزار بھی ہوئے۔ مگر خلیل اللہ نے واپس جانے سے انکار کر دیا اور فرمایا کہ: "اللہ کے پیغمبر جس جگہ سے ایک بار ہجرت

---

❶ تاریخ ابن خلدن جلد دوم ص ٤١۔

❷ تاریخ الطبری جلد اول ص ١٢٧ والبدایہ والنھایہ جلد اول ص ١٤٤۔

❸ ابن خلدون نے "جیرون" اور الطبری نے "قط" لکھا ہے۔

کر جائیں دوبارہ وہاں جا کر آباد نہیں ہوتے۔ البتہ تمہارے کنویں کا علاج تمہیں بتلائے دیتا ہوں۔ ان شاء اللہ دوبارہ جاری ہو جائے گا۔"

پھر انہیں ساتھ لیا اور بکریوں کے ریوڑ میں سے سات بکریاں دیتے ہوئے فرمایا:
"انہیں اپنے ساتھ لے جاؤ۔ یہ تمہارے ریوڑ کے ساتھ مل کر چرتی چگتی رہیں۔ جب انہیں پانی پلانا ہو تو سب بکریوں کو کنویں پر لے آنا۔ پانی جاری ہو جائے گا۔ اور پھر جب تک ایسا کرتے رہو گے کنواں جاری رہے گا۔ پانی، خود بھی استعمال کرو اور اپنے مال مویشیوں کو بھی پلاؤ۔ ہاں! ایک چیز کا خیال رہے۔ کسی حیض والی عورت کو اس کنویں سے پانی نہ لینے دینا ورنہ وہ سوکھ جائے گا۔"

چنانچہ وہ لوگ ان بکریوں کو ساتھ لیے واپس "السبع" آ گئے۔ اپنے ریوڑ سمیت ان بکریوں کو پانی پلانے کے لیے جب انہیں کنویں پر لے گئے تو اس کا صاف ستھرا، نتھرا اور میٹھا پانی اوپر چڑھ آیا۔ انہوں نے سب مال مویشیوں کو سیر ہو کر پانی پلایا اور خود بھی استعمال میں لائے۔ یہ معاملہ ایک لمبے عرصہ تک اسی طرح رہا، حتیٰ کہ ایک دن ایک حائضہ عورت نے آ کر اس پانی کو نجس کر دیا۔ دیکھتے ہی دیکھتے پانی اپنی پہلی حالت پر واپس چلا گیا اور کنواں سوکھ گیا۔ ❶

# مستقل قیام

یہی "الخلیل" آپ کی آخری قیام گاہ تھی کہ جہاں آپ نے اپنی باقی زندگی گزاری۔ جب آپ یہاں پہنچے تو عمر مبارک (تقریباً) ۷۸ سال ہو چکی تھی۔ یہ مقام آج کل "الخلیل" نام کے ایک شہر سے معروف ہے کہ جو خلیل اللہ (ابراہیم علیہ السلام) کی نسبت کی وجہ سے مشہور ہوا۔ یہ شہر فلسطین کے جنوب میں واقع ہے۔ "حبری، حبرون اور مسجد ابراهیم" کے ناموں سے بھی جانا جاتا ہے۔ یہ نیا شہر سات بڑی آبادیوں پر مشتمل ہے کہ

❶ الطبری جلد اول ص ۱۲۷ والکامل لابن اثیر جلد اول ص ۵۸۔

جن کے نام اس طرح سے ہیں: (١) حارة الشیخ (٢) حارة باب الزاویه (٣) حارة القزازین (٤) حارة العقابی (٥) حارة الحرم (٦) حارة المشارکه اور (٧) حارة القیطون۔

"مدینه الخلیل" وادی الخلیل میں واقع ہے جو خاکستری رنگ کے چھوٹے ٹیلوں پر واقع پرانے شہر اور جنوب مغرب میں نہر ابو رمان اور شمال مشرق میں جبل جعابرہ کے درمیان واقع ہے۔ "الخلیل" کی تمام عمارتوں میں سے "الحرم" زیادہ معروف ہے۔ ❶

اور پھر اللہ ذوالجلال نے اپنے خلیل کو حکم دیا کہ اونچی جگہ پر کھڑے ہو کر چاروں اطراف میں اپنی نظر دوڑائیں۔ جہاں تک ان کی نظر پہنچے گی وہ زمین ان کی ملکیت ہو جائے گی۔ اور یہ بھی فرمایا کہ: ''میں تمہاری اولاد میں اتنی برکت دوں گا کہ وہ زمین کی کنکریوں کے برابر ہو جائے گی۔'' ❷ یہ بشارت آج تک امت محمدیہ میں جاری وساری ہے۔ اور اس بشارت کی تائید اللہ کے آخری رسول نبیّنا محمد بن عبدالله القرشی الهاشمی علیہ الصلوٰۃ والسلام کے اس فرمان میں بھی ہوتی ہے کہ جس میں آپ نے فرمایا تھا:

(( اِنَّ اللّٰهَ زَوٰی لِیَ الْاَرْضَ فَرَأَیْتُ مَشَارِقَهَا وَمَغَارِبَهَا وَسَیَبْلُغُ مُلْكَ أُمَّتِیْ مَا زُوِیَ لِیْ مِنْهَا . ))

''اللہ نے میرے لیے زمین کو سکیڑ دیا اور میں نے اس کے مشارق و مغارب کو دیکھ لیا۔ تو اس میں سے جتنا حصہ میرے لیے سکیڑ دیا گیا وہاں تک میری امت کی حکومت پہنچ جائے گی۔'' ❸

پھر ان کے مال میں اللہ نے اتنی برکت دی کہ ارض کنعان ان پر تنگ پڑ گئی۔ انہیں پورے علاقے کی بادشاہی بھی عطا فرما دی۔ لوگ کثرت سے دین ابراہیمی اختیار کرنے لگے۔

---

❶ دائرة المعارف الاسلامیه۔ مطبوعه دارالفکر بالبیروت جلد نمبر ٨ ص ٤٣٣، ٤٣٤.

❷ (١) البدایه والنهایه جلد اول ص ١٤٤ (٢) تاریخ ابن خلدون جلد نمبر دوم ص ٤٢

(٣) Holy bible-Genesis, Chapter ١٣، p-٩.

❸ البدایه والنهایه جلد اول ص ١٤٤ ـ صحیح مسلم، کتاب الفتن، حدیث : ٧٢٥٨.

# دنیا جہان کی امامت

اب تلک آپ نے خلیل اللہ کی حیات طیبہ کے ۸۰ سالوں کا بالاختصار مطالعہ کر لیا ہے۔ جس سے آپ نے اندازہ لگایا ہوگا کہ: اللہ ذوالجلال سے محبت اور اس کی اطاعت و فرمانبرداری میں وارفتگی و جلدی ان کی زندگی کا شعار تھا۔ انہی دنوں رب جلیل کی طرف کی طرف سے حکم آیا: ''میرے دوست! میں تیرے بہت سارے اعمال کو آنے والوں کے لیے سنت بنانا چاہتا ہوں اور ان میں سے ایک یہ ہے کہ تو اپنا ختنہ کر ڈال تاکہ آج کے بعد اس فعل کو فطری اعمال میں شامل کر دیا جائے۔''

آپ علیہ السلام نے آؤ دیکھا نہ تاؤ جلدی سے کوئی آلہ تلاش کرنے لگے۔ اور تو کچھ ہاتھ نہ آیا، ایک بسولہ کسی کونے کھدرے میں پڑا ہوا پایا، وہی اٹھایا اور جلدی سے اپنا ختنہ کر ڈالا۔ ایک تو اوزار کند تھا، دوسرا تجربہ نہ تھا۔ جب خون کافی بہہ گیا اور تکلیف ہوئی تو،...... سی سی،...... کرنے لگے۔

اللہ نے جبریل کو بھیجا اور کہا کہ ''ہمارے دوسرے حکم کا انتظار تو کرتے، تمہیں آلہ بھی بتا دیتے۔'' خلیل اللہ کہنے لگے: ((يَـا رَبِّ كَرِهْتُ اَنْ اُوَخِّرَ اَمْرَكَ .)) ''میرے مالک! مجھے یہ بات اچھی نہیں لگتی کہ میں تیرے حکم کو لیٹ کروں۔'' اور پھر اس عمل کو دین اسلام میں ہمیشہ ہمیشہ کے لیے داخل کر دیا گیا۔ ❶

علاوہ ازیں آپ علیہ السلام کے بہت سارے اعمال کو بھی اللہ ذوالجلال نے تا قیامت دین کا جزء بنا دیا۔ جیسا کہ صحیح مسلم میں ام المؤمنین سیّدہ عائشہ اور حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''دس چیزیں فطرت میں شامل ہیں۔ (۱) مونچھیں کٹوانا۔ (۲) ڈاڑھی کا کھلا چھوڑ دینا۔ (۳) مسواک کرنا۔ (۴) وضو کرتے وقت ناک میں پانی

---

❶ فتح الباری جلد اول ٦ ص ٣٩٠۔ صحیح البخاری: ٦٢٩٨۔ صحیح مسلم: ٦١٤١۔ مسند احمد: ٢/ ٤١٨.

چڑھانا۔ (۵) ناخن تراشنا۔ (۶) زیر ناف بالوں کا مونڈنا۔ (۷) بغلوں کے بال اکھاڑنا۔ (۸) ختنہ کرنا۔ (۹) کلی کرنا۔ (۱۰) پانی کے ساتھ استنجا کرنا۔ ❶

اسی طرح مہمان نوازی...... بیت اللہ الحرام، عرفات، منیٰ، مزدلفہ اور صفا ومروہ میں حج کے مناسک ادا کرنا...... قربانی کرنا، بے حیائی کے کاموں سے منع کرنا، نیکی کا حکم دینا، بتوں کا توڑنا، جادو ٹونے اور کہانت کا انکار، صبح وشام اللہ کا ذکر (پانچ نمازوں اور تسبیحات کے ساتھ) اللہ کی مساجد کا تعمیر کرنا، اللہ کی راہ میں مال اور جان کے ساتھ جہاد کرنا اور اللہ کی خاطر ہجرت کرنا۔ یہ سارے اعمال صالحہ سیدنا ابراہیم علیہ الصلوٰۃ والسلام کی سنتیں ہیں۔ جو آپ نے پہلی بار کیں اور پھر انہیں قیامت تک آنے والوں کے لیے نجات کا ذریعہ بنا دیا گیا۔ دراصل یہ ساری باتیں آزمائشی اعمال اور تقرب الی اللہ کے وسائل تھے کہ جن پر آپ انتہائی بردباری کے ساتھ عمل کرتے اور انہیں استعمال میں لاتے چلے گئے۔

اللہ ذوالجلال نے اپنی آخری اور تا قیامت محفوظ کتاب، قرآن حکیم میں اپنی گواہی کو ہمیشہ ہمیشہ کے لیے درج فرما دیا کہ خلیل اللہ نے ان آزمائشوں کو پورا کر دکھایا۔ اور پھر اللہ کریم نے فیصلہ فرما دیا کہ: اے ابراہیم!

﴿اِنِّيْ جَاعِلُكَ لِلنَّاسِ اِمَامًا ؕ﴾ (البقرہ : ۱۲۴)

''میں تمہیں لوگوں کا راہنما بناؤں گا۔''

حتیٰ کہ اپنے حبیب، سید الاولین والآخرین حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو بھی ان کی اطاعت وپیروی کا حکم دے دیا۔ ❷

## اہل سدوم پر چڑھائی

جیسا کہ آپ اوپر پڑھ چکے ہیں۔ حضرت لوط کو جناب ابراہیم علیہ السلام نے اللہ کے حکم سے اہل سذوم کی طرف بھیجا تھا کہ وہ ان میں رہیں اور دعوت واصلاح کا کام کریں۔ کیونکہ اس

---

❶ صحيح مسلم، كتاب الطهارة، حديث : ٦٠٤.

❷ سورة النحل آيت نمبر ۱۲۰ تا ۱۲۳ کے تحت تفسیر ابن کثیر اور جلد اول ص ۱۷۰ تا ۱۷۲ پڑھیں۔

علاقے کے لوگ انتہائی فحش قسم کی عادات کے رسیا تھے اور اللہ کی کھلی بغاوت پر اترے ہوئے تھے۔ کچھ عرصہ بعد اطلاع ملی کہ مغرور اور سرکش قسم کے لوگوں کی ایک فوج نے لوط علیہ السلام کے مال مویشیوں پر قبضہ کر کے انہیں گرفتار کر لیا گیا ہے۔ چنانچہ ابراہیم علیہ السلام نے تین سو اٹھارہ مجاہدین جرار کا ایک لشکر تیار کیا اور ان کی مدد کے لیے پہنچ گئے۔ فریقین میں گھمسان کا رن پڑا۔ اور اللہ ذوالجلال نے بالآخر اپنے خلیل کو کامیابی عطا فرمائی۔ اپنے اور اپنے نبی کے دشمنوں کو نیچا دکھایا۔

ابراہیم علیہ السلام نے حضرت لوط علیہ السلام کو دشمنوں کی قید سے آزاد کروایا اور ان کا مال واپس دلوایا۔ دشمن آگے لگ کر بھاگ اٹھے۔ ابراہیم اور لوط علیہما السلام نے ان کا پیچھا کیا حتیٰ کہ انہیں دھکیلتے ہوئے دمشق تک لے گئے۔ پھر ان بابرکت چچا بھتیجا نے برزہ کے مقام پر اپنے لشکر کا پڑاؤ ڈال دیا اور کچھ دن وہاں قیام کرنے کے بعد حضرت لوط علیہ السلام سذوم کی طرف سدھار گئے۔ جب کہ ابراہیم علیہ السلام واپس ''حبرون'' تشریف لے آئے۔ ❶

آپ کی کامیاب واپسی پر ارض فلسطین کے تمام سردار آپ کی تعظیم کے لیے آنے لگے۔ اور ادھر لوط علیہ السلام کے واپس سذوم پہنچنے پر اللہ کے دشمنوں پر رعب طاری ہو گیا۔ ایک عرصہ تک تو وہ دم دبائے پھرتے رہے، مگر سرکشی و بے حیائی جن کی گھٹی میں پڑی ہو وہ راہِ راست پر کب آتے ہیں؟ قوم لوط دوبارہ اپنی پرانی روش پر چل پڑی۔

اسی دوران حضرت لوط علیہ السلام نے اس قوم کے ایک متمول گھرانے کی ایک خوبصورت عورت سے شادی کر لی۔ مگر وہ عورت آخر تک اپنی خباثتوں سے باز نہ آئی۔ (تفصیل آگے آرہی ہے۔ ان شاء اللہ)

## ذبیح اللہ کی ولادت

وقت گزرتا رہا اور دونوں بابرکت چچا بھتیجا، دعوت واصلاح کے حوالے سے اپنے اپنے علاقے میں کام کرتے رہے حتیٰ کہ ابراہیم علیہ السلام کی عمر ۸۵ سال ہو گئی اور یہاں فلسطین میں رہتے ہوئے ۸ سال کا عرصہ بیت گیا، ❷ مگر ابھی تک اولاد کی نعمت سے محروم تھے۔ یہ بات

❶ حوالہ سابقہ اور Holy bible-Genesis, Chapter:14 ❷ البدایہ والنہایہ جلد اول ص ۱۴۴.

سارہ کے دل میں بھی گھر کر گئی کہ شاید اس کی قسمت میں اولاد نہ ہو۔ کیونکہ بڑھاپا سر پر آ گیا تھا، عمر کے سال ہو چکی اور خلیل اللہ کے بالوں میں سفیدی جھانکنے لگی تھی۔

آپ علیہ السلام دنیا کے پہلے فرد ہیں کہ جن کے بال سفید ہوئے تھے۔ (الاوائل للسیوطی ص ۳۵) بعض لوگوں نے اللہ ذوالجلال سے ابراہیم علیہ السلام کا مکالمہ بھی اس معاملے میں نقل کیا ہے کہ جب انہوں نے اللہ کریم سے اس سفیدی کے متعلق پوچھا تو اللہ کی طرف سے جواب ملا: ''یہ بزرگی کی علامت ہے'' تب ابراہیم علیہ السلام نے کہا ''فَزِدْنِيْ شَرَفِيْ'' ''تو اے اللہ! میری بزرگی کو بڑھا دے۔''

کہنے لگیں: ''اللہ کے خلیل! میں اپنی خادمہ ھاجرہ آپ کو ودیعت کرتی ہوں، اس سے نکاح کر لیں، شاید اللہ ہمیں اولاد عطا فرما دے۔''

ابراہیم علیہ السلام کے دل میں بھی اولاد کی خواہش موجزن ہو گئی، اللہ کے حضور کھڑے ہو گئے اور نماز کے بعد دعا مانگی:

﴿رَبِّ هَبْ لِي مِنَ الصَّالِحِينَ۝﴾ (الصافات: ۱۰۰)

''اے رب کریم! ایک نیک سا بیٹا عطا فرما دے۔''

ھاجرہ ایک نیک طبیعت، فرمانبردار اور خوش شکل بی بی تھیں، مصر کی شہزادی اور ناز و نعم میں پلی تھیں۔ اچھے برے کی تمیز تھی، سلیقہ مند اور صابرہ تھیں۔ نیکی اور دینداری خلیل اللہ کے گھرانے سے سیکھ لی تھیں۔ جب خبر ہوئی کہ ابراہیم علیہ السلام ان سے نکاح کرنا چاہتے ہیں تو فوراً راضی ہو گئیں...... اور پھر درجہ خادمیت سے مقام زوجیت میں داخل ہو گئیں۔

اللہ ذوالجلال قادر مطلق ہے۔ وہ جب، جیسا اور جونسا کام کرنا چاہتا ہے، کر دیتا ہے۔ اسے کسی سبب، وسیلے اور مددگار و مشیر کی ضرورت پیش نہیں آتی۔ اس کی مشیت کو وہی بہتر جانتا ہے اور اس کے ہر کام میں حکمت و دانائی اور بہتری ہوتی ہے۔

چنانچہ اللہ تعالیٰ نے آپ علیہ السلام کی دعا کو شرف قبولیت بخشتے ہوئے فرمایا:

﴿فَبَشَّرْنَاهُ بِغُلَامٍ حَلِيمٍ۝﴾ (الصافات: ۱۰۱)

''تو ہم نے اسے (ابراہیم علیہ السلام کو) ایک بردبار بیٹے کی بشارت دے دی۔''

کچھ ہی دنوں بعد ھاجرہ امید سے ہو گئیں اور ان کے بتانے پر پورے گھر میں خوشی کی لہر دوڑ گئی۔

جیسے جیسے دن گزرتے گئے ھاجرہ کے جی میں برتری والا عنصر گھر کرنے لگا اور پھر وہی ھاجرہ جو پہلے اونچی نہ بولتی تھیں، اب بات بات پر سارہ سے بحث وتکرار کرنے لگیں۔ اس کا تذکرہ سارہ نے خلیل اللہ سے کیا تو انہوں نے اجازت دے دی کہ ھاجرہ کے ساتھ مناسب سا سلوک کرلو۔ تب سارہ اس کا محاسبہ کرنے لگی اور جب بات ناگوار موڑ تک جا پہنچی تو اس نے ھاجرہ کو حلفاً دھمکی دے دی کہ اگر تو باز نہ آئی تو تیرے دو تین اعضاء ضرور کاٹ دوں گی۔ ھاجرہ ڈر گئیں کہ سارہ کہیں انہیں کوئی نقصان نہ پہنچا دیں۔ کمر کے گرد پٹکا باندھا اور وہاں سے بھاگ کھڑی ہوئیں۔ اس پٹکے کی ایک طرف پیچھے کی جانب کھلی چھوڑ دی کہ جو زمین پر گھسٹتی آئے تا کہ اس کے قدموں کے نشانات مٹتے جائیں اور سارہ اسے پا نہ سکے۔ دنیا میں یہ پہلی عورت تھیں کہ جنہوں نے اپنی کمر کے گرد پٹکا باندھنے کی ابتدا کی۔ ❶

چلتے چلتے شور کی راہ میں واقع ایک چشمے پر آ گئیں۔ آرام کے لیے بیٹھیں تو ایک فرشتہ غیب سے مخاطب ہوا: ''نیک بی بی! کہاں کا ارادہ ہے؟''

بی بی تو پہلے سے ہی بھری بیٹھی تھیں، زاروقطار رونے لگیں، جب جی ہلکا ہو گیا تو بولیں: ''بس مجھے اب واپس نہیں جانا، ان لوگوں کو تو کسی کی قدر ہی نہیں، جب دیکھو لڑتی جھگڑتی رہتی ہیں اور اب میری جان کے درپے ہو گئی ہیں۔ میری خدمت کا یہ نتیجہ نکلا؟''......

فرشتے نے تسلی دیتے ہوئے کہا: ''بی بی! گھبرانا نہیں چاہیے، چلو اٹھو اور گھر جاؤ، تمہیں اللہ کریم ایک عظیم فرزند عطا کرنے والا ہے جو نبی بھی ہو گا اور کئی قبیلوں کا جدامجد بھی۔ اس کا نام اسماعیل رکھنا!'' ❷ نیک بی بی یہ ساری باتیں سن کر خوش ہو گئیں اور پھر گھر لوٹ آئیں۔

---

❶ فتح الباری جلد ٦ ص ٤٨٤۔ دار السلام وصحیح البخاری کتاب الانبیاء، حدیث: ٣٣٦٤.

❷ گزشتہ تمام واقعات کے لیے دیکھئے۔ (١) البدایہ والنہایہ جلد اول (٢) تاریخ الطبری جلد اول اور (٣) Holy bible-Genesis, Chapter -16

سارہ بی بی نے پوچھا تک نہیں کہ کہاں گئیں تھیں اور کہاں سے آئی ہو؟

دن اسی طرح گزرتے رہے حتیٰ کہ ولادت کے دن قریب آ گئے۔ پھر ھاجرہ نے ایک خوبصورت بچے کو جنم دیا کہ جس کا نام ''اسماعیل'' رکھا گیا۔ اس وقت سیدنا ابراہیم علیہ السلام کی عمر ۸۶ سال ہو چکی تھی اور یہ بچہ شام کے علاقے فلسطین میں حبرون کے مقام پر پیدا ہوا۔ ❶

بچے کی ولادت سے گھر میں خوشیاں دوبالا ہو گئیں اور سب کے جی مسرور ہوئے۔ مگر جیسے جیسے دن گزرتے گئے دونوں بیبیوں کے دل آپس میں دور ہوتے چلے گئے اور شیطان نے اس موقع سے خوب فائدہ اٹھایا۔ ھاجرہ کے جی میں ڈالا کہ: اللہ نے انہیں اولاد سے نوازا ہے لہٰذا ان کی قدر زیادہ ہونی چاہیے۔ ادھر سارہ کے جی میں یہ بات ڈالتا کہ: ھاجرہ تو ایک خادمہ تھی، اگر تم نکاح کی اجازت نہ دیتیں تو اسے نعمت کیسے مل سکتی تھی؟

سیدنا ابراہیم علیہ السلام نے کوشش تو بہت کی کہ معاملہ رفع دفع ہو جائے مگر اللہ کی طرف سے بھی حکم آ گیا کہ اس موضوع پر سارہ کی بات مانی جائے۔ ❷ چنانچہ آپ نے جب اس سے مشورہ کیا تو اس نے اپنی قسم پوری کرنے والا ارادہ بھی دہرایا اور یہ بھی مطالبہ کیا کہ ھاجرہ کو بچے سمیت کہیں دور چھوڑ آئیں۔ خلیل اللہ نے ھاجرہ واسماعیل کی ہجرت والی بات تو من وعن تسلیم کر لی مگر اعضاء کاٹنے والی قسم میں سفارش کی کہ اس معاملے میں سارہ نرمی کرے۔ چنانچہ وہ مان گئی اور اس نے ھاجرہ کے دونوں کان چھید ڈالے (اور یہ دنیا کی پہلی عورت تھی کہ جس کے کان چھیدے گئے۔)

## اسماعیل وھاجرہ وادی بطحاء میں

پھر رب ذوالجلال کی طرف سے بھیجی گئی سواری ''براق'' پر ھاجرہ واسماعیل کو سوار کر کے آپ بحر احمر کے ساتھ ساتھ سفر کرتے ہوئے ارض العرب میں فارانی پہاڑیوں کی

---

❶ الکشاف۔ سورہ ابراهیم آیت نمبر ۳۹ روح المعانی سورہ ابراهیم آیت نمبر ۳۹ القرطبی سورہ ابراهیم آیت نمبر ۳۹ والبدایہ والنهایہ جلد اول ص ۱۴۴ (طبع بدار الریان للتراث فی مصر).

❷ تاریخ ابن خلدون جلد دوم ص ۴۲.

وادی بطحاء میں آ داخل ہوئے۔ [1]

یہ وہ وادی ہے کہ جس کے چاروں اطراف میں خشک پہاڑ ہیں اور یہاں سوائے کانٹے دار جھاڑیوں کے کچھ بھی نہ ہوتا تھا۔ وادی، تنگ اور گہری جگہ میں واقع ہونے کی وجہ سے ایک پیالے کی مانند نظر آتی تھی۔ اس کا مشرقی حصہ اونچا اور مغربی ڈھلوان تھا، شمالی اور جنوبی پہاڑیوں کی اونچائی نے وادی کو ایک مضبوط قلعہ کی فصیلوں جیسی شکل دے رکھی تھی۔ اور پھر چاروں اطراف میں سینکڑوں میلوں تک خشک پہاڑوں کے پھیلے ہوئے سلسلے نے پورے علاقے کو ایک مہیب شکل عطا کر رکھی تھی۔ کسی ذی روح کا اس طرف آ نکلنا موت کو دعوت دینے کے مترادف تھا۔ پانی کا کہیں نام ونشان نہ تھا۔

یہ علاقہ جس کا یہاں ذکر کیا جا رہا ہے اسے جزیرہ نمائے عرب کہا جاتا ہے۔ ''عرب کے مغرب میں بحر احمر اور مغرب شمال میں جزیرہ نمائے سینا ہے (یہ چھوٹا سا صحرائے سینا نہر سویز کے مشرق میں واقع ہے اور اس وقت جمہوریہ مصر کے زیر تسلط ہے) مشرق میں خلیج عرب اور جنوبی عراق کا ایک حصہ ہے۔ جنوب میں بحیرہ عرب ہے جو در حقیقت بحر ہند کا پھیلاؤ ہے۔ شمال میں ملک شام اور کسی قدر جنوبی عراق ہے۔ کل رقبے کا اندازہ تقریباً ۱۳ لاکھ مربع میل تک کیا گیا ہے۔ (کہ جو اس وقت پانچ ممالک...... سعودی عرب، یمن، قطر، متحدہ عرب امارات اور بحرین پر مشتمل ہے۔)

جزیرہ نمائے عرب طبعی اور جغرافیائی حیثیت سے بڑی اہمیت رکھتا ہے۔ اندرونی طور پر یہ چہار جانب سے صحرا اور ریگستان سے گھرا ہوا ہے جس کی بدولت یہ ایسا محفوظ قلعہ بن گیا ہے کہ بیرونی قوموں کے لیے اس پر قبضہ کرنا اور اپنا اثر ونفوذ پھیلانا سخت مشکل ہے۔ یہی وجہ ہے کہ قلب جزیرۃ العرب کے باشندے عہد قدیم سے اپنے معاملات میں مکمل طور پر آزاد و خود مختیار نظر آتے ہیں۔ بیرونی طور پر جزیرہ نمائے عرب پرانی دنیا کے تمام معلوم براعظموں کے بیچوں بیچ واقع ہے اور خشکی وسمندری، دونوں راستوں سے ان کے ساتھ جڑا ہوا ہے (بلکہ

---

[1] فتح الباری جلد ٦ ص ٤٨٤ بروایہ ابن اسحاق صاحب سیرۃ ابن ھشام.

اب تو فضائی راستوں سے بھی تمام دنیا کے ساتھ جڑ چکا ہے۔ دنیا کے سب سے بڑے ائیر پورٹس اسی جزیرہ نما میں تعمیر کیے گئے ہیں۔) اس کا شمال مغربی گوشہ براعظم افریقہ اور یورپ میں داخلے کا دروازہ ہے۔ جبکہ شمالی اور شمال مشرقی گوشہ ایران، افغانستان اور وسط ایشیا کی طرف خشکی اور سمندری دونوں راستوں سے لے جاتا ہے۔ اسی طرح مشرقی اور جنوبی سمندری کنارہ مشرق بعید کے دروازے کھولتا ہے اور ہندوستان وچین تک پہنچاتا ہے۔ غرضیکہ دنیا کا ہر براعظم سمندر کے راستے بھی جزیرہ نمائے عرب سے جڑا ہوا ہے اور خشکی کے راستے بھی۔ ❶

مولانا حالی نے کیا خوب نقشہ کھینچا ہے:

عرب، جس کا چرچا ہے یہ کچھ، وہ کیا تھا
جہاں سے الگ اک جزیرہ نما تھا
زمانہ سے پیوند جس کا جدا تھا
نہ کشور ستاں تھا، نہ کشور کشا تھا
تمدن کا اس پر پڑا تھا نہ سایہ
ترقی کا تھا واں قدم تک نہ آیا
نہ آب و ہوا ایسی تھی روح پرور
کہ قابل ہی پیدا ہوں خود جس سے جوہر
نہ کچھ ایسے ساماں تھے واں میسر
کنول جس سے کھل جائیں دل کے سراسر
نہ سبزہ تھا صحرا میں پیدا، نہ پانی
فقط آب باراں پہ تھی زندگانی

❶ الرحیق المختوم (اردو) مولانا صفی الرحمان مبارکپوری سے استفادہ کے ساتھ۔

زمیں سنگلاخ اور ہوا آتش فشاں
لوؤں کی لپیٹ ، باد صرصر کے طوفاں
پہاڑ اور ٹیلے ، سراب اور بیاباں
کھجوروں کے جھنڈ اور خار مغیلاں
نہ کھتوں میں غلہ نہ جنگل میں کھیتی
عرب ، اور کل کائنات اس کی یہ تھی ❶

صحیح البخاری کی کتاب الانبیاء میں سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کی روایت اور اس پر فتح الباری کی شرح کے مطابق...... اسماعیل ابھی دودھ پیتے بچے ہی تھے کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام ان کی ماں ھاجرہ رضی اللہ عنہا سمیت انہیں اس جگہ پر لے آئے کہ جہاں آج کل مکہ اور مکہ میں جہاں مسجد الحرام واقع ہے۔ انہوں نے ان دونوں ماں بیٹے کو ایک بڑے درخت کے نیچے بٹھا دیا جو اس مقام سے تھوڑا سا اوپر والی جانب تھا کہ جہاں آج کل آب زم زم ہے (یعنی مسجد کی مشرقی بلند جانب میں یہ درخت بارش کے پانی سے پروان چڑھا تھا) اس وقت مقام مکہ میں آدمی کا نام ونشان تک نہ تھا اور نہ ہی وہاں پانی تھا۔ البتہ بیت اللہ الحرام کی بنیادوں کے نشانات باقی تھے جن سے پتہ چلتا تھا کہ یہاں پر بہت پہلے کوئی گھر آباد تھا۔

حضرت ابراہیم علیہ السلام نے دونوں ماں بیٹے کو ایک تھیلہ کھجوروں کا اور ایک مشکیزہ پانی کا دیا اور واپس چلنے لگے۔ ام اسماعیل رضی اللہ عنہا ان کے پیچھے دوڑیں اور پوچھا: ''اللہ کے خلیل! ہمیں یہاں بے آب وگیاہ وادی میں چھوڑ کر کہاں جا رہے ہو؟ یہاں تو کوئی انسان بھی نہیں ہے۔''

مگر ابراہیم علیہ السلام کی طرف سے کوئی جواب نہ ملا اور وہ خاموشی سے چلتے رہے۔ ھاجرہ نے پھر دریافت کیا، مگر کوئی جواب نہ پایا۔ تیسری بار بڑی بے تابی سے پوچھا، مگر جواب نہ ملا۔ معاملہ سمجھ گئیں۔ لہٰذا آخری سوال کیا: ''کیا یہ اللہ کا حکم ہے (کہ اسی طرح ہو؟)

تو جواب ملا: ''ہاں''۔ تب انہوں نے کہا: ''پھر تو پروردگار ہماری حفاظت ضرور کرے گا اور

❶ مسدس حالی ص ۱۱۔۱۲۔

میں اپنے رب کے حکم پر راضی ہوں" یہ کہہ کر واپس اپنے بیٹے کے پاس پلٹ آئیں۔ (سبحان اللہ! کس جگرے کی عورت تھیں)

ابراہیم علیہ السلام چلتے ہوئے "کداء" کی راہ میں جب مقام "ثنیہ" پر پہنچے اور ھاجرہ واسماعیل آنکھوں سے اوجھل ہوگئے تو وہاں پیچھے کی جانب منہ کر کے کھڑے ہوگئے اور دعا کی:

"اے رب کریم! میں اپنی اولاد کو تیرے حرمت والے گھر کے نزدیک ایک ایسی وادی (بطحاء) میں بسا کے جارہا ہوں کہ جہاں کوئی کھیتی نہیں ہوتی۔ اے ہمارے رب! (تیرے حکم سے میں یہ اس لیے کر کے جارہا ہوں) تاکہ وہ نماز کو درستی سے قائم اور ادا کرسکیں۔ پس تو بعض لوگوں کے دلوں کو ایسا کر دے کہ وہ ان کی طرف جھک جائیں۔ انہیں طرح طرح کے پھلوں سے رزق عطا کرتے رہنا تاکہ وہ تیرے شکر گزار بندے بن جائیں۔" ❶

یہ اور اس طرح کی دوسری دعائیں کر کے آپ براق پر بیٹھے اور واپس "حبـــرون" آگئے۔ ادھر ھاجرہ کا یہ حال گزرا کہ وہ اسماعیل کو دودھ پلاتی رہیں اور مشکیزے سے پانی پیتی رہیں حتیٰ کہ پانی بھی ختم ہوگیا اور کھجوریں بھی وہ خود بھی پیاسی ہوئیں اور اسماعیل بھی۔ بچہ پیاس کے مارے تڑپنے لگا۔ اس کی یہ حالت ان سے دیکھی نہ گئی اور اس ارادے سے کہ شاید کوئی بشر نظر آئے (اور اس سے کھانے پینے کو کچھ طلب کریں) قریبی پہاڑی "صفا" پر چڑھ گئیں، لیکن وہاں کوئی نظر نہ آیا۔ اپنے رب سے آہ زاری کرنے لگیں۔ ❷

اور پھر وہاں سے اپنا کرتہ سمیٹتے ہوئے نالے کے نشیب میں اس طرح دوڑیں جیسے کوئی مصیبت زدہ آدمی دوڑتا ہے۔ نالہ عبور کر کے وادی کے پار "مــــروہ" پہاڑی پر جا چڑھیں۔ وہاں کھڑے ہوکر اِدھر اُدھر نظر دوڑانے لگیں، مگر کوئی بندہ بشر نظر نہ آیا۔ (یاد رہے کہ "صــفا" بیت اللہ کے جنوب مشرق میں اس کے بالکل قریب واقع ہے۔ جب کہ "مروہ"...... اس کے شمال مشرق میں...... کچھ دوری پر ہے، دونوں شمالاً جنوباً ہیں اور درمیانی فاصلہ تقریباً ۸۰۰ میٹر کا ہے)

یہاں بھی کھڑے ہوکر اپنے رب کو پکارا اور اس سے مدد کی التجا کی۔ پھر واپس اتریں اور

❶ سورہ ابراھیم آیت نمبر ۳۷۔ ❷ الطبری جلد اول ص ۱۳۰۔

نشیب میں دوڑتی ہوئی صفا پر آئیں۔ اس طرح انہوں نے سات اکہرے چکر لگائے۔ ہر پھیرے پر اسماعیل کی عیادت بھی کرتی جاتی تھیں اور دیکھتی بھی جاتی تھیں کہ اس کی حالت کیا ہوئی۔ مگر ہر بار اس کی حالت دیکھی نہ جاتی تھی۔ جب ساتویں پھیرے میں "مروہ" پر چڑھیں تو انہیں ایک آواز سنائی دی۔ چونکہ آہ وفریاد میں مشغول تھیں اس لیے اپنے آپ سے کہنے لگیں: "چپ رہ"۔ پھر کان لگائے تو وہی آواز سنی۔ تب زور سے پکاریں: "اللہ کے بندے! میں نے تیری آواز سن لی ہے۔ تو ہماری کچھ مدد کر سکتا ہے تو ضرور کر۔"

پھر دیکھا کہ (جہاں آپ زمزم ہے وہاں) اللہ کے فرشتے حضرت جبریل علیہ السلام کھڑے ہیں۔ انہوں نے ھاجرہ رضی اللہ عنہا کو بلایا اور ان سے پوچھا: "آپ کون ہیں؟" کہنے لگیں: "میں ابراہیم علیہ السلام کے بیٹے (اسماعیل) کی ماں ہوں۔"

تو جبریل نے پھر پوچھا: "تمہیں وہ کس کے سپرد کر کے گئے ہیں؟"

جواب دیا: "اللہ کے۔"

جبریل کہنے لگے: "تب تم دونوں کو وہ کافی ہے۔"

پھر جبریل علیہ السلام نے اپنی ایڑی یا پنکھ مار کر زمین کھود ڈالی کہ جس سے پانی نکل آیا اور ایک تیز چشمہ بہنے لگا۔ ھاجرہ رضی اللہ عنہا اپنے ہاتھوں سے اس کے ارد گرد منڈیر بنا کر اسے حوض کی شکل میں جمع کرنے لگیں اور ساتھ ساتھ یہ بھی کہے جا رہی تھیں: "زم زم، زم زم...... رک جا، رک جا، رک جا، رک جا" اور چلو سے پانی لے کر مشک بھی بھرتی جاتی تھیں۔ جیسے جیسے پانی لیتی جاتی تھیں وہ چشمہ اور جوش مارتا تھا۔

عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "اللہ، ام اسماعیل پر رحم فرمائے، اگر وہ زم زم کو اپنی حالت پر چھوڑ دیتیں (اور چلو بھر بھر کر مشک میں جمع نہ کرنے لگتیں) تو زم زم ایک بہتا ہوا چشمہ رہتا۔"

بہر کیف...... حضرت ھاجرہ رضی اللہ عنہا نے خود بھی پانی پیا اور اپنے بچے کو بھی پلایا۔ جبریل علیہ السلام نے ان سے کہا: "تم جان کی فکر نہ کرو۔ اللہ نے اپنے مہمانوں کے لیے چشمہ

جاری کیا ہے اور اہل وادی کے لیے بھی۔ یہاں ایک اللہ کا گھر ہے (جو کہ منہدم ہو چکا ہے) اسے یہ بچہ اور اس کا باپ، دونوں مل کر بنائیں گے۔ اور اللہ اپنے گھر والوں کو برباد نہیں کرنے والا۔'' (اور پھر جبریل علیہ السلام نے بیت اللہ کے نشانات کی طرف اشارہ کرتے ہوئے بتایا کہ اسے سب سے پہلے آدم علیہ السلام نے تعمیر کیا تھا اور انبیاء اس کا حج کیا کرتے تھے)

اس وقت کعبے کا یہ حال تھا کہ ٹیلے کی طرح زمین سے اونچا تھا۔ اس کے دائیں اور بائیں طرف سے برسات کا پانی نکل جاتا تھا۔

جناب ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: قیامت قائم نہ ہوگی حتیٰ کہ مال وافر ہو جائے اور روپیہ پیسہ پانی کی طرح بہنے لگے۔ مال کی اتنی کثرت ہو جائے کہ ایک آدمی اپنا زکوٰۃ کا مال تھامے ہوئے مارا مارا پھرے مگر اسے کوئی لینے والا نہ ملے اور یہاں تک کہ عربوں کی زمین (جزیرہ نمائے عرب) دوبارہ پھر چراگاہوں اور نہروں میں نہ بدل جائے۔''❶ گزشتہ سالوں میں بعض ماہرین آثار قدیمہ اور جغرافیہ دانوں نے سعودی حکومت کی اجازت سے وہاں کے آثار قدیمہ کا بڑی گہری نظر اور تحقیق کے ساتھ مطالعہ کیا۔ ان کی ایک رپورٹ کے مطابق، آج سے کم وبیش بیس ہزار سال قبل جزیرہ نمائے عرب ایک سر سبز وشاداب خطہ تھا کہ جہاں بڑی وسیع چراگاہیں تھیں اور دریا بہتے تھے، جنہیں اللہ ذوالجلال نے حوادثات زمانہ کے ساتھ تباہ وبرباد کر دیا۔ وہاں پر آباد قوموں کو ان کے کیے سزا ملتی رہی اور پھر کئی صدیوں کے بعد اس پورے چمنستان کو بے آب وگیاہ صحرا میں بدل دیا گیا۔ (تفصیلی حالات و واقعات جاننے کے لیے ہماری کتاب ''خیر القرون'' کی جلد اوّل کا مطالعہ کیجیے)

سوائے سلسلہ ھائے کوہ سراوات کے کہ جس کی لمبائی کم وبیش ۳ ہزار میل تک اور چوڑائی تقریباً ۳ سو میل ہے۔ یہ پورا علاقہ بہت بلند سطح پر واقع ہے جو کہ مکہ مکرمہ سے جنوب میں تقریباً ۱۰۰ کلو میٹر کی دوری سے شروع ہو کر جنوب ہی کی طرف بحر احمر کے ساتھ ساتھ

❶ صحيح مسلم، كتاب الزكوٰة، حديث: ۲۳۳۹/۱۵۷.

سمندر سے ساڑھے تین سو میل کی مسافت پر یمن کے اندر تک پھیلتا چلا گیا ہے۔ یہ پہاڑی سلسلہ سرسبز وشاداب اور انتہائی معتدل آب وہوا پر مشتمل ہے۔ بسا اوقات برفباری بھی ہوتی ہے اور بارشیں بھی کثرت سے۔ چنانچہ ان دنوں وہاں کافی سردی ہو جاتی ہے۔

قدرتی مناظر بہت دلفریب اور اللہ رب العالمین کی نشانیوں کے مظہر ہیں۔ اس سلسلہ ھائے کوہ اور بحر احمر کے درمیان ایک اور پہاڑی سلسلہ بھی ہے کہ جسے "تہــامــہ" کہا جاتا ہے۔ اس دوسرے سلسلہ ھائے کوہ (تہامہ) اور اس کے ساتھ ساتھ والا ساحل سمندر کا علاقہ انتہائی گرم علاقہ ہے۔ آب وہوا اور طبعی بناوٹ کے اعتبار سے دونوں سلسلے ایک دوسرے کی ضد ہیں۔ مکہ اور اس کے اردگرد کا علاقہ "تہــامــہ" پر واقع ہے۔ اسی لیے یہاں آب وہوا خشک اور سخت گرم ہے۔

لگتا ہے کہ اللہ مالک الملک نے یہ سب کچھ اس لیے کیا کہ اہل بصیرت اس سے عبرت حاصل کریں۔ چنانچہ ان عذاب شدہ قوموں میں سے (کہ جو جزیرہ نمائے عرب میں آباد رہی تھیں) بعض قریبی زمانے والی اقوام کا ذکر اللہ تعالیٰ نے قرآن حکیم میں بھی فرمایا ہے۔ (جیسے کہ عاد وثمود اور قوم تبع وغیرہ۔) اسماعیل بن ابراہیم علیہما السلام کی یہاں پر آبادکاری اسی تتمہ کی ایک کڑی تھی کہ جس کا ذکر صحیح مسلم کی اوپر والی روایت میں کیا گیا ہے۔

اسی طرح ان کی چالیس پشتوں کے بعد نبی آخرالزمان نبیّنا محمد بن عبداللہ القرشی الہاشمی صلی اللہ علیہ وسلم کا مبعوث ہونا (کہ جن کی بعثت بھی آیات قیامت میں سے ایک نشانی ہے) اس بات کی دلیل ہے کہ یــوم البعث والنشور میں بہت کم عرصہ باقی رہ گیا ہے۔ کیونکہ ان دنوں جزیرہ نمائے عرب میں روز افزوں آبادکاری اور وہاں کے صحراؤں کا دن بدن سرسبز وشاداب ہو کے چراگاہوں میں تبدیل ہوتے جانا، اس دعوی کی بہت بڑی دلیل ہے۔

## بنو جرھم کی مکہ میں آمد

زمزم کا چشمہ اپنی سبک رفتاری کے ساتھ بہتا رہا اور ھاجرہ واسماعیل اس پانی پر ہی گزارا کرتے رہے۔ یہ پانی پیاس بھی بجھاتا اور بھوک بھی مٹاتا تھا۔ انہوں نے ایک مدت اسی

طرح گزاری ہوگی کہ یمن کے ایک بڑے قبیلے بنو جرھم کے بعض صحرانورد خانوادوں کا گزر ادھر سے ہوا۔ جو "کداء" کے راستے مکہ کی بلند جانب سے (معلیٰ کی طرف) آرہے تھے اور انہوں نے مکہ نشیب میں پڑاؤ کیا تھا۔ دیکھا کہ ایک پرندہ فضا میں گھوم رہا ہے۔ کہنے لگے: یہ پرندہ ضرور پانی پر چکر لگا رہا ہوگا۔ مگر ہم تو اس وادی سے خوب واقف ہیں (کئی بار یہاں سے گزر ہوا ہے لیکن) کبھی یہاں پانی نہیں دیکھا۔ انہوں نے تحقیق کے لیے ایک دو آدمیوں کو بھیجا۔ وہ آئے اور پانی دیکھ کر واپس چلے گئے۔ جا کر خبر دی کہ پانی بھی ہے اور پانی کے پاس ایک بی بی اپنے بچے سمیت موجود ہے۔

ان میں سے چند سرکردہ لوگ آئے اور انہوں نے سیدہ ھاجرہ رضی اللہ عنہا سے بات چیت کے بعد عرض کی: "کیا وہ انہیں یہاں رہنے کی اجازت دے سکتی ہیں؟"

ھاجرہ نے کہا: "ہاں! مگر پانی پر حق ہمارا ہی رہے گا"

اس شرط کو انہوں نے قبول کر لیا اور اپنے خیمے وادی میں لے آئے۔ ھاجرہ تو خود چاہتی تھیں کہ یہاں کوئی سکونت اختیار کرے۔ ان کے آنے سے رونق ہوگئی۔ بنو جرھم کی عورتیں اور بچے بھی تھے۔ چند دنوں میں ہی ھاجرہ و اسماعیل ان میں گھل مل گئے، یوں لگتا تھا جیسے ایک ہی خاندان کے لوگ ہوں۔

قبیلے کا سردار مضاص بن عمرو ایک نیک دل انسان تھا۔ اس نے سیدہ ھاجرہ سے اجازت لے کر اپنے قبیلے کے سرکردہ لوگوں سے مشورہ کیا اور مستقل طور پر یہاں رہائش کا پروگرام بنا لیا۔ پھر دیکھتے ہی دیکھتے یہ بیابان جنگل ایک بستی کی شکل اختیار کر گیا۔

دنوں سے ہفتے اور ہفتوں سے مہینے بنتے اور گزرتے چلے گئے۔ زمانے کی رفتار کے ساتھ ساتھ اس پاکیزہ بستی والے بھی بڑھتے اور پھیلتے چلے گئے۔ پہلے پہل غلہ بانی اور جنگلی شکار ان کی گزران تھے۔ پھر جیسے جیسے باقی دنیا کے ساتھ ان کے روابط بڑھتے گئے ویسے ویسے ان کی بستی شہر میں، تنگدستی، خوشحالی میں اور غلہ بانی، تجارت میں تبدیل ہوتی چلی گئی۔

تاریخ اس بات کی گواہ ہے کہ بہت سے اولوالعزم اور برگزیدہ انسانوں کی خود اپنی اور

ان کے آباؤ اجداد کی زندگیاں ہمیشہ اسی طرح کے کٹھن مراحل سے گزرتی رہی ہیں۔ انہوں نے صبر و ہمت اور بردباری سے کام لیا۔ چنانچہ اللہ کریم نے ان کی محنت اور حوصلہ مندی میں برکت دی اور ہزاروں سال گزرنے کے باوجود آج بھی ان کی یاد دلوں میں پیوستہ اور تذکرہ زبان زد عام ہے۔ اَللّٰهُمَّ صَلِّ وَسَلِّمْ عَلَيْهِمْ جَمِيْعًا ، يَا رَبَّ الْعَالَمِيْنَ

## ایک عظیم قربانی

خلیل اللہ، سیّدہ ھاجرہ اور بیٹے اسماعیل کو فاران کی گرم اور خشک پہاڑیوں میں گھری ...... وادی بطحاء کے اندر چھوڑنے کے بعد انہیں بھول نہیں گئے۔ بلکہ ہر ماہ ان کی خبر گیری کے لیے فلسطین سے یہاں تک براق ❶ پر آتے اور ایک پہر، ان کے ساتھ گزارنے کے بعد واپس چلے جاتے رہے۔ ادھر ارض شام میں ان کی دعوت دن بدن پھیلتی چلی گئی اور آپ کے مسلمان ساتھیوں کی ایک بڑی جماعت قائم ہوگئی۔ پھر جس طرح اللہ ذوالجلال نے ان کی دعوت میں برکت دی اور اسے پھیلا دیا اسی طرح آپ کے اموال اور حکومت میں بھی وسعت عطا فرما دی۔

آپ پہلے فرد ہیں جنہوں نے دنیا میں ضیافت کی ریت قائم کی اور اسی طرح آپ دنیا کے پہلے وہ فرد ہیں کہ جنہوں نے ثرید بنایا۔ ❷ آپ ہمیشہ مہمانوں کے ساتھ کھانا کھاتے اور جس دن کوئی مہمان نہ آتا، آپ کی طبیعت بے چین ہو جاتی، کھانا بھی نہ کھاتے۔ آپ کی یہ سنت حسنہ تمام اہل ایمان میں پھیل گئی اور یہ بات ایک علامت کے طور معروف ہوگئی کہ جس کے ساتھ دشمنی کرنا یا اس سے بدلہ لینا مقصود ہوتا اس کے گھر سے کچھ کھایا پیا نہ جاتا۔ تاکہ

❶ "بـراق" اللہ کی طرف سے عطا کردہ تیز ترین سواری تھی کہ جس کی رفتار کا اندازہ انسانی عقل سے باہر ہے۔ اسی براق پر ہمارے پیارے نبی حضرت محمد ﷺ نے لیلة الاسراء میں آسمانوں تک جسمانی سفر فرمایا تھا۔ تفسیر ابن کثیر جلد چهارم ص ١٦، ١٧ وفتح الباری جلد ٦ ص ٤٨٩۔ دارالسلام۔

❷ الاوائل للسیوطی ص ٣٥.

میزبان دھوکے میں نہ رہے اور اپنا دفاع کر سکتا ہو تو کر لے۔ اسی طرح میزبان بھی گھر آئے مہمان پر زیادتی نہ کرتا تھا۔

وقت کا دھارا بہتا رہا اور دیکھتے ہی دیکھتے دس گیارہ سال کا عرصہ بیت گیا۔ پھر اچانک ایک رات آپ کو بوقت سحر خواب آیا کہ اپنے بیٹے (اسماعیل) کو اپنے ہاتھوں ذبح کر رہے ہیں۔ اگلا دن بڑی بے چینی سے گزرا کہ اس خوب کی تعبیر کیا ہو سکتی ہے؟ اگلی رات آئی تو یہی خواب پھر دکھائی دیا۔ دوسرے دن اور زیادہ بے چین ہوئے مگر کسی سے تذکرہ نہ کیا۔ اسی کلفت میں سارا دن گزارا، اور پھر تیسری رات سر پہ آ گئی۔ اللہ کی تعریف وتمجید اور ذکر واذکار کے بعد اپنے بستر پر لیٹ رہے، چند گھڑیوں بعد نیند کی آغوش میں تھے۔ بوقت سحر پھر وہی خواب دکھائی دیا۔ تب آپ اٹھے، طہارت حاصل کی اور اللہ کی بارگاہ میں کھڑے ہو گئے۔ دعا کی کہ اے باری تعالیٰ! اگر تیرا حکم ایسا ہی ہے تو پھر مجھے ثابت قدمی عطا فرما۔

ادھر آج والا دن آپ کا موعد سفر بھی تھا۔ سورج طلوع ہوتے ہی سارہ سے کہنے لگے کہ آج ذرا جلدی جانا چاہتا ہوں اور ممکن ہے کہ واپسی میں کچھ دیر ہو جائے لہٰذا اندیشہ نہ کیجئے گا۔

پھر تیاری فرمائی اور جبریل امین کی رفاقت میں براق پر سوار ہو کے بوقت اشراق، وادی بطحاء میں اپنے مکی اہل خانہ کے پاس پہنچ گئے۔ ھاجرہ واسماعیل کو بھی حسب عادت آپ کی آمد کا انتظار تھا۔ صبح ہی صبح جب انہیں اپنے سامنے پایا تو بہت خوش ہوئے۔ جلدی سے دستر خوان چن دیا گیا اور پھر سب نے مل کر کھانا کھایا۔

کھانے کے بعد خلیل اللہ اپنے بیٹے اسماعیل کو ساتھ لیے بستی سے باہر وادی منیٰ کی طرف چل نکلے اور جب اس مقام پر پہنچے کہ جہاں اسماعیل ان کے پہلو بہ پہلو اپنی ننھی منی ٹانگوں کے ساتھ دوڑ میں حصہ لیا کرتا تھا اور اب گیارہ، بارہ سال عمر ہونے کے باوجود مسابقت میں اپنے ابو جان کے برابر آ گیا تھا، [1] خلیل اللہ انتہائی رس بھرے الفاظ کے ساتھ، مشفقانہ لہجے میں گویا ہوئے:

---

[1] فَلَمَّا بَلَغَ مَعَهُ السَّعْيَ. سورۃ الصافات آیت نمبر ۱۰۲۔

﴿یٰبُنَیَّ اِنِّیْٓ اَرٰی فِی الْمَنَامِ اَنِّیْٓ اَذْبَحُكَ﴾ (الصافات: ۱۰۲)

''بیٹا! کچھ دنوں سے میں خواب میں دیکھ رہا ہوں کہ تمہیں اپنے ہاتھوں ذبح کر رہا ہوں۔''

آپ نے ایک ایک لفظ پر زور دیتے ہوئے اس ننھے منے مجاہد کو ساری بات سمجھائی۔ جان پدر! یہ اللہ ذوالمنان کا حکم ہے، جو ٹالا نہیں جاسکتا اور پھر دیکھو ناں!...... ہم سب اس کی امانت ہی تو ہیں۔ وہ جب چاہے ہمیں واپس لے لے۔

﴿فَانْظُرْ مَاذَا تَرٰی﴾ (الصافات: ۱۰۲)

''دیکھ لو اب، تمہاری کیا رائے ہے''

جن بچوں نے اپنے رب کی خاطر سارا سکھ چین قربان کر دینے والی، بڑی حوصلہ مند اور صالح ماؤں کی عاطفت میں پرورش پائی ہو اور جن کے ابراہیم خلیل اللہ جیسے اواہ وحلیم باپ ہوں، ان کے حوصلے بہت بلند اور عزم بڑے صمیم ہوا کرتے ہیں۔

بیٹا:

﴿قَالَ یٰٓاَبَتِ افْعَلْ مَا تُؤْمَرُ سَتَجِدُنِیْٓ اِنْ شَآءَ اللّٰهُ مِنَ الصّٰبِرِیْنَ۝﴾

(الصافات: ۱۰۲)

''(بڑے ادب واحترام سے) کہنے لگا: باوا جان! جس کام کا آپ کو حکم دیا گیا ہے وہ آپ کر گزریں (میں آپ کا فرزند ہوں، سی تک نہ کروں گا) آپ مجھے ان شاء اللہ صبر کرنے والوں میں پائیں گے۔''

دونوں باپ بیٹا، دل ہلا دینے والی یہ مصمم گفتگو کرتے چلے جا رہے تھے کہ وادی منیٰ شروع ہوگئی۔ شیطان لعین ساری باتیں سن کے جل بھن گیا کہ باپ بیٹا، اللہ کے حکم کی تعمیل میں اس حد تک تیار ہوگئے ہیں؟ اپنے جی میں کہنے لگا: ''اگر آج میں انہیں اپنے فتنہ میں مبتلا نہ کر سکا تو پھر کبھی بھی نہ کر سکوں گا۔'' فوراً پیچھے کی جانب دوڑا اور ایک مسکین سے آدمی کی شکل میں اماں حاجرہ رضی اللہ عنہا کے پاس آ گیا۔ بڑی روہانسی سی شکل بنا کے، ڈبڈباتی آنکھوں سے گویا

ہوا: ''اماں جی! کیا آپ کو معلوم ہے کہ ابراہیم آپ کے اکلوتے بیٹے کو کہاں لے گئے ہیں؟
کہنے لگیں: ''دونوں باپ بیٹا اپنی کسی ضرورت سے باہر گئے ہوں گے؟''
''نہیں ھاجرہ بی بی نہیں! آپ کو دھوکا ہوا ہے، اٹھیں اور کچھ کرلیں، وہ تو اسماعیل کو ذبح کرنے کے لیے لے گئے ہیں۔''

اماں جی نے پوچھا: ''وہ ایسا کیوں کرنے لگے؟''

''بی بی! وہ سمجھتے ہیں کہ یہ ان کے رب کا حکم ہے۔'' شیطان نے آخری جال پھینکا۔

ھاجرہ ساری بات سمجھ گئیں۔ بڑے اطمینان سے جواب دیا: ''اگر وہ اپنے رب کا حکم مانتے ہوئے یہ کام کررہے ہیں تو بہت ہی اچھا کررہے ہیں۔ دفع ہو جاؤ یہاں سے! آئندہ اپنی منحوس شکل مجھے نہ دکھانا۔''

شیطان کو منہ کی کھانی پڑی اور ذلیل وخوار ہوکے وہاں سے نکلا۔ تب وہ ابراہیم واسماعیل کے پیچھے دوڑا، اور اصلی شکل میں آکے اسماعیل کے جی میں وسوسے پیدا کرنے لگا، اسماعیل! تمہارا باپ تمہیں کہاں اور کیوں لے جارہا ہے؟''

ننھے مجاہد نے جواب دیا: ''اپنی کسی ضرورت سے منٰی لے جارہے ہیں۔''

اس نے کہا: ''تو پھر یہ رسی اور چھری ساتھ میں کیوں ہے؟ اسماعیل! بچ جاؤ، وہ تمہیں ذبح کرنے کے لیے لے جارہا ہے''

''وہ مجھے ذبح کیوں کرنے لگے؟'' اسماعیل کے ماتھے پر ذرا بھی شکن نہ تھی۔

شیطان نے بڑے معنی خیز لہجے میں جواب دیا: ''وہ یہ سمجھتے ہیں کہ ان کے رب نے تمہیں ذبح کرنے کا حکم دیا ہے''

''تب انہیں یہ کام ضرور کرنا چاہیے۔ بھاگ جا یہاں سے ملعون! میں تجھ سے اللہ کی پناہ مانگتا ہوں۔'' اسماعیل نے انتہائی ٹھوس لہجے میں جواب دیا۔

لعین کو جب یہاں بھی دال گلتی نظر نہ آئی تو ابراہیم علیہ السلام کے پاس آگیا اور وہی بک

بک کرنے لگا۔ آخر کار یہاں بھی رسوا ہوا۔ ❶ مگر کچھ ہی دیر کے لیے۔ کیونکہ یہ مردود ہستی چین سے بیٹھنے والی نہیں۔ اس کی آخر دم تک کوشش ہوتی ہے کہ اللہ کے نیک بندوں کو کسی نہ کسی طرح اپنے رب کا حکم ماننے سے پھیر ہی لے۔

جبریل امین، دونوں باپ بیٹا کے ساتھ تھے اور اس خبیث کا تماشہ دیکھتے جا رہے تھے، مگر انہیں مداخلت کی اجازت نہ تھی۔ ان کے ذمہ دونوں باپ بیٹا کی راہنمائی تھی۔ چنانچہ وہ انہیں ساتھ لیے ہوئے جب جمرہ عقبہ کے پاس پہنچے تو شیطان نے ایک بار پھر راستہ روکنے کی کوشش کی۔ سیدنا ابراہیم علیہ السلام نے سات کنکریاں اٹھائیں اور ہر ایک پر اللہ اکبر کہہ کر اسے مارتے چلے گئے۔ ظالم ہائے کو کار کرتے ہوئے بھاگ کھڑا ہوا۔ (مگر اتنا ڈھیٹ ہے کہ بار بار ذلیل ہونے کے باوجود باز نہیں آتا)

رنگین آگاہ اس کے فعلوں سے ہے خلق     لیکن ہوتا نہیں ہے وہ ڈھیٹ خفیف

جب دونوں باپ بیٹا جمرہ وسطیٰ کے پاس پہنچے تو پھر آ سامنے کھڑا ہوا۔ کہنے لگا: ابراہیم! میں تمہیں یہ کام ہرگز نہ کرنے دوں گا۔ آپ علیہ السلام نے پھر اسی طرح اللہ اکبر پکارتے ہوئے اسے سات کنکریاں ماریں۔

ظالم، وہاں سے چیخیں مارتا ہوا دوڑا، اور نہ جانے کہاں دفع ہو گیا۔ ❷

اللہ کے مطیع وفرمانبردار بندے، دونوں باپ بیٹا جب چلتے چلتے منیٰ میں مسجد خیف کی جگہ ایک اونچے مقام، صخرہ پر پہنچے تو جبریل علیہ السلام نے مقام نحر کی نشاندہی کی اور خود غائب ہو گیا۔

❀❀❀......❀❀❀

لیجئے جناب! اپنے تمام حسیات کو مجتمع کریں اور اس مقام کو بڑے حوصلے سے پڑھیں۔ اپنے آپ کو کم وبیش چار ہزار سال قبل جزیرہ نمائے عرب کے علاقہ حجاز میں واقع وادی بطحاء کی مشرقی جانب وادی منیٰ میں جبل ثبیر کے دامن میں صخرہ کے مقام پر لے چلئے۔ کچھ

---

❶ تفسیر ابن کثیر جلد چهارم ص ۱۸ (طبع دارالمعرفه بیروت).

❷ تفسیر ابن کثیر بحواله احمد، عن ابن عباس رضی اللہ عنہما جلد چهارم ص ۱۷ طبع بیروت.

وقت کے لیے اپنے اردگرد کے زمان ومکان کو چھوڑ دیجئے اور دور کھڑے ان دونوں عظیم باپ بیٹے کو دیکھئے، جو آج ۱۰ ذوالحجہ کی صبح ایک ایسا عمل کرنے جارہے ہیں کہ جس سے کروبیوں کے دل دہل جائیں، اور وہ اس منظر کی تاب نہ لاتے ہوئے اللہ کے ہاں سجدہ ریز ہو جائیں۔ دنیا جہان کے چرند پرند استغفار اور فضائیں خاموشی سے نظارہ کرنے لگیں۔ تمام ملائکہ وجن *حیران ہیں کہ آج یہ بوڑھا شخص کہ جسے بڑھاپے میں اس کے رب نے یہ ننھا سا کھلونا اور اس* کی امیدوں کا سہارا دیا تھا اپنے ہی ہاتھوں سے اس کے گلے پر چھری چلانے چلا ہے؟ یہ سب تماشائی اس بوڑھے کی جوانی میں بھی ایک منظر دیکھ چکے ہیں۔ اس وقت بھی سب پکار اٹھے تھے: ''رَبَّنَا عَبْدَكَ إِبْرَاهِيمَ!'' ہمارے مالک! اپنے بندے ابراہیم کو بچائیو!'' اس وقت تو اللہ نے اپنے بندے ابراہیم کو ''اپنی قدرت کے ذریعے'' بچا لیا تھا...... اور آج تو اس واقعہ سے بڑھ کر کوئی اور تماشہ ہونے والا ہے۔ دیکھیں کیا بنتا ہے۔

اس پیارے سے ننھے منے مجاہد نے سفید رنگ کا ایک لمبا کرتا پہن رکھا ہے اور اپنے رب کا حکم مانتے ہوئے اس کی راہ میں قربان ہونے کو بالکل مستعد کھڑا ہے۔ یہ مطیع وفرمانبردار ننھا مسلم اپنے عظیم باپ خلیل اللہ سے بڑی رقت آمیز باتیں کرنے لگا ہے۔

''ابو جان! میرے پاس اس قمیص کے علاوہ کوئی دوسرا کپڑا نہیں ہے کہ جس میں آپ مجھے دفن کرسکیں۔ ذبح کرنے کے بعد اسی میں ہی مجھے دفن کر دینا۔

باوا جان! جب کسی جاندار پر چھری چلتی ہے...... تو وہ تڑپنے بھی لگتا ہے ناں! آپ چھری کو بہت تیز کرلیں تاکہ کاٹنے میں آسانی رہے۔ میرے ہاتھ پاؤں خوب اچھی طرح باندھ لیں تاکہ ذبح کرتے وقت میں ہل جل نہ سکوں اور چھری چلانے میں آسانی رہے......

ابو جی! جب آپ چھری پھیرنے لگیں! تو اپنے کپڑے ضرور سمیٹ لینا تاکہ ان پر خون کے چھینٹے نہ پڑ جائیں کہ جنہیں دیکھ کر امی جان سے صبر نہ ہو سکے اور وہ رونے لگ جائیں۔

''ابو جان! مجھے ذبح کرتے وقت جی کڑا کر کے چھری پھیرنا، مبادا کہ ہاتھ کانپنے لگیں اور ہمارا یہ عمل رائیگاں جائے۔''

"بابا! میری قربانی کے بعد خود بھی صبر کرنا اور میری امی کو بھی دلاسا دینا کہ بیٹے...... تو شاید اللہ آپ کو اور بھی دے دے مگر اس کی راہ میں قربان ہونے والا اسماعیل، ممکن ہے کوئی اور پیدا نہ ہو سکے۔"

"باوا جان! چھری ذرا تیز تیز چلانا تاکہ...... موت کی گھڑیاں آسانی سے گزر جائیں اور پھر جب واپس پلٹیں تو میری ماما کو میرا سلام ضرور کہنا۔"

یہ ننھا مجاہد جیسے جیسے دل ہلا دینے والی معصومانہ گفتگو کیے چلا جارہا تھا ویسے ویسے اس کا ایک ایک لفظ ملائکہ کے دلوں میں پیوست ہوتا چلا جارہا تھا اور پھر سب کے سب اس حقیقت پسندانہ وصیت سے کانپ اٹھے۔

خلیل اللہ بھی اپنے معصوم، ہونہار اور اکلوتے لخت جگر کے جگر پاش جملوں سے صبر کا دامن ہاتھ سے چھوڑ بیٹھے اور زاروقطار رونے لگے۔ انہیں اس حالت میں دیکھ کر اسماعیل حلیم سے بھی نہ رہا گیا اور وہ بھی آپ علیہ السلام سے لپٹ کر آنکھوں سے آنسوؤں کے بادل برسانے لگا۔" [1]

چند گھڑیاں اس کیفیت میں گزری ہوں گی کہ ابراہیم خلیل اللہ کو خیال گزرا: مبادا یہ شیطانی چال نہ ہو اور ہم مجرم ٹھہریں۔ اپنے آپ کو حوصلہ دیا۔ جذبات کو تھاما اور بیٹے کو پیار کر کے خاموش کرایا۔ "اسماعیل! تم تو بڑے بہادر بچے ہو، اتنی جلدی پگھل گئے؟"

"نہیں ابو جان! یہ بات تو نہ تھی کہ مجھے موت سے خوف آیا ہو یا شیطان نے بہکایا ہو، میں تو یہ سوچ کر رو دیا کہ اللہ نے مجھے صرف ایک ہی جان دی ہے، کاش کہ ہزار دی ہوتیں اور میں ساری کی ساری اس کی راہ میں قربان کر دیتا۔" اسماعیل اپنے آنسو پونچھتے ہوئے گویا ہوا۔

"تب کوئی بات نہیں، لو! اب تیاری کریں تاکہ اللہ کے حکم میں دیر نہ ہو۔"

عظیم المرتبت خلیل اللہ نے اپنے ہونہار، حلیم اسماعیل کو قبلہ رخ لٹا کے پہلے اس کے ہاتھ پاؤں باندھے اور پھر چھری تیز کرنے لگے۔ آسمانوں پر فرشتے پروں کے پرے باندھے یہ عظیم عمل بڑی حیرانی سے دیکھنے لگے۔ سب کے جی دھڑک رہے تھے کہ زمین پہ آج کیسا

[1] روح المعانی، سورة الصافات کی آیت نمبر ۱۰۳ کی تفسیر.

انوکھا واقعہ رونما ہونے والا ہے۔ ایک اللہ کا بندہ اپنے مالک کے حکم پر اپنے اکلوتے بیٹے کو اپنے ہی ہاتھوں ذبح کردے گا؟

جب خلیل اللہ، اسماعیل کے قریب ہوئے تو اس نے عرض کیا: ''ابو! مجھے اوندھا لٹالیں یا جیسے آپ بچھڑے ذبح کرتے ہیں ناں! ویسے قبلہ رخ کرلیں تاکہ میرے چہرے پر نظریں پڑنے سے دل پسیج نہ جائے اور اس سے ارادہ میں گڑبڑ نہ ہونے پائے''

چنانچہ سیدنا ابراہیم علیہ السلام نے اسی طرح ہی کیا۔ اسماعیل کو مکہ رخ پیشانی کے بل لٹا کے اپنا بایاں ہاتھ اسی کی گدی پر رکھا اور دائیں ہاتھ سے چھری اسی کی گردن پر۔ آنکھیں بند کرکے ہاتھ کو حرکت دینا ہی چاہتے تھے کہ آواز آئی: ﴿يَـٰٓإِبْرَٰهِيمُ ۝ قَدْ صَدَّقْتَ ٱلرُّءْيَآ﴾ ''ابراہیم! (رک جاؤ، اسماعیل کو ذبح کرنے کی ضرورت نہیں۔ اللہ کے حکم پر عمل کرتے ہوئے) تم نے خواب کو سچ کر دکھایا ہے'' ﴿إِنَّا كَذَٰلِكَ نَجْزِى ٱلْمُحْسِنِينَ ۝﴾ ہم تو (آزمائشوں میں ڈال کر) اسی طرح نیکو کاروں کو (ان کی نیکیوں کا) بدلہ دیا کرتے ہیں۔'' [1]

یہ آواز جبریل کی تھی کہ جو جبل ثبیر سے آئی تھی۔ خلیل اللہ نے آواز کے رخ دیکھا تو حضرت جبریل ایک خوبصورت قسم کا مینڈھا لیے کھڑے ہیں اور سیدنا ابراہیم کو اسماعیل علیہما السلام کے ذبح کرنے سے منع کر رہے ہیں۔ پھر مسکراتے ہوئے اس مینڈھے کو نیچے اتار لائے۔ اللہ ذوالجلال کے بھیجے ہوئے پیغام کے مطابق، حضرت جبریل کی آواز سے قبل (کہ جو صرف ابراہیم علیہ السلام کو ہی سنائی دی تھی) اسماعیل آنکھیں بند کیے جب قربان ہونے کے لیے لیٹے ہوئے تھے تو اپنے آپ کو کچھ لمحوں بعد جنت میں داخل ہونے والا تصور کرنے لگے تھے۔

لو بھئی اسماعیل! چلو اپنے رب کی جنت میں، وہاں چل کے موج کریں گے، ہر طرح کے میوے، پھل کھائیں گے اور سلسبیل کا پانی پئیں گے۔ وہاں ان جنتی لڑکوں سے کھیلیں گے جو اپنے پیارے اور خوبصورت ہیں کہ:

﴿إِذَا رَأَيْتَهُمْ حَسِبْتَهُمْ لُؤْلُؤًا مَّنثُورًا ۝﴾ (الدھر: ۱۹)

---

[1] سورہ الصافات آیت نمبر ۱۰۴ تا ۱۰۵۔

''جب تو انہیں دیکھے گا تو گمان کرے گا، گویا وہ بکھرے ہوئے سچے موتی ہیں۔''

اور پھر بڑا مزا آئے گا......!

مگر وقت اپنی فطری رفتار کے ساتھ جب آہستہ آہستہ سرکتا رہا سیکنڈز، سے منٹ بنتے چلے گئے اور ابو جان کا چھری والا ہاتھ حرکت میں آتا محسوس نہ ہوا، اور نہ ہی جب کوئی آہٹ محسوس ہوئی تو آنکھیں کھول دیں۔

''یہ کیا؟......ابو مجھے ذبح کیوں نہیں کر رہے؟......کہاں جا رہے ہیں؟''

اور پھر وہ بھی اٹھ کے بیٹھ گیا۔ دیکھا تو اس کے ابو جان ایک خوبصورت سا موٹا تازہ مینڈھا پکڑ نے ایک پہاڑی کی طرف جا رہے ہیں کہ جسے لگتا ہے کسی نے قابو کیا ہوا ہو۔ اسے پکڑ کے جب ابراہیم علیہ السلام ننھے اسماعیل کے پاس آئے تو جبریل نے دونوں باپ بیٹا کو مبارک باد دی کہ اللہ نے ان کی قربانی، ذبح ہوئے بغیر ہی قبول کر لی ہے۔ اور اس کے بدلے یہ عظیم قربانی عطا کی ہے۔ پھر ان کے رب کا پیغام وسلام ان تک پہنچایا اور کہنے لگے: ابراہیم تمہارے رب کی طرف سے کچھ فرمانی پھول لے کے آیا ہوں۔

ا...... ﴿إِنَّ هَٰذَا لَهُوَ الْبَلَاءُ الْمُبِينُ ۝﴾ (الصافات: ۱۰۶)

''یقیناً (باپ کا اپنے اکلوتے بیٹے کو اپنے ہی ہاتھوں ذبح کرنے کے لیے تیار ہو جانا) یہ ایک ظاہر، کھلی آزمائش تھی''

۲...... ﴿وَفَدَيْنَاهُ بِذِبْحٍ عَظِيمٍ ۝﴾ (الصافات: ۱۰۷)

''ہم نے اس (ہونہار وحلیم بچے) کو ایک بڑی قربانی کے بدلے چھڑا لیا۔''

۳...... ﴿وَتَرَكْنَا عَلَيْهِ فِي الْآخِرِينَ ۝﴾ (الصافات: ۱۰۸)

''اور یہ کہ ہم نے اس کا (ابراہیم علیہ السلام کا) ذکر خیر بعد میں آنے والوں میں باقی رکھا ہے۔ (رہتی دنیا تک لوگ انہیں یاد کرتے رہیں گے)

۴...... ﴿سَلَامٌ عَلَىٰ إِبْرَاهِيمَ ۝﴾ (الصافات: ۱۰۹)

''ابراہیم پر ہمیشہ ہمیشہ کے لیے ہماری سلامتی ہو۔''

۵...... ﴿كَذٰلِكَ نَجْزِي الْمُحْسِنِيْنَ﴾ (الصافات: ۱۱۰)

''ہم نیک لوگوں کو اسی طرح اچھا بدلہ دیا کرتے ہیں۔''

۶...... ﴿إِنَّهُ مِنْ عِبَادِنَا الْمُؤْمِنِيْنَ﴾ (الصافات: ۱۱۱)

''بلاشبہ وہ ہمارے مومن بندوں میں سے ہے۔''

یہ مینڈھا کہ جس کا نام جرِیر تھا۔ اس کا رنگ سفید، سینگ کنڈھے، چاروں کھروں، آنکھوں اور پیٹ پر سیاہی بڑی بھلی معلوم ہوتی تھی۔ چالیس سال تک یہ مینڈھا جنت کے سر سبز و شاداب میدانوں میں چرتا رہا تھا اور فرشتے اس کے چرواہے تھے۔ اسے اللہ نے کسی خاص مقصد کے لیے تخلیق فرمایا تھا۔ (کہ جو اسماعیل کے فدیہ کے سوا کچھ نہ تھا) اسے کسی بھیڑ، بکری سے پیدا نہ کیا گیا تھا بلکہ یہ امر کن سے معرض وجود میں آیا تھا۔ اور آج بحمداللہ یہ اپنے انجام کو پہنچنے والا تھا۔

پھر دونوں باپ بیٹا نے اسی رسی کے ساتھ کہ جس سے اسماعیل کو باندھا گیا تھا، اس مینڈھے کی ٹانگیں کس کر باندھ دیں اور اسی چھری کے ساتھ کہ جس سے اسماعیل کو ذبح کیے جانا تھا، اس جنتی مینڈھے کو ذبح کیا۔

پھر خلیل اللہ اسے اپنے کاندھوں پر اٹھا کے دوحہ اور آب زمزم کے پاس اپنے گھر آ گئے۔ جب کہ ذبیح اللہ رسی، چھری اور دیگر چیزیں تھامے ان کے پیچھے پیچھے گھر میں داخل ہوئے۔

ھاجرہ اپنے بیٹے کو صحیح سلامت اور ایک مذبوح مینڈھے کو دیکھ کر ششدر رہ گئیں ''اللہ کے خلیل! میں تب سے گڑگڑا کر دعائیں مانگ رہی تھی کہ اللہ میرے بیٹے کو قبول فرمالے۔ مگر آپ تو اسے صحیح سلامت واپس لے آئے ہیں۔

اور یہ مینڈھا کہاں سے پایا؟ ماجرا کیا ہے؟

اسماعیل کو ذبح کیوں نہیں کیا؟'' ھاجرہ نے بے صبری سے ڈھیر سارے سوال کر ڈالے۔

''اللہ کی بندی! ذرا حوصلہ تو کرو...... تمہیں ساری بات بتلائے دیتے ہیں۔ لاؤ پہلے پانی پلاؤ۔'' خلیل اللہ نے پر اعتماد انداز میں جواب دیا۔ اور پھر قبل اس کے کہ ھاجرہ پانی لانے کو

اٹھتیں، اسماعیل دوڑتا ہوا گیا اور کٹورا پانی کا بھر لایا۔ تب ابراہیم علیہ السلام نے ھاجرہ کو پورا واقعہ سنا ڈالا اور خوشخبری بھی سنائی کہ اللہ ان سے راضی ہو گیا ہے۔

ھاجرہ اٹھیں، وضو کیا اور قیام و رکوع کے بعد سجدہ میں گر گئیں۔ تشکر کے آنسوؤں نے جھڑی لگا دی۔ ''اللہ! میں تیری عاجز بندی کن لفظوں سے اور کس انداز سے تیرا شکریہ ادا کروں کہ تو ہمیشہ ہمیشہ کے لیے راضی ہو جائے اور ہماری خطاؤں کو معاف کر دے۔ تمام جہانوں کے خالق و مالک اے رب کریم! تیری عظیم قدرت اور تیری ذات کے مرتبہ و جلال کو جیسے لائق ہے میں اسی طرح تیری حمد و ثنائے جمیل کرتی ہوں......''

اسی طرح کی بے شمار حمدیہ مناجات کے ساتھ ھاجرہ نے اپنے سجدوں کو پورے استغراق کے ساتھ اتنا لمبا کیا کہ ارد گرد کا کچھ ہوش نہ رہا۔ ابراہیم و اسماعیل انہیں اسی حالت میں چھوڑ کے اٹھے اور مینڈھے کی کھال اتارنے لگے۔ پھر اس کی ''سری'' کو جدا کر کے دھوپ میں رکھ دیا تاکہ خشک ہونے پر اسے بطور نشانی محفوظ کر لیا جائے۔ گوشت کو تمام بستی والوں میں تقسیم کر دیا گیا۔ بنو جرھم کو جب واقعہ کا علم ہوا تو انہوں نے اس مقدس گھرانے کو بہت عظیم جانا اور پھر ان کے دل اس خاندان کی محبت سے بھر گئے۔ ❶

سیدنا خلیل اللہ علیہ التحیہ والسلام اپنے مشن میں کامیاب و کامران واپس لوٹے اور فلسطین میں دعوتی سرگرمیوں میں مگن ہو گئے۔

❀❀❀......❀❀❀

## قوم لوط

آپ پیچھے پڑھ چکے ہیں کہ جب خلیل اللہ مصر واپس پلٹے تھے، اس وقت اللہ کے حکم

---

❶ گزشتہ واقعات کی تفصیل کے لیے روح المعانی اور ابن کثیر کی سورۃ الصافات پر شروحات...... البدایہ والنہایہ، تورات، تاریخ ابن خلدون اور دیگر ماخذ سے مدد لی گئی ہے۔

سے اپنے بھتیجے لوط علیہ السلام کو اہل سذوم اور اس کے مضافاتی چار قصبوں کی طرف بھیجا تھا کہ وہاں وہ دعوت واصلاح کا کام کریں۔

سورۃ الاسراء میں اللہ نے فرمایا ہے کہ: ''لوط علیہ السلام کو ہم نے پیغمبری، قوت فیصلہ اور علم عطا فرمایا'' تاکہ وہ بہترین انداز میں ان بستیوں والوں کو سیدھی راہ سمجھا سکیں۔

محمد بن کعب القرظی کا بیان ہے کہ یہ کل پانچ بستیاں تھیں۔ مرکزی شہر کا نام سذوم اور باقی چار قصبوں کے نام صعبه، صعود، غمره اور دوحاء تھے۔ ❶ تمام بستیوں کی کل آبادی چار لاکھ افراد تھی۔ ❷ اور بلاد شام کا یہ علاقہ غور زغر کے نام سے معروف تھا۔ ❸

غور زغر، شرق اردن میں عراق و فلسطین کے درمیان واقع تھا۔ سذوم اور اس کی یہ مضافاتی بستیاں غور زغر کی اس خوبصورت وادی میں تھیں کہ جو میلوں تک پھیلے ہوئے باغات کی وجہ سے ایک گلزار معلوم ہوتی تھی۔ اس پر جمال منظر کو دیکھ کر انسان پر مستی طاری ہونے لگتی تھی۔ اس علاقے کا سب سے زیادہ آباد اور سرسبز وشاداب حصہ وہ تھا جسے بائبل میں سدیم کی وادی کہا گیا ہے اور اس کے متعلق بائبل کا بیان ہے کہ:

''وہ...... اس سے پیشتر کہ خداوند نے سدوم اور عمورہ کو تباہ کیا، خداوند کے باغ (عدن) اور مصر کے مانند خوب سیراب تھی۔ ❹

تلمود میں اس قوم کے جو حالات لکھے ہیں، ان کے مطابق یہ قوم اخلاقی فساد کی انتہا کو پہنچ چکی تھی۔ ''ایک مرتبہ ایک عیلامی مسافر ان کے علاقے سے گزر رہا تھا۔ راستہ میں شام ہوگئی اور اسے مجبوراً ان کے شہر سذوم میں ٹھہرنا پڑا۔ اس کے ساتھ اپنا زاد راہ بھی تھا۔ کسی سے اس نے میزبانی کی درخواست نہ کی۔ بس ایک درخت کے نیچے اتر گیا۔ مگر ایک سدومی

---

❶ تفسير ابن كثير طبع دارلمعرفه بالبيروت جلد ٢ ص ٤٧١۔ ❷ ايضا جلد ٤ ص ٢٧٨۔

❸ فتح البارى طبع دارنشر الكتب الاسلاميه بلاهور، پاکستان جلد ٦ ص ٤١٥۔

❹ پیدائش باب نمبر ١٣ آیت نمبر ١٠۔

اصرار کے ساتھ اٹھا کر اسے اپنے گھر لے گیا۔ رات اسے اپنے ہاں رکھا اور صبح ہونے سے پہلے اس کا گدھا، زین اور مال تجارت سمیت غائب کر دیا۔ اس نے شور مچایا، مگر کسی نے اس کی فریاد نہ سنی۔ بلکہ بستی کے لوگوں نے اس کا رہا سہا مال لوٹ کر اسے نکال باہر کیا۔

ایک مرتبہ سیّدہ سارہ نے حضرت لوط علیہا السلام کے گھر والوں کی خیریت دریافت کرنے کے لیے اپنے غلام العیزر کو سذوم بھیجا۔ العیزر جب شہر میں داخل ہوا تو اس نے دیکھا کہ ایک سذومی کسی اجنبی کو مار رہا ہے۔ العیزر نے اسے شرم دلائی کہ تم بے کس مسافروں سے ایسا سلوک کرتے ہو؟ تو جواب میں اس کا سر بھی سر بازار پھوڑ دیا گیا۔

اسی طرح ایک دفعہ کوئی غریب آدمی کہیں سے ان کے شہر میں آ نکلا، مگر کسی نے اسے کھانے کو کچھ نہ دیا۔ وہ فاقے سے بدحال ہو کر ایک جگہ گر پڑا تھا کہ حضرت لوط علیہ السلام کی ایک بیٹی نے اسے دیکھ لیا۔ اس نے اس کے لیے کھانا بھیج دیا، اس پر حضرت لوط علیہ السلام اور ان کی بیٹی کو سخت ملامت کی گئی اور انہیں دھمکیاں دی گئیں کہ ان حرکتوں کے ساتھ تم لوگ ہماری بستی میں نہیں رہ سکتے۔

اس طرح کے متعدد واقعات بیان کرنے کے بعد تلمود کا مصنف لکھتا ہے کہ اپنی روزمرہ کی زندگی میں یہ لوگ سخت ظالم، دھوکہ باز اور بدمعاملہ تھے۔ کوئی مسافر ان کے علاقے سے بخیریت نہ گزر سکتا تھا۔ کوئی غریب ان کی بستیوں سے روٹی کا ایک ٹکڑا نہ پا سکتا تھا۔ حالانکہ دولت و نعم کی وہاں فراوانی تھی۔ بارہا ایسا ہوتا کہ باہر کا آدمی ان کے علاقے میں پہنچ کر فاقوں مر جاتا اور یہ اس کے کپڑے اتار کر اس کی لاش کو برہنہ دفن کر دیتے۔ بیرونی تاجر اگر شامت کے مارے وہاں چلے جاتے تو برسرعام لوٹ لیے جاتے اور ان کی فریاد کو ٹھٹھوں میں اڑا دیا جاتا۔ [1]

چنانچہ قرآن نے بھی اس قوم کے بعض قبیح افعال کے بارے میں ذکر فرمایا ہے۔ سورۃ الاعراف، النمل اور العنکبوت میں اس قوم کے ذکر پر مفسرین نے بیان کیا ہے کہ:

(۱) یہ پوری کی پوری قوم لونڈے باز تھی اور ان کا کوئی بھی فرد اس گندے فعل سے بچا

---

[1] سیرت سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم مولانا مودودی، جلد اول حصہ دوم باب نمبر ۱۳ فصل نمبر ٦۔

ہوا نہ تھا۔ (۲) اس برے کام کی ابتدا بھی اس قوم سے ہوئی تھی۔ یہ فعل بد ان سے قبل ناپید تھا۔ (۳) یہ لوگ ڈاکہ زنی بھی کرتے تھے اور مسافروں کا مال لوٹ کر انہیں قتل کر دیا کرتے تھے۔ (۴) لواطت والا برا کام سر عام اپنی مجلسوں میں کیا کرتے تھے اور دیکھنے والے اس سے لطف اندوز ہوتے تھے۔ (۵) اپنی مجلسوں میں دبروں سے با آواز بلند ہوا خارج کرتے، اس پر ٹھٹھہ مارتے اور تبصرہ کرتے۔ (۶) لڑائی کے لیے کتے، مینڈھے اور مرغ پالتے اور پھر شرطیں باندھ کر ان کی لڑائی دیکھتے۔ (۷) اللہ کی شریعت کا مذاق اڑاتے، پیغمبروں کی تضحیک کرتے اور کھلم کھلا شرک کرتے۔ (۸) راہ چلتوں پر آوازے کستے، ان پر کنکر اور پتھر پھینکتے، سیٹیاں بجاتے، کبوتر بازی کرتے، سر عام ننگے ہو جاتے اور کوئی کسی کو روکتا نہ تھا۔ (۹) مردوں کی طرح عورتیں بھی عورتوں سے برہنہ ہو کر سر عام شہوت رانی کرتیں۔

گویا پوری قوم بے غیرتی اور بے حیائی میں اس قدر مگن ہوئی اور اللہ کی بغاوت میں اتنی آگے بڑھ گئی کہ پیغمبروں (ابراہیم ولوط علیہما السلام) کی سالہا سال کی محنت اور نصیحت نے ان پر ذرا بھر اثر نہ کیا۔ ❶

ایک بار حضرت لوط علیہ السلام بھرے مجمع کو وعظ ونصیحت کرتے ہوئے فرمانے لگے: ''کیا تم ایسی بے شرمی کا کام (اغلام بازی) نہیں کرتے کہ جو تم سے پہلے سارے جہان میں کبھی کسی نے نہ کیا تھا؟ تم عورتوں کو چھوڑ کر مردوں سے اپنی جنسی خواہش پوری کرتے ہو، اور اس معاملے میں جانوروں سے بھی چار ہاتھ آگے تم نکل گئے ہو۔'' کیا تمہیں اللہ کا خوف نہیں رہا؟

تو ان کی قوم جواب میں کہنے لگی: ﴿اَخْرِجُوْهُمْ مِنْ قَرْيَتِكُمْ اِنَّهُمْ اُنَاسٌ يَّتَطَهَّرُوْنَ﴾ انہیں اپنی بستی سے نکال باہر کرو۔ یہ تو بڑے پاکباز لوگ ہیں۔ ❷ ان کا یہاں کیا کام؟ (یہ بات انہوں نے تمسخر سے کہی)

تو حضرت لوط علیہ السلام کہنے لگے، بے وقوفو! ''میں تمہارا پیغمبر ہوں۔ اللہ سے ڈرو اور میری

---

❶ تفسیر ابن کثیر اور انجیل (عہد نامہ قدیم) باب نمبر ۱۹۔۱۸۔

❷ سورۃ الاعراف آیت نمبر ۸۰تا۸۲ اور الشعراء نمبر ۱۶۵تا۱۶۶۔

اطاعت کرو۔ اس وعظ ونصیحت پر میں تم سے کوئی بدلہ نہیں مانگتا۔ میرا اجر تو اللہ رب العالمین کے ذمے ہے۔" ❶

قوم کہنے لگی: "اے لوط! (بہت ہوگیا) اگر تم باز نہ آئے تو یقیناً شہر بدر کر دیے جاؤ گے۔" ❷

چنانچہ جب لوط علیہ السلام نے دیکھا کہ وہ اپنی بد افعالیوں سے باز نہیں آرہے اور اپنی بدکرداریوں پر بضد ہیں تو...... فرمایا: "میں تمہارے اس کام سے بہر حال بیزار ہوں۔" ❸ اور تمہیں برے کاموں سے باز رہنے کی نصیحت کرتا رہوں گا۔ کیونکہ اغلام بازی والے غیر فطری فعل کا میں سخت مخالف ہوں۔ اور یاد رکھو! اگر تم باز نہ آئے تو ایک دن تمہیں اللہ کا عذاب ضرور آلے گا اور پھر تم تباہ کر دیے جاؤ گے۔ لہٰذا تمہارے لیے بہتر یہ ہے کہ اس دن کے آنے سے پہلے پہلے تائب ہو جاؤ اور اللہ کے نیک بندے بن جاؤ......

تو بجائے اس کے کہ وہ سیدھی راہ اختیار کرتے اور اپنی بدبختی کو آواز نہ دیتے۔" کہنے لگے: (ہمیں ہماری حالت پر چھوڑ دو اور) اگر تم اپنے اس دعوے میں سچے ہو تو جاؤ، اللہ کا عذاب ہم پر لے آؤ۔" ❹

آپ علیہ السلام اپنے گھر تشریف لے آئے اور اپنے رب سے گڑ گڑا کر التجا کی: "اے میرے پروردگار! ان فسادی لوگوں پر میری مدد فرما۔" ❺ (انہیں تباہ و برباد کر دے کیونکہ اب یہ ماننے والے نہیں اور) اے میرے رب! مجھے اور میرے گھر والوں کو ان کے فعلوں کے وبال سے نجات دے۔" ❻

## دوسرے بیٹے کی بشارت اور معزز مہمان

مکہ میں اسماعیل کے بدلے "ذبح عظیم" والے واقعہ کو سال بھر کا عرصہ بیتا ہو گا کہ خلیل

---

❶ سورۃ الشعراء آیت نمبر ۱۶۲ تا ۱۶٤۔ ❷ ایضاً ۱٦۷۔ ❸ الشعراء: ۱٦۸

❹ سورۃ العنکبوت آیت نمبر ۲۹۔ ❺ ایضاً ۳۰۔

❻ سورۃ الشعراء آیت نمبر ۱٦۹۔

اللہ کچھ پریشان سے رہنے لگے، کیونکہ کافی دنوں سے کوئی مہمان نہ آرہا تھا کہ جس کی آپ ضیافت کرتے اور اس کے ساتھ مل کر کھانا کھاتے ❶...... پھر اچانک ہی ایک دن باہر تین افراد آپ کی طرف آتے ہوئے دکھائی دیے۔ سب کے سب نہایت خوبصورت اور قوی الجثہ نوجوان تھے۔ خوش شکل ہونے کے ساتھ ساتھ ان کا ڈیل ڈول نہایت ہی بھلا تھا۔ کالی سیاہ داڑھیاں دمکتے ہوئے چہروں پر بہت ہی بھلی معلوم ہو رہی تھیں۔ شکلیں بتا رہی تھیں کہ کسی دور دراز کے علاقے سے آئے ہوں، مگر لباسوں پر سفر کے آثار بالکل نہ تھے۔ جب وہ خلیل اللہ کے قریب پہنچے تو آپ علیہ السلام نے اپنے جی میں سوچا کہ یہ تو کوئی اجنبی لوگ ہیں اور اپنی ہیئت کذائی کے اعتبار سے پردیسی معلوم ہوتے ہیں۔ ❷

انہوں نے قریب پہنچ کے السلام علیکم کہا، جواب میں خلیل اللہ نے نہایت خندہ پیشانی سے وعلیکم السلام کہتے ہوئے سب سے مصافحہ کیا اور انہیں مہمان خانے میں لے آئے۔ کچھ دیر کے لیے ان سے اجازت چاہی اور پھر ان سے پوچھے بغیر ہی اپنے خادم کو ایک موٹا تازہ بچھڑا ذبح کرنے کا حکم دیا۔ بنا سنوار کر کوئلوں اور پتھروں سے تیار کیے گئے انگاروں پر اسے خوب اچھی طرح بھونا۔ پھر حضرت سارہ رضی اللہ عنہا سے مخاطب ہوئے کہ آج ہمارے ہاں کچھ معزز مہمان آئے ہیں آؤ مل کے ان کی خدمت کریں۔ کچھ ہی دیر میں بھنا ہوا بچھڑا اور باقی سامان ضیافت مہمانوں کے سامنے لا حاضر کیا۔ مہمانوں کی تکریم کے لیے خود ان کے ساتھ بیٹھ گئے اور سارہ کو قریب ہی کھڑے رہنے کا حکم دیا کہ کسی چیز کی ضرورت پیش آئے تو فوراً حاضر کرسکیں۔

معزز مہمانوں کو مرحبا کہا اور انہیں کھانے کی دعوت دی۔ مگر مہمان ہیں کہ کھانے کی طرف آ ہی نہیں رہے۔ جب ابراہیم علیہ السلام نے دیکھا کہ مہمانوں کے ہاتھ کھانے کی طرف نہیں بڑھ رہے تو جی ہی جی میں ڈرے کہ کہیں یہ دشمن نہ ہوں اور کسی برے ارادے سے

---

❶ الکامل میں ابن اثیر نے پندرہ دن کا ذکر کیا ہے کہ کوئی مہمان نہ آرہا تھا۔ دیکھیے: الکامل جلد اول ص ٦٨۔

❷ سورۃ الذاریات کی آیت نمبر ٢٥ پر حاشیہ اشرف الحواشی۔

آئے ہوں۔ کیونکہ اس دور کا قاعدہ تھا، اگر کسی کے ہاں برے ارادہ سے جاتے تو اس کا کھانا نہ کھاتے۔ میزبان سمجھ جاتا کہ مہمان کی نیت ٹھیک نہیں لگتی۔ ❶ لہٰذا ڈرتے ڈرتے پوچھا: ﴿اَلَا تَاْكُلُوْنَ﴾ بھائی تم کھاتے کیوں نہیں؟ ❷

تو وہ کہنے لگے: ''ابراہیم! ہم قیمت ادا کیے بغیر کھایا نہیں کرتے'' ابراہیم علیہ السلام کو تھوڑا سا حوصلہ ہوا، فرمایا: ہاں اس کھانے کی قیمت بھی ہے۔

انہوں نے پوچھا: وہ کیا؟...... تو آپ نے کہا: ''تَذْكُرُوْنَ اسْمَ اللّٰهِ عَلٰى اَوَّلِهٖ وَتَحْمَدُوْنَهُ عَلٰى آخِرِهٖ. ''......اس کے شروع میں بسم اللہ پڑھ لو اور آخر میں الحمدللہ کہہ لینا۔ مہمانوں نے ایک دوسرے کی طرف دیکھا اور جی ہی میں کہنے لگے: اسی لیے تو اللہ نے انہیں اپنا خلیل چنا ہے۔ تب انہوں نے اصل راز کی بات کھولی اور کہنے لگے: آپ ڈریں نہیں، ہم تینوں جبریل و میکائیل اور اسرافیل فرشتے ہیں۔ ❸ ہمیں آپ کو ایک صاحب علم بیٹے کی بشارت دینے کے لیے بھیجا گیا ہے کہ جس کا نام اسحاق ہوگا۔ اور پھر جب اسحاق بڑا ہو کر شادی کرے گا تو اسے اللہ کریم یعقوب نام کا صالح بیٹا عطا فرمائے گا۔ ❹

ان کی یہ باتیں سن کر دونوں میاں بیوی ہکے بکے رہ گئے اور پھر سارہ ہنستے ہوئے آگے بڑھیں، اپنے منہ پر دونوں ہاتھ مار کے بڑے تعجب سے کہنے لگیں: ''اے ہے، دوئی نوج، کیا میں اب بچہ جنوں گی؟ جب کہ میں بڑھیا بانجھ اور میرے میاں بھی بوڑھے پھونس ہو چکے، یہ تو بہت اچنبھے کی بات ہوگی۔

تو فرشتے کہنے لگے: کیا آپ اللہ رب العالمین کی قدرت پر تعجب کرتی ہیں؟ اے اہل خانہ تم پر اللہ کی خاص رحمت و برکت ہے۔ کیونکہ انہیں باتوں سے تو وہ تعریف کیا جاتا اور وہ بڑا احسان کرنے والا ہے۔ ❺ اور پھر کہنے لگے کہ یہ خوشخبری تمہارے رب کا فرمان ہے۔ کیونکہ

❶ الانس الجلیل بتاریخ القدس والخلیل جلد اول ٦٠. ❷ سورۃ الذاریات، آیت ٢٧.
❸ تفسیر ابن کثیر جلد ٤ ص ٢٥٢.
❹ الذاریات آیت نمبر ٢٨ اور سورہ ہود ٧١. ❺ سورہ ہود آیت نمبر ٧٢تا٧٣.

وہ صاحب حکمت اور ہر چیز کا جاننے والا ہے۔ ❶ ہم اپنی طرف سے کچھ نہیں کہہ رہے۔

سارہ کی طرح ابراہیم علیہ السلام بھی حیرت انگیز لہجے میں گویا ہوئے: جب مجھے بڑھاپے نے آلیا تو تم خوشخبری دینے آگئے ہو؟ اب کاہے کی خوشخبری دیتے ہو؟ انہوں نے کہا: ہم آپ کو سچی خوشخبری دیتے ہیں، آپ مایوس نہ ہوں۔ تو خلیل اللہ فرمانے لگے: اللہ کی رحمت سے میں نا امید کیونکر ہونے لگا؟ اس سے مایوس ہونا تو گمراہوں کا کام ہے۔

بائبل کے باب پیدائش میں ہے کہ اس وقت ابراہیم علیہ السلام کی عمر ۱۰۰ سال اور حضرت سارہ کی عمر نوے سال تھی جب کہ روح المعانی، الکشاف اور القرطبی میں سورہ ابراہیم کی آیت نمبر ۳۹ کی تفسیر پر جناب عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کی روایت سے حضرت خلیل اللہ کی عمر۔ عند ولادۃ اسحاق۔ ۱۱۲ سال درج ہے۔ اُدھر ابن خلدون اور ابن کثیر نے بائبل کی موافقت کی ہے اور یہی بات زیادہ راجح ہے۔

جب یہ باتیں ہوچکیں، دونوں میاں بیوی مطمئن ہوگئے اور ان کے دل خوشی سے بھر گئے تو ابراہیم علیہ السلام نے پوچھا: ''اللہ کے نمائندو! اس کے علاوہ تمہیں اور اہم کام کیا ہے؟ تو وہ کہنے لگے: ہمیں مجرموں کی ایک قوم (قوم لوط) کی طرف بھیجا گیا ہے۔ (کہ انہیں نیست ونابود کردیں۔) ❷ اور پھر کہنے لگے کہ ہم اس بستی کے رہنے والوں کو ضرور ہلاک کریں گے کیونکہ یہاں کہ رہنے والے بہت بڑے نافرمان ہیں۔ ❸

''بلاشبہ ابراہیم علیہ السلام بڑے بردبار، نرم دل اور اللہ سے رجوع کرنے والے تھے۔'' ❹

لہٰذا جب انہوں نے یہ سنا کہ اللہ کے فرشتے قوم لوط کو تباہ کرنے کے لیے آئے ہیں تو وہ ان سے مجادلہ کرنے لگے، کہ شاید اللہ کا عذاب ان سے ٹل جائے اور وہ راہ راست پر آ کر اس کے غضب سے بچ جائیں۔ کہنے لگے: ''کیا تم ایسی بستی کو تباہ کرو گے جس میں تین سو مومن بندے رہتے ہوں؟ انہوں نے جواب دیا: نہیں۔ تو پوچھا: کیا تم اس بستی کو برباد کردو گے کہ

---

❶ الذاریات آیت نمبر ۳۰۔ ❷ سورۃ الحجر آیت نمبر ٥٤ تا ٥٨۔

❸ سورۃ العنکبوت آیت نمبر ۳۱۔ ❹ سورہ ہود آیت نمبر ۷۵۔

جس میں دوسو اہل ایمان رہتے ہوں؟ انہوں نے کہا: نہیں۔

پھر پوچھا: کیا تم ایسے گاؤں کو تباہ کر دو گے کہ جس میں چالیس مسلمان رہتے ہوں؟ انہوں نے جواب دیا کہ نہیں۔

تب پوچھا: تیس؟ کہنے لگے: نہیں۔

بیس؟ کہا: نہیں۔

پانچ؟ جواب ملا: نہیں۔

تب آخر میں پوچھا: کیا خیال ہے اگر وہاں ایک ہی مسلمان ہو تو کیا ایسی بستی کو تباہ کر دو گے؟ کہنے لگے: بالکل نہیں۔

تو ابراہیم خلیل اللہ نے کہا: (جس بستی کو تباہ کرنے جا رہے ہو) اس میں تو (اللہ کا پیغمبر) لوط علیہ السلام بھی ہے۔ تو انہوں نے کہا کہ جو لوگ یہاں رہتے ہیں ہمیں ان سب کی خبر ہے۔ ہم لوط علیہ السلام کو اور ان کے گھر والوں کو بچالیں گے۔ سوائے اس کی بیوی کے کیونکہ وہ پیچھے رہنے والوں میں ہوگی۔'' ❶

''ابراہیم! اب یہ خیال چھوڑ دیں، اس معاملے میں تیرے مالک کا فیصلہ ہو چکا ہے اور ان پر وہ عذاب آنے والا ہے جو ٹل نہیں سکتا۔'' ❷ اور پھر عذاب کی بعض جزئیات بھی بتا دیں۔ کہنے لگے: ''ہمیں اس گنہگار قوم کی طرف اس لیے بھیجا گیا ہے کہ ہم ان پر مٹی کے وہ سخت پتھر برسائیں کہ جن پر تیرے رب کی طرف سے ہر مجرم کا نام درج ہے'' ❸ تا کہ اسی سے وہ ہلاک ہو۔

اللہ ذوالجلال کا یہ فیصلہ ان فرشتوں کی زبانی سن کے حضرت سارہ رضی اللہ عنہا خوشی سے ایک بار پھر ہنس دیں کہ چلو اچھا ہوا۔ اس مجرم قوم کو نیست و نابود کر دیا جائے گا کہ وہ بغاوت میں انتہا کو پہنچ چکی تھی۔ اللہ کے رسولوں کو انہوں نے بہت ستا رکھا تھا۔

---

❶ سورة العنکبوت آیت نمبر ٣٢۔ ❷ سورہ هود نمبر ٧٦۔

❸ سورة الذاريات نمبر ٣٢تا٣٤۔

چنانچہ اللہ کے برگزیدہ فرشتوں نے خلیل اللہ کو بیٹے اور پوتے کی خوشخبری سنانے کے بعد، قوم لوط کے لیے اللہ کا فیصلہ سنا کے وہاں سے کوچ کی اجازت چاہی اور غورزغر کی طرف چل دیے۔

(یہاں پر ایک انتہائی اہم سوال ہے جسے ہم قوم لوط کی تباہی کا ذکر کرنے کے بعد اٹھائیں گے اور اس کا جواب بھی دیں گے۔ ان شاء اللہ)

## انوکھی تباہی

جیسا کہ اوپر گزر چکا ہے، حضرت لوط علیہ السلام بابل کے رہنے والے اور سیدنا ابراہیم علیہ الصلوۃ والسلام کے بھتیجے تھے۔ اللہ کے حکم سے ہی آپ علیہ السلام نے انہیں سدوم کی ہدایت کے لیے وہاں بھیجا تھا اور یہیں پر حضرت لوط نے انہی کی ایک عورت سے شادی کی تھی کہ جس کا نام والہہ تھا۔ ❶ اس سے آپ کی دو بیٹیاں ہوئیں۔ بڑی کا نام ریثا اور چھوٹی کا نام ذعرتا تھا۔ ❷ یہ بھی آپ پڑھ چکے ہیں کہ غورزغر انتہائی شاداب علاقہ تھا، جسے ایک بڑی نہر سیراب کرتی تھی کہ جو آج کل نہر اردن کے نام سے معروف ہے۔ اس نہر کے مغربی کنارے پر حضرت لوط علیہ السلام کی زمین تھی، جس پر وہ کاشتکاری کرتے تھے۔ یہ بھی یاد رکھئے کہ حضرت خلیل اللہ کا علاقہ غورزغر سے شمال مغرب میں واقع تھا جب کہ حضرت لوط کی زمین سدوم کے بالکل شمال میں تھی کہ جہاں سے مذکورہ نہر اس سرسبز و شاداب وادی میں اترتی تھی۔

غورزغر اور اس کے اہالیان کی زندگی کا یہ آخری دن تھا اور دوپہر کا وقت۔ لوط علیہ السلام اپنی کاشتکاری میں مصروف تھے۔ ریثا ان کے کام کاج میں ہاتھ بٹا رہی تھی اور ذعرتا نہر سے پانی

---

❶ قال السهيلي۔ البدايه والنهايه جلد اول ص ۱۷۰۔

❷ قال السدی۔ البدايه والنهايه جلد اول ص ۱۶۸۔

لینے گئی ہوئی تھی کہ اسے شمال مغربی جانب سے تین آدمی دکھائی دیے۔ وہ انہیں دیکھنے کو ٹھہر گئی کہ نہ جانے کون اجنبی ہیں اور کہاں کا ارادہ رکھتے ہیں؟ کہیں اس کے ابو جان سے ملنے والے نہ ہوں؟ جب وہ قریب پہنچے تو ذعرتا انہیں دیکھ کر ششدر رہ گئی۔ تینوں بانکے سے امرد نوجوان، نہ مونچھ نہ ڈاڑھی، عمریں یہی کوئی پندرہ اور سترہ سال کے دوران، اتنے خوبصورت کہ بڑی بڑی حسیناؤں کو مات دے رہے تھے، کشادہ پیشانیاں، دودھیا رنگت، سرخی مائل دمکتے ہوئے رخسار، تیکھے نقوش، گلابی ہونٹ، کالے سیاہ بال، سفید لباس اور اوپر سے نخرے بھری چال۔ بس اللہ کی پناہ۔ ❶

ذعرتا تو انہیں دیکھ کر دہل گئی کہ اگر یہ مسافر ہماری بستیوں کا ارادہ رکھتے ہیں تو پھر اللہ ہی ان کا محافظ ہے۔

قریب پہنچ کے پہلے انہوں نے سلام کیا اور پھر ایک نے نخریلی ادا کے ساتھ پوچھا: ''اجی! کیا ہمارے ٹھہرنے کا یہاں کوئی بندوبست ہوسکتا ہے؟ آج کی رات ہم اس شہر میں گزارنا چاہتے ہیں۔''

بچی ان کی یہ گزارش سن کر تھرا گئی۔ کہنے لگی: ''آپ یہیں ٹھہریں میں اپنے ابو جان کو بھیجتی ہوں، وہی آپ کو بتا سکیں گے۔'' پھر اس نے گاگر اٹھائی اور تیز تیز چلتی ہوئی کھیتوں میں آ گئی۔ اپنے ابو جان کو آنے والے مہمانوں کے متعلق پوری تفصیل سے بتایا کہ وہ آج کی رات شہر میں گزارنا چاہتے ہیں۔ حضرت لوط علیہ السلام بھاگتے ہوئے ان کے پاس پہنچے اور جب ان تینوں لڑکوں کو دیکھا تو ٹھٹھک کر رہ گئے۔ پوچھا: ''بیٹے! اجنبی لگتے ہو کہاں کا ارادہ ہے؟'' ❷

''جی!...... وہ ایسا ہے کہ ہم بہت...... دور سے آئے ہیں اور اگلا سفر بھی دور کا ہے۔ اس لیے آج کی رات ہم یہاں گزارنا چاہتے ہیں۔'' ان میں سے جو تھوڑا سا بڑا معلوم ہوتا تھا، اس نے انتہائی مودبانہ لہجے میں التجا کی۔

---

❶ تفسیر ابن کثیر۔ سورۃ القمر آیت نمبر ۳۷ سے استفادہ کے ساتھ۔

❷ سورۃ الحجر آیت نمبر ٦٢ کا مفہوم.

لوط علیہ السلام کچھ کہنا چاہتے تھے کہ جلدی سے دوسرا بول پڑا: ''نہیں نہیں حضرت صاحب! اگر آپ یہ کہنا چاہتے ہیں کہ ہم یہیں کھیتوں میں رات بسر کر لیں، تو یہ کیسے ممکن ہے؟ نہ یہاں مکان نہ رہائش، نہ بستر نہ کھانا، اوپر سے درندوں کا خوف۔ آپ ماشاء اللہ نیک اور صاحب عقل معلوم ہوتے ہیں، اگر ہمیں کسی بھیڑیے وغیرہ نے کھا لیا تو آپ اپنے رب کو کیا جواب دیں گے؟''

''ایک بات اور بھی ہے ناں جی! ہم...... بحمداللہ مسلمان ہیں اور سب مسلم بھائی بھائی ہوتے ہیں۔ ایک مسلمان کی مہمان نوازی کرنا اور اس کی ضرورتوں کا خیال رکھنا دوسرے مسلمانوں پر واجب ہوتا ہے۔ کیا اس ناطے آپ ایک رات بھی ہمیں اپنے پاس نہیں ٹھہرا سکتے؟'' تیسرا بھی جلدی سے بول پڑا۔

ایک طرف ان کی معصومانہ التجا، دینی تعلق اور غربت وطن! دوسری طرف اہل سدوم کی خباثت...... یہ ساری باتیں سوچ کے حضرت لوط علیہ السلام مزید پریشان ہو گئے۔ چند لمحے خاموش رہے اور پھر بادل نخواستہ گویا ہوئے: چلو...... ٹھیک ہے...... آج تم میرے ہاں رہو۔ مگر شرط یہ ہے کہ:

(۱) گھر سے باہر نہیں نکلو گے۔ اور (۲) صبح اندھیرے منہ یہاں سے کوچ کر جاؤ گے۔''

''ہمیں منظور ہے۔'' تینوں بیک زبان بول پڑے۔

''ایک اور بات بھی ہے۔ ہم یہاں سے قبل از مغرب چلیں گے تاکہ میں اپنا کام کاج نبٹا لوں اور یہ کہ......'' اگلی بات ادھوری چھوڑتے ہوئے لوط علیہ السلام نے انہیں تب تک کے لیے وہیں پر آرام کرنے کو کہا اور بوجھل قدموں کے ساتھ وہاں سے چلتے ہوئے اپنی بیٹیوں کے پاس آ گئے۔

ریثا اور ذعرتا انہیں تھکے ماندے سے اور سوچوں میں ڈوبے اپنی طرف آتے دیکھ کر کھڑی ہو گئیں اور پوچھا: ''ابو جان! کیا ہوا؟ مہمان چلے گئے؟''

''نہیں بیٹے! وہ تو رات ہمارے ہاں گزارنے پر بضد ہیں اور ہیں بھی ہمارے مسلمان

بھائی۔ بتائیں کیا کریں؟ سخت مشکل میں پھنس گئے ہیں۔ آج کا دن تو سخت آزمائش کا دن ہے۔ ❶ نہ انہیں چھوڑنے کو دل چاہتا ہے کہ کہیں اس ملعون قوم کے ہتھے نہ چڑھ جائیں اور نہ ہی ساتھ لے جانے کی جرأت ہے کہ اپنا یہاں کوئی خیش قبیلہ بھی نہیں جو مشکل وقت ہماری مدد کو آئے گا۔ نہ ہی کوئی جائے پناہ ہے کہ جہاں انہیں لے جا کر ٹھہراؤں، اوپر سے تم دونوں بچیاں، میری کیا مدد کر سکو گی؟''

اور پھر کچھ دیر خاموش رہنے کے بعد کہا: ''بیٹھ جاؤ بیٹے! آج بہت بڑی آزمائش میں پڑ گئے ہیں۔ آؤ تینوں مل کر اللہ ذوالجلال سے دعا واستغفار کریں کہ وہ ہماری مدد فرمائے اور ہمارے لیے کوئی سبیل پیدا کرے۔

تینوں نے وضو کیا، عصر کی نماز ادا کی اور اپنے رب سے گڑگڑا کر دعائیں مانگیں: ''اے رب ذوالجلال ہم تیرے ناتواں بندے، آج آزمائش میں پڑے ہیں۔ صرف تو ہی ہمارا مددگار ہے۔ ہمیں سرخرو فرمانا......''

لوط علیہ السلام دعا مانگتے رہے اور بیٹیاں آمین کہتی رہیں یہاں تک کہ اللہ نے ان کے دل سکون واطمینان سے بھر دیے۔

حضرت لوط علیہ السلام غروب آفتاب سے کچھ پہلے اپنے مہمانوں اور بیٹیوں کو ساتھ لیے کھیتوں سے شہر کی طرف روانہ ہو گئے۔ اپنی قوم کی بدکرداری کی وجہ سے انہیں راستہ میں یہ خیال ستاتا رہا کہ میری قوم ان مہمانوں کے ساتھ برا سلوک ضرور کرے گی، تب میں میں کیا کر سکوں گا۔ اور اگر میں ان مسافروں کو اپنی پناہ میں نہیں رکھتا تو انہیں رات کہیں اور گزارنا پڑے گی، جس کے معنی ہوں ہے کہ میں انہیں خود بھیڑیوں کے حوالے کر رہا ہوں۔ اگر یہ اب بھی واپس مڑ جائیں تو بہت ہی بہتر ہے۔ ان سے کہنے لگے: ''بچو! دیکھو بات یہ ہے کہ اس شہر کے لوگ بہت برے ہیں۔ تمام گندی برائیاں ان میں پائی جاتی ہیں۔ حتیٰ کہ......! ان سے بڑھ کر دنیا میں اس وقت کوئی خبیث قوم نہیں۔ آہ! میں تمہیں کہاں لے جاؤں؟ تم سمجھتے

❶ سورہ ھود آیت نمبر ۷۷.

کیوں نہیں؟"

مگر مہمانوں کے کانوں پر جوں تک نہ رینگی، وہ سر نیہوڑے ساتھ ساتھ چلتے رہے اور اور کوئی جواب نہ دیا۔ پھر ان میں سے ایک نے باقی دونوں کی طرف اس انداز سے اشارہ کیا کہ جیسے اس نے ایک گنا ہو۔

تھوڑی دور جا کر حضرت لوط علیہ السلام نے انہیں مخاطب کر کے یہی الفاظ پھر دہرائے اور مہمانوں سے گزارش کی کہ وہ واپس چلے جائیں اور کھیتوں میں جا کر رات بسر کر لیں۔ مگر ان پر پھر کوئی اثر نہ ہوا۔ وہ گردنیں جھکائے ساتھ ساتھ چلتے رہے اور اور کوئی جواب نہ دیا۔

اس خوبرو نے اپنے ساتھیوں کی طرف دو انگلیوں سے اشارہ کیا کہ جیسے اس نے حضرت لوط کی یہ گزارش دو دفعہ گن لی ہو۔ اس کے ساتھی کن انکھیوں سے دیکھ کر ہلکے سے مسکرا دیے۔ اور پھر جب شہر کے بالکل قریب پہنچ گئے تو لوط علیہ السلام نے گویا رو دینے والے انداز میں اپنی گزارش کو تیسری بار پھر دہرایا، مگر مہمانوں کی طرف سے کوئی جواب نہ پا کر بوجھل قدموں کے ساتھ بڑھتے رہے۔

موقع پا کر اسی نوجوان نے کہ جو دوسروں سے ذرا بڑا معلوم ہوتا تھا تین انگلیوں کے ساتھ اپنے ہمراہیوں کی طرف اشارہ کرتے ہوئے مسکرا دیا اور پھر دائیں ہاتھ کی مٹھی بند کر کے انگوٹھے سے کلیرنس کا اشارہ دیا کہ جیسے حجت پوری ہوگئی ہو اور اب وہ کچھ بھی کر سکتے ہیں۔

مغرب اور عشاء کے درمیان کہ جب شفق غائب ہو چکی تھی، حضرت لوط علیہ السلام مہمانوں سمیت اپنے گھر میں آ داخل ہوئے۔ وہ اللہ کا شکر ادا کرنے لگے کہ راستے میں انہیں کسی نے نہیں دیکھا تھا۔ مہمانوں کو جلدی سے مہمان خانے میں بٹھایا اور دوڑ کر باہر کا دروازہ بند کر دیا تاکہ کوئی بھی انہیں دیکھ نہ سکے۔ مگر یہ بات بھول گئے کہ گھر میں ان کی ایک فتنہ پرور بیوی بھی ہے اور پھر وہی ہوا کہ جس کا خطرہ تھا۔ والھہ گھر کے دوسرے حصے میں تھی کہ اچانک کسی کام سے مہمان خانے کی طرف آ نکلی۔ حضرت نوح علیہ السلام کی بیوی والغہ کی طرح یہ بھی ایک بدبخت عورت تھی۔ [1] فاحشہ اور

[1] البدایہ والنہایہ جلد اول ص ۱۷۰.

بدکار تو نہ تھی مگر اپنے خاوند حضرت لوط کی ساری باتیں اور ان کے پاس ٹھہرنے والے مہمانوں کے متعلق اپنی قوم کو ساری رپورٹ جا کر دے آیا کرتی تھی۔ کیونکہ اہل سدوم نے لوط علیہ السلام کو منع کر رکھا تھا کہ وہ کسی اجنبی شخص کو اپنے ہاں نہیں ٹھہرائیں گے۔ چغل خوری کے ساتھ ساتھ یہ عورت ان پر ایمان بھی نہ لائی تھی۔ اس لیے اس کی ساری ہمدردیاں اپنی قوم کے ساتھ تھیں۔

اس نے اپنے گھر میں حسین وجمیل امرد مہمان دیکھے تو اس کے دل میں لڈو پھوٹنے لگے اور پھر شیطان نے بھی اپنی اس چیلی کو ٹکنے نہ دیا۔ وہ بہانہ بنا کر گھر سے باہر نکلی اور سیدھی سدوم کے بڑے چوراہے میں جا پہنچی۔ آنے جانے والوں اور وہاں پر سرعام بے حیائی میں مصروف لوگوں کو اپنی طرف متوجہ کر کے اپنے گھر میں آئے مہمانوں کا حسن و جمال چسکے لے لے کر بیان کرنے لگی:

''ارے بدنصیبو! تم نے آج تک دنیا کا مزہ چکھا ہی نہیں اور نہ ہی ویسے حسین لونڈے دیکھے ہوں گے جیسے آج ہمارے گھر آئے ہیں۔''

کہوں میں کیوں نہ گل اندام ان حسینوں کو
گلاب کی سی کچھ آتی ہے بو پسینے سے

بھائی لوگو! مہمانوں کا حسن......؟ ہائے ہائے میں کیا بتاؤں؟......بس دیکھنے اور چھونے سے تعلق رکھتا ہے، بیان کرنے سے باہر ہے۔ ان سے زیادہ خوبرو آج تک میں نے نہیں دیکھے اور ان کے جسموں سے جو خوشبو پھوٹتی ہے، ویسی خوشبو میں نے آج تک نہیں سونگھی۔ [1]

ارے ظالم! مار ڈالا، تو نے، ہمیں پہلے کیوں نہ بتایا۔ میں بھی کہوں:

کون بدمست گل اندام چمن میں ہے مقیم
جس کی بو دوش پہ لیے پھرتی ہے نسیم

مجمع میں سے ایک نے ہانک لگائی۔ ادھر سے ایک اور نے گرہ لگائی:

کون انگڑائیاں لیتا ہے چمن میں مخمور
غنچہ بھر بھر کے گلابی کرے ہے کیوں تقسیم

---

[1] سورہ هود آیت نمبر ۷۸۔

ہائے میں مر جاؤں، یہ تو اب سمجھ میں آیا کہ صبح سے میری طبیعت میں ہیجان کیوں تھا؟ ان کی اس بک بک نے کچھ دیر کے لیے لکھنؤ کے مشاعروں اور دلی کے دربار کا (بہادر شاہ ظفر کے دور والا) رنگ باندھ لیا...... پھر ایک نے نعرہ لگایا:۔

آتا نہیں ہے قرار اب دل بے قرار کو

اور بیت لوط کی طرف دوڑ لگا دی۔ بس پھر کیا تھا۔

﴿وَجَآءَهُ قَوْمُهُ يُهْرَعُوْنَ إِلَيْهِ ۭ﴾...... ''اور لوط کی قوم اس کے پاس دوڑتی ہوئی آ پہنچی۔'' ❶ ﴿وَجَآءَ اَهْلُ الْمَدِيْنَةِ يَسْتَبْشِرُوْنَ ۝﴾ ''اور شہر کے تمام لوگ ایک دوسرے کو خوشخبریاں دیتے آ پہنچے'' ❷ ان کے گھر کے سامنے ٹھٹھ کے ٹھٹھ لگ گئے۔ والھہ مجمع کو خاموش رہنے کا اشارہ کر کے دروازے تک پہنچی اور اسے کھٹکھٹانے لگی۔ اندر سے حضرت لوط کی آواز آئی: ''کون ہے؟''

جواب آیا: ''میں والھہ ہوں۔ دروازہ کھولیے۔''

آپ نے دروازہ کھولا تو سامنے لوگوں کا مجمع پایا، پوچھا: ''کیوں آئے ہو؟''

کہنے لگے: ''آپ کو خوب معلوم ہے جو ہم چاہتے ہیں۔'' ❸ تمہارے گھر میں جو اجنبی ہیں انہیں ہمارے حوالے کر دو۔ حضرت لوط نے فرمایا: ''یہ میرے مہمان ہیں اور مجھے اس معاملے میں رسوا نہ کرو۔ اللہ سے ڈر جاؤ اور میری آبروئی نہ کرو۔'' ❹ تو وہ کہنے لگے: ''کیا ہم نے تمہیں اس بات سے منع نہیں کیا تھا کہ پورے جہان میں سے کسی کی تم حمایت نہیں کرو گے؟ اور نہ ہی تم کسی کو اپنے ہاں ٹھہراؤ گے؟ ❺ لہٰذا ہم تمہیں رسوا نہیں کر رہے بلکہ تم خود اپنے آپ کو رسوا کر رہے ہو۔ ❻ لاؤ یہ مہمان لونڈے ہمارے حوالے کر دو۔ ❼

❶ سورہ ہود کی آیت نمبر ۷۸ اور تفسیر ابن کثیر۔
❷ سورۃ الحجر آیت نمبر ٦٧۔
❸ سورہ ہود آیت نمبر ۷۹۔
❹ سورۃ الحجر آیت نمبر ٦٨، ٦٩۔
❺ ایضاً آیت نمبر ۷۰ کا مفہوم۔
❻ اشرف الحواشی (فوائد سلفیہ) ص ۳۱۹ نمبر ۵۔
❼ سورۃ القمر آیت نمبر ۳۷۔

آپ نے انہیں مزید سمجھاتے ہوئے فرمایا: خدا کے بندو! اللہ نے مرد کے لیے عورت کو اس کی خواہش کی خاطر پیدا کیا ہے اور میں تمہارا روحانی باپ ہونے کے ناطے تم سے یہی گزارش کرتا ہوں کہ اپنی بیویوں کے پاس جاؤ اور ان سے یہ فعل کرو۔ تمہاری خواہش پوری کرنے کی چیزیں تو وہ ہیں نہ کہ یہ۔ عورتیں ہی اس کام کے لیے موزوں ہیں۔ ان سے نکاح کر کے اپنی حاجت روائی کرنا ہی پاک کام ہے۔''

ان کی یہ نصیحت پورے مجمع کے لیے کوفت و ہزیمت کا سبب بن رہی تھی۔ قوم لوط سے برداشت نہ ہو رہا تھا اور اس وقت وہ اپنی سرکشی اور بغاوت میں مست ہو چکے تھے۔ ❶ شور مچانے لگے، اپنی یہ وعظ بند کرو۔ تمہیں معلوم ہے ہمیں تیری بیٹیوں میں کوئی رغبت نہیں اور جو ہم چاہتے ہیں اس کا بھی تجھے علم ہے'' ❷

اب تو اخیر ہو چکی تھی۔ خلیل اللہ کا بھتیجا، اللہ کا یہ صالح بندہ عاجز آ کے رو دیا۔ اور گھگھیائی ہوئی آواز میں بولا:

﴿أَلَيْسَ مِنكُمْ رَجُلٌ رَّشِيدٌ﴾...... ''کیا تم میں ایک بھی بھلا مانس آدمی نہیں رہا؟'' ❸ جو میری حمایت کرتا۔ اے کاش! مجھ میں تمہارے مقابلے کی طاقت ہوتی، میرے ساتھ میرا کوئی خیش قبیلہ ہوتا پھر تمہیں دیکھتا کہ تم یہ جرأت کیسے کرتے۔ یا کم از کم کسی مضبوط قلعہ میں پناہ پکڑ سکتا۔ ❹ مگر نہ ان کے یہ موتیوں جیسے قیمتی آنسو بدبخت قوم پر اثر انداز ہو سکے اور نہ ہی وعظ و نصیحت۔

حضرت لوط علیہ السلام نے ان کی بے انتہا منت سماجت کی کہ وہ اس ذلیل حرکت سے باز رہیں مگر وہ نہ مانے اور گھر میں گھس کر مہمانوں کو زبردستی نکال لینے کی کوشش کی۔ ❺ آپ علیہ السلام نے کواڑ بند کر لیے تا کہ وہ گھسنے نہ پائیں، مگر یہ ملعون قوم دروازہ توڑنے کے درپے ہوگئی۔ ❻

---

❶ سورۃ الحجر آیت نمبر ۷۲۔
❷ سورہ ھود آیت نمبر ۷۹۔
❸ ایضاً نمبر ۷۸۔
❹ ایضاً آیت نمبر ۸۰ کا مفہوم۔
❺ تفہیم القرآن جلد پنجم سورہ قمر حاشیہ نمبر ۲۲۔
❻ تفسیر ابن کثیر سورۃ القمر جلد ٤ ص ۲۸۵۔

بائبل کے الفاظ ہیں کہ: تب وہ اس مرد یعنی لوط پر ٹوٹ پڑے اور نزدیک آئے تا کہ کواڑ توڑ ڈالیں۔ لیکن ان مردوں یعنی فرشتوں نے اپنے ہاتھ بڑھا کر لوط علیہ السلام کو اپنے پاس گھر میں کھینچ لیا اور دروازہ بند کر دیا اور ان مردوں کے جو گھر کے دروازے پر تھے، کیا چھوٹے، کیا بڑے اندھا کر دیا۔ سو وہ دروازہ ڈھونڈتے ڈھونڈتے تھک گئے۔'' ❶

اب تو حجت پوری ہو چکی تھی لہٰذا حضرت لوط کی افسردگی، کامل ملال اور تنگ دلی کے وقت تینوں نوجوانوں نے اپنے آپ کو ظاہر کر دیا۔ کہنے لگے: ''اے لوط: ہم تیرے رب کے بھیجے ہوئے (فرشتے) ہیں۔ یہ تیرے تک بالکل نہ پہنچ پائیں گے۔'' ❷

اور پھر حضرت جبرائیل علیہ السلام نے اپنے رب سے قوم لوط کو ان کے انجام تک پہنچا دینے کی اجازت طلب کی۔ اللہ نے اسے اجازت دے دی۔ ❸ تینوں فرشتے (جبریل، میکائیل اور اسرافیل) اپنی اصلی حالت میں آ گئے اور پھر حضرت جبریل علیہ السلام نے (کہ جن کے موتیوں سے جڑاؤ والے پر ہیں) اپنے ایک پر کو قوم لوط پر مارا تو حضرت لوط کے گھر والوں کے سوا ساری قوم اندھی ہو گئی۔ ان کی آنکھیں بالکل جاتی رہیں اور ان کے منہ پیچھے کی طرف پھیر دیے گئے۔ اب وہ لوط علیہ السلام کو دھمکیاں دیتے ہوئے کہ صبح تم سے اور تمہارے مہمانوں سے نبیٹں گے، گالیاں بکتے اور دیواریں ٹٹولتے واپس چلے گئے۔ ❹ والھہ بھی ان کے ساتھ تھی، اسے اندر آنا نصیب نہ ہوا۔ گھر میں صرف حضرت لوط اور ان کی بیٹیاں باقی رہ گئیں۔

رات کافی بیت چکی تھی اور قوم لوط کو دنیا کے نقشے سے مٹائے جانے کے لیے بہت تھوڑا وقت باقی رہ گیا تھا۔ حضرت لوط کو اپنی قوم یعنی اہالیان غور زغر کا غم کھائے جا رہا تھا کہ وہ اپنے آپ کو اللہ کے عذاب سے بچا نہ سکے اور یہ کہ وہ بھی کہیں اپنی قوم کے ساتھ ہلاک نہ کر دیے جائیں۔ ان کی یہ پریشانی ان کے چہرے سے عیاں تھی۔ فرشتوں نے انہیں تسلی دیتے ہوئے

❶ بائبل۔ پیدائش۔ باب: ۱۹ فقرہ: ۹ تا ۱۱۔ ❷ سورہ ہود آیت نمبر ۸۱۔

❸ تفسیر ابن کثیر سورہ ہود ص ۴۷۰ جلد دوم۔

❹ تفسیر ابن کثیر سورۃ القمر جلد نمبر ٤ ص ۲۸۵۔

کہا: ”نہ ہی آپ ڈریں اور نہ غم کھائیں۔ ہم آپ کو اور آپ کے اہل خانہ کو بچالیں گے، البتہ آپ کی بیوی کو نہیں۔ کیونکہ وہ پیچھے رہنے والوں (اپنی قوم) کے ساتھ ہوگی۔“ ❶ ”اس کو بھی وہی عذاب ہوگا جو انہیں پہنچے گا۔“ ❷ یہ اللہ ذوالجلال کا فیصلہ ہے۔ ”ہم اس بستی کے رہنے والوں پر اس سبب سے کہ یہ بدکرداری کرتے رہے ہیں آسمان سے عذاب نازل کرنے والے ہیں۔“ ❸

”اور پھر انہوں نے یہ بھی کہا: بلکہ ہم آپ کے پاس وہ چیز لے کر آئے ہیں کہ جس میں یہ لوگ شک کیا کرتے تھے۔ ہم آپ کے پاس یقینی بات لے کر آئے ہیں اور ہم سچ کہتے ہیں۔ لہٰذا آپ (اب تیاری کریں اور) کچھ رات رہنے پر اپنے گھر والوں کو لے نکلیں اور خود ان کے پیچھے پیچھے چلیں۔ اور آپ میں سے کوئی شخص پیچھے مڑ کر نہ دیکھے۔ اور جہاں آپ لوگوں کو حکم دیا جا رہا ہے (ارض خلیل اللہ کی طرف) ❹ وہاں چلے جائیے۔“ ❺ ”ان لوگوں کی جڑ صبح ہوتے ہوتے کاٹ دی جائے گی۔“ ❻ ”کیونکہ ان کی ہلاکت کا وعدہ صبح کا ہے، کیا صبح قریب نہیں؟“ ❼

لوط کہنے لگے: بالکل قریب ہے۔ تو فرشتوں نے کہا: بس پھر جلد از جلد یہاں سے نکل جائیے۔

آپ نے ریثا اور ذعرتا کو ساتھ لیا، سفر کا ضروری سامان تھاما اور بیوی کو تلاش کیے بغیر اس قوم خبثاء کو اللہ کے فرستادوں کے سپرد کر کے سدوم سے حبرون کی طرف روانہ ہو گئے۔ طلوع آفتاب کے وقت ادھر اس جہنمی قوم کو تباہ کرنے کی کاروائی شروع ہو چکی تھی اور ادھر حضرت لوط علیہ السلام اپنی بیٹیوں سمیت اس ملعون قوم سے بہت دور پہنچ چکے تھے مگر ان کی چیخیں

❶ سورة العنکبوت آیت نمبر ۳۳۔ ❷ سورہ ھود آیت نمبر ۸۱۔
❸ سورة العنکبوت آیت نمبر ۳۳۔
❹ زبدة التفسیر من فتح القدیر سورة الحجر آیت نمبر ٦٥ ص ٣٤٢۔
❺ سورة الحجر آیت نمبر ٦٣تا٦٥۔ ❻ ایضاً نمبر ٦٦۔
❼ سورہ ھود آیت نمبر ۸۱۔

اور دھماکوں کی آوازیں بالکل واضح سنائی دے رہی تھیں۔

ریثا اور ذعرتا اگرچہ تھک چکی تھیں مگر باپ کی طرف سے ہمت بندھانے، اللہ کی طرف سے پیچھے مڑ کر نہ دیکھنے کی نصیحت یاد دلانے اور ارض خلیل اللہ کے قریب ہونے کی خوشخبری نے انہیں حوصلہ عطا کیے رکھا۔ وہ آپ کے ساتھ چلتی ہی رہیں حتیٰ کہ سہ پہر ہوگئی۔ پیچھے سے دھماکوں کی آوازیں معدوم ہو چکی تھیں۔ لہٰذا سب نے کچھ کھا پی کر اور اللہ کی عبادت کر کے آرام کرنے پر اتفاق کیا۔

اطمینان وسکون والی نیند کے ساتھ رات گزارنے کے بعد تینوں باپ بیٹیاں بوقت سحر بیدار ہوئے۔ خشوع وخضوع کے ساتھ اللہ کی عبادت کی، اس کا شکر ادا کیا اور پھر یہ مقدس قافلہ اپنی اگلی منزل کی طرف روانہ ہوگیا۔ راستہ میں ٹھہرتے، چلتے اللہ کے یہ صالح بندے چند دنوں کے بعد حبرون جا پہنچے۔

سیدنا خلیل اللہ علیہ السلام اور حضرت سارہ رضی اللہ عنہا انہیں صحیح سلامت دیکھ کر بہت خوش ہوئے۔ ان کی اچھی مہمان نوازی اور خوب خاطر مدارت کی، انہیں رہائش کے لیے گھر اور گزران کے لیے مویشی اور زمین ہبہ کی۔ اللہ کریم نے ان سب مقدس افراد کو ایک جگہ جمع کر کے ان کی خوشیاں دوبالا کر دیں۔ اب تو ماشاء اللہ سارہ وابراہیم علیہما السلام کے گھر میں بھی رونق ہوگئی۔ خلیل اللہ کے دعوتی کاموں میں ایک نئے مددگار کا اضافہ ہوگیا جو کہ اللہ کے پیغمبر بھی تھے۔ اللہ کا دین دن بدن پھیلتا چلا گیا اور ہزاروں سال تک دنیا پر حکومت کرنے والے اس دین حنیف کی بنیادیں مضبوط سے مضبوط تر ہوتی چلیں گئیں۔ ❶

سیدنا جبریل علیہ السلام اپنے ساتھیوں، میکائیل واسرافیل کے ساتھ سورج کو طلوع ہوتا دیکھ رہے تھے اور اس انتظار میں تھے کہ اللہ ذوالجلال کی طرف سے دی گئی مقررہ ڈیڈ لائن کا وقت

---

❶ ابن خلدون نے لکھا ہے کہ ''لوط علیہ السلام ارض سدوم سے نکل کر ارض فلسطین میں جا بسے۔ فکان بھا مع ابراھیم الی ان قبضه الله ...... اور وہیں ساری عمر ابراہیم علیہ السلام کے ساتھ گزار دی حتیٰ کہ آپ کو اجل نے آلیا۔''
(تاریخ ابن خلدون جلد دوم ص ۱ ۶).

ہو جائے تو اپنی کاروائی کا آغاز کریں۔ وقت کا دھارا اپنی غیر محسوس قدرتی رفتار کے ساتھ بہہ رہا تھا اور پھر یہ گھنٹوں کا انتظار منٹوں میں اور منٹوں کا سیکنڈز میں آ گیا۔ تب اچانک ہی ایک زبردست چنگھاڑ کے ساتھ ❶ بجلی کا کوندا سا لپکا اور شہر سدوم کو اپنی چاروں مضافاتی بستیوں کے ساتھ اوپر آسمان کی طرف اٹھا لیا گیا۔

یہ کام حضرت جبریل علیہ السلام نے کیا تھا۔ جب کہ چنگھاڑ اسرافیل علیہ السلام نے ماری تھی۔ امام سدی کا کہنا ہے کہ اس تمام خطے کو زمین کی ساتوں تہوں سمیت اوپر اٹھا لیا گیا تھا اور اتنا بلند کیا گیا کہ پہلے آسمان والوں نے تمام لوگوں کی چیخ وپکار اور کتوں، مرغوں اور گدھوں کی آوازیں تک سن لیں۔ ❷ اتنی بلندی پر لے جا کر اس کے نیچے والے حصے کو اوپر اور اُوپر والے کو نیچے کر دیا گیا۔ زمین سے اکھاڑا گیا یہ خطہ خلا میں جب الٹا کر دیا گیا تو اس کا پہلے اوپر والا حصہ اب زمین کی طرف اوندھا تھا۔ پھر اسے آہستہ آہستہ زمین کی طرف واپس لایا گیا۔

اس مرفوعہ خطے کے بدبخت لوگ اپنے آپ کو سیدھا اور زمین کو اپنے اوپر الٹا دیکھ رہے تھے (جیسے زمین والے چاند کو دیکھتے ہیں۔) اس کے بعد اسی جگہ سے کہ جہاں سے اس خطے کو کھودا گیا تھا، سخت مٹی کے کھنگر یلے، نشان زدہ پتھروں کے ساتھ ان پر بارش کی گئی۔ ہر پتھر پر اس کے لگنے والے کا نام درج تھا اور وہ ملعون جہاں کہیں بھی اور جس حالت میں بھی تھا وہ پتھر اسے ہی آ کر لگتا۔ پتھروں کی یہ بارش مسلسل کئی گھنٹوں تک ہوتی رہی حتیٰ کہ اس عذاب شدہ خطے کو زمین کے اس حصے پر زور سے دے مارا گیا کہ جہاں سے اسے اکھاڑا گیا تھا۔ ❸

غور زغر کا یہ سارے کا سارا سرسبز وشاداب علاقہ اپنے انسانوں، حیوانوں اور درختوں سمیت تباہ و برباد کر دیا گیا۔ اسے زمین سے کھود کر اور فضا میں لے جا کر سیدھا زمین پر اوندھا مار دینے سے زمین کی گہرائی میں موجود پانی، گندھک، نفط اور مہلک گیسوں کے مکسچر نے اسے ایک بدبو دار اور سڑے ہوئے کیچڑ نما گاڑھے مادے میں تبدیل کر دیا کہ جو آج کل

---

❶ سورۃ الحجر آیت نمبر ۷۳ کا مفہوم۔ ❷ تفسیر ابن کثیر سورہ ھود ص ٤٧١۔

❸ ایضاً۔

شرق اردن میں بحر مردار (Dead sea) یا بحر لوط کے نام سے جانا جاتا ہے۔ شاہراہ عام اس کے بالکل پاس سے گزرتی ہے اور مسافرین، چار ہزار قبل ہونے والے اس واقعہ کے نتیجہ میں پائے جانے والے آثار آج بھی دیکھ سکتے ہیں۔

اس بحر میت کے جنوب اور مشرق میں جو علاقہ آج انتہائی ویران اور سنسان حالت میں دکھائی دیتا ہے اس میں پرانی بستیوں کے کھنڈرات، زمانہ قدیم میں ان کی موجودگی کا پتہ دیتے ہیں کہ یہ کسی زمانے میں نہایت آباد علاقہ رہا ہوگا۔ قدیم زمانے میں بحیرہ مردار، جنوب کی طرف اتنا وسیع نہ تھا جتنا اب ہے۔ شرق اردن کے موجودہ شہر ''الکرك'' کے سامنے مغرب کی جانب اس بحیرے میں جو ایک چھوٹا سا جزیرہ نما ''اللسان'' پایا جاتا ہے، قدیم زمانے میں بس یہی پانی کی آخری سرحد تھی۔ اس کے نیچے کا حصہ جہاں اب پانی پھیل گیا ہے پہلے ایک سرسبز وادی کی شکل میں آباد تھا اور یہی وہ وادی سدیم تھی جس کا ذکر بائبل میں کیا گیا ہے۔

اس تباہی کی اطلاع پا کر حضرت ابراہیم علیہ السلام جب حبرون سے اس وادی کا حال دیکھنے آئے تو زمین سے دھواں اس طرح اُٹھ رہا تھا جیسے کہ بھٹی سے نکلتا ہے۔ ❶

بحیرے کے جنوب میں جو علاقہ ہے اس میں اب بھی ہر طرف تباہی کے آثار موجود ہیں اور زمین میں گندھک، رال، تارکول اور قدرتی گیس کے اتنے ذخائر پائے جاتے ہیں کہ انہیں دیکھ کر گمان ہوتا ہے جیسے کسی وقت بجلیوں کے گرنے سے یا زلزلے کے سبب لاوا بہنے سے یہاں ایک جہنم پھٹ پڑی ہوگی۔ اللہ فرماتے ہیں:

﴿وَ لَقَدْ تَّرَكْنَا مِنْهَآ اٰيَةًۢ بَيِّنَةً لِّقَوْمٍ يَّعْقِلُوْنَ﴾ (العنکبوت: ۳۵)

''اور ہم نے سمجھنے والوں کے لیے اس بستی سے ایک واضح اور کھلی نشانی چھوڑی ہے۔''

تاکہ اس سے وہ عبرت حاصل کریں۔ دوسری جگہ پر ارشاد فرمایا کہ: ''بے شک اس قصے میں غور وفکر کرنے والوں، اہل فراست کے لیے نشانیاں موجود ہیں اور یہ (تباہ شدہ) بستیاں شاہراہ عام (سیدھے راستے) پر ہیں۔'' ❷

---

❶ بائبل باب پیدائش باب نمبر ۱۹ آیت نمبر ۲۸.

❷ سورة الحجر آیت نمبر ۷۵،۷۶.

جو قافلے حجاز سے شام یا عراق سے مصر کو جاتے ہیں یہ تباہ شدہ بستیاں (بحر میت کی صورت میں) ان کے راستے پر پڑتی ہیں مگر لوگ ہیں کہ اس میں تباہی کے آثار دیکھ کر بھی عبرت حاصل نہیں کرتے۔ جیسا کہ اللہ ذوالجلال نے فرمایا: ﴿وَإِنَّكُمْ لَتَمُرُّونَ عَلَيْهِمْ مُصْبِحِينَ﴾ ''اور تم دن کو بھی ان (کی بستیوں) کے پاس سے گزرتے ہو۔ ﴿وَبِاللَّيْلِ أَفَلَا تَعْقِلُونَ﴾ ''اور رات کو بھی، کیا تم عقل نہیں رکھتے؟'' [1]

# ایک سوال اور اس کا جواب

جب فرشتے حضرت ابراہیم علیہ السلام کے پاس آئے تھے تو انہوں نے دو باتوں کی خبر دی تھی۔ ایک یہ کہ قوم لوط کی ہلاکت کا وقت آ گیا ہے اور دوسری یہ کہ حضرت سارہ کے بطن سے حضرت اسحاق کی پیدائش ہوگی اور پھر ان سے حضرت یعقوب علیہم السلام پیدا ہوں گے۔ ان دونوں باتوں میں بظاہر کوئی علاقہ نظر نہیں آتا۔ اس لیے خیال ہوتا ہے کہ کیوں دونوں کی خبر بہ یک وقت دی گئی اور کیوں دونوں کا ذکر ایک ساتھ کیا گیا؟

فی الحقیقت ایسا نہیں ہے۔ دونوں باتیں ایک دوسرے کے ساتھ مربوط ہیں۔ حضرت ابراہیم اور حضرت لوط علیہما السلام جب کسدیوں کے ملک فلسطین میں آ کر مقیم ہوئے تو یہ ملک ان کے لیے اجنبیوں کا ملک تھا۔ لیکن مشیت الٰہی کا فیصلہ ہو چکا تھا کہ ایک دن اس سرزمین پر ان کی نسل حکمرانی کرے گی، اس نسل کا ظہور کس سے ہوا؟ اسرائیل سے۔ یعنی حضرت یعقوب علیہ السلام سے، جو کہ حضرت اسحاق علیہ السلام کے بیٹے تھے۔ پس فرشتوں نے بیک وقت دو باتوں کی خبر دی۔ ایک میں ایمان اور نیک عملی کی کامرانیوں کا اعلان تھا اور دوسری میں انکار و بدعملی کی ہلاکتوں کا۔ یعنی جس دن اس بات کی خبر دی گئی کہ سدوم اور عمورہ کا علاقہ بدعملیوں کی پاداش میں ہلاک اور تباہ ہونے والا ہے۔ اسی دن اس بات کی بھی بشارت دی گئی کہ نیک

[1] سورة الصافات آیت نمبر ۱۳۷، ۱۳۸.

عملی کے نتائج حاصل کرنے کے لیے ایک نئی نسل تیار کر رہے ہیں اور وہ عنقریب اس تمام ملک پر حکمرانی کرنے والی ہے۔

پھر معاملے کا ایک دوسرا پہلو بھی ہے۔ سدوم اور عمورہ کا علاقہ فلسطین کا سب سے زیادہ شاداب علاقہ تھا۔ اور معلوم ہے کہ سیدہ سارہ رضی اللہ عنہا تمام عمر اولاد کی تمنا کرتے کرتے بالآخر مایوس ہوچکی تھیں۔ پس قدرت الٰہی نے بیک وقت دونوں کرشمے دکھلا دیے۔ جو زمین سب سے زیادہ شاداب ہے وہ بدعملیوں کی پاداش میں ایسی اجڑے گی کہ پھر کبھی شاداب نہ ہو سکے گی اور جو شجر امید بالکل سوکھ چکا ہے وہ اچانک اس طرح سرسبز ہوجائے گا کہ صدیوں تک اس کی شاخیں بارآور رہیں گی۔ چنانچہ غور زغر کا علاقہ آتش فشاں مادہ کے پھٹنے سے ایسا بنجر ہوا کہ آج تک بحر میت بنا ہوا ہے۔ ادھر بشارت پر پورا سال بھی نہیں گزرا تھا کہ غزہ کے جنوب مشرق میں واقع بستی جرار کے اندر حضرت اسحاق کی پیدائش ظہور میں آ گئی اور پھر ان کی نسل روز بروز بڑھتی اور پھیلتی چلی گئی۔ ❶



❶ ترجمان القرآن۔ ابوالکلام آزاد، جلد دوم ص ۲۳۶، ۲۳۷ وموتمر تفسیر سورہ سوسف ص ۵۶۔

باب سوم:

# ایک تاریخ ساز عہد کا آغاز

السلام علیکم ورحمة الله

وعليكم السلام ورحمة الله وبركاته، اللہ کے خلیل! اس بار آنے میں بہت دن لگا دیے؟ ہم تو سمجھے کہ بس ہمیں بھول گئے۔“

”نہیں هاجره! دراصل کچھ ایسے واقعات پیش آ گئے تھے کہ جن کی وجہ سے اس دفعہ آنے میں کچھ دیر ہوگئی۔“ سیّدنا ابراہیم علیہ السلام نے کھانے پینے کا سامان سیدہ هاجره کو دیتے ہوئے وضاحت کی۔

اللہ کا خلیل گزشتہ واقعات سے کوئی تین ماہ بعد اپنے مکی اہل خانہ کے پاس بطحاء آیا تو هاجره نے اپنی بے چینی کا اظہار بھی کیا اور اس کا سبب بھی بتایا کہ ان کا بیٹا اسماعیل بیمار ہے۔ ”نہ جانے وہ آپ سے اداس ہے یا اسے کوئی مرض لاحق ہے یا کسی کی نظر لگ گئی ہے۔ کچھ دنوں سے بستر سے لگ کر رہ گیا ہے۔“ هاجره نے ابراہیم علیہ السلام کو اندر اسماعیل کے پاس لے جاتے ہوئے وضاحت سے بتایا۔

خلیل اللہ اپنے لخت جگر کو اس حالت میں دیکھ کر تڑپ اٹھے۔ اسے گود میں لیا اور پیار کرنے لگے۔ ننھے اسماعیل کے گال اور پیشانی بخار سے پھنک رہے تھے۔ آپ علیہ السلام نے اسے ان الفاظ کے ساتھ دم کرنا شروع کیا:

((اَعُوْذُ بِكَلِمَاتِ اللّٰهِ التَّامَّةِ مِنْ كُلِّ شَيْطَانٍ وَّ هَامَّةٍ وَّ مِنْ كُلِّ عَيْنٍ لَامَّةٍ.)) [1]

”اللہ کے مکمل کلمات کے ساتھ، ہر شیطان، ہر زہریلے جانور اور ہر لگ جانے

[1] صحيح البخاري، كتاب الانبياء، حديث نمبر ٣٣٧١.

والی نظر سے میں تمہیں اللہ کی پناہ میں دیتا ہوں۔''

جیسے جیسے آپ پھونک مارے جا رہے تھے ویسے ویسے بخار کم ہوتا جا رہا تھا اور پھر کچھ ہی دیر بعد اسماعیل نے آنکھیں کھول دیں۔ اپنے آپ کو ابو جان کی گود میں پایا تو وہ ان سے لپٹ گیا۔ ''باوا جان! اس بار...... اتنی دیر کیوں لگائی؟...... امی سارہ تو ٹھیک ہیں ناں!''

''ہاں بیٹے! سب ٹھیک ہیں۔ خلیل اللہ نے بیٹے کی پیشانی پر بوسہ دیتے ہوئے اسے تسلی دی۔

''اللہ کے خلیل! سب کون؟'' ھاجرہ کو تجسس ہوا۔

جناب ابراہیم علیہ السلام نے سیدہ ھاجرہ کو گزشتہ واقعات کی تفصیل بتاتے ہوئے انہیں یہ بھی بتایا کہ اب ذعرتا اور رمثا کے ساتھ سارہ کی خوب بیت رہی ہے۔ اور یہ کہ سارہ اب امید سے ہے۔ تو اسے بہت خوشی ہوئی اور پھر وہ ان کے حال احوال پوری تفصیل سے پوچھنے لگی۔

پچھلے پہر تک اسماعیل ٹھیک ہو چکا تھا۔ بخار بھی اتر گیا تھا اور وہ چلنے پھرنے بھی لگا تھا۔ تب براہیم خلیل اللہ نے اپنے اس مکی اہل خانہ سے اجازت چاہی اور واپس حبرون پلٹ آئے۔

## اسحاق بن ابراہیم کی ولادت

اہل سدوم کی تباہی کو کم وبیش گیارہ ماہ گزرے ہوں گے کہ اللہ ذوالجلال نے اپنے وعدے کے مطابق، اپنے خلیل ابراہیم علیہ السلام کے گھر ایک ننھے سے مہمان کا اضافہ فرما کر گھر کی رونق کو دوبالا کر دیا۔ سیدہ سارہ کے ہاں اس علیم بچے کی پیدائش حبرون میں اس وقت ہوئی مکہ میں ھاجرہ کے بیٹے اسماعیل کی عمر ۱۳ سال ہو چکی تھی اور وہ قربانی والے مرحلے سے کامیاب وکامران گزر چکا تھا۔

ماں نے اس پیارے سے بچے کا نام یصحق رکھا جو عربی لفظ یضحك کا مترادف ہے۔ (عبرانی میں حرف ضاد نہیں بلکہ ض کا مقابل ص ہے جبکہ ق اور ک قریب المخرج ہیں) ماں نے یہ نام اس بنا پر رکھا کہ اس نے کہا تھا: ''اللہ نے مجھے ہنسایا اور سب سننے والے، میرے ساتھ ہنسیں گے۔'' لہٰذا ''یضحك'' وہ بھی ہنسے گا۔ (یعنی اسحاق...... جب بڑا ہو کر لوگوں سے یہ سنے گا کہ اس کی پیدائش ماں باپ کی کس عمر میں ہوئی تھی تو اسے بھی ہنسی آیا

کرے گی۔) ❶

جناب ابراہیم علیہ السلام کی عمر اس وقت سو سال اور سارہ رضی اللہ عنہا کی عمر نوے سال تھی۔ ❷ اور جب اسحاق آٹھ دن کا ہوا تو ابراہیم علیہ السلام نے اس کا ختنہ کر دیا۔ ❸ دن گزرتے رہے اور دیکھتے ہی دیکھتے ۲ سال کا عرصہ بیت گیا۔ تب اسحاق کا دودھ چھڑایا گیا اور اس دن خلیل اللہ نے ایک بہت بڑی ضیافت کی۔ ❹

بچہ بڑی تیزی سے بڑھ رہا تھا اور تین سال کی عمر میں ہی دس سال کا لگتا تھا کہ ایک دن اچانک بیمار ہو گیا۔ ابراہیم علیہ السلام اپنے بھتیجے لوط علیہ السلام کے ساتھ کسی دعوتی مشن سے واپس آئے تو اسحاق کو سخت بخار میں مبتلا پایا۔ آپ نے اس کا سر اپنی گود میں رکھا اور انہی الفاظ کے ساتھ اسے دم پھونکا کہ جن الفاظ سے اسماعیل کو دم کیا تھا۔ اللہ نے تھوڑی ہی دیر میں اسے شفا دے دی۔ (اللہ کے رسول حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم بھی انہی الفاظ کے ساتھ اپنے نواسوں حضرت حسن اور حضرت حسین رضی اللہ عنہما کو دم کیا کرتے تھے۔) ❺

وقت گزرتا رہا۔ ادھر اسحاق بڑا ہوتا رہا اور ادھر اسماعیل۔ دونوں کی عمر میں ۱۳ سال کا فرق تھا۔ اسماعیل، اسحاق سے بڑا تھا۔ ایک باپ کے بیٹے ہونے کے ناطے بعض اوصاف دونوں میں مشترک تھے اور دونوں کی مائیں الگ الگ ہونے کی وجہ سے بعض خوبیاں مختلف تھیں۔ جیسا کہ قرآن نے بھی بیان کیا ہے کہ: اسماعیل بڑے بردبار اور جفاکش تھے۔ کیونکہ پرورش ایسے علاقے میں ہو رہی تھی جہاں مشکلات ہی مشکلات تھیں اور زندگی بہت کٹھن تھی۔ جب کہ اسحاق کے ارد گرد نعمتوں کے انبار تھے اور وہ ایک مہذب ومتمدن علاقے میں رہ رہے تھے۔ ابو الانبیاء کا سایہ عاطفت سر پر تھا اور اپنوں کا ایک ماحول بھی میسر تھا۔ جب کہ

---

❶ سورہ ھود کی آیت نمبر ۷۱ تا ۷۳ میں سیدہ سارہ کے ہنسنے اور تعجب کرنے کا ذکر موجود ہے۔

❷ اشرف الحواشي ص ۲۷٦ (تفسير سوره هود آيت نمبر ۷۲).

❸ انجیل باب نمبر ۲۱ (پیدائش) فقرہ نمبر ٤ .　❹ ایضاً فقرہ نمبر ۸.

❺ صحيح البخاري كتاب الانبياء حديث نمبر ۳۳۷۱.

اسماعیل کے پاس یہ سب کچھ نہ تھا۔

جن ایام کا ذکر پیچھے ہو رہا تھا ان دنوں اسماعیل کی عمر کم وبیش ۱۷ سال ہو چکی تھی اور وہ جوانی کی دہلیز پر کھڑا تھا۔ یہ نوجوان وادی بطحاء کے بیابانوں میں بنو جرھم کے عرب کے بچوں کے ساتھ کھیل کود کر بڑا ہوا تھا اور ان کی ''عربی زبان'' اس نے خوب سیکھ لی تھی۔ جب کہ اس کی مادری زبان سریانی تھی۔ بنو جرہم کے لوگ اس کی زبان سے اپنی زبان کی فصاحت وبلاغت سن کر بہت حیران ہوتے۔ انہیں حیران ہونا بھی چاہیے تھا، اس لیے کہ:

((بَعْدَ تَعَلُّمِهِ اَصْلَ الْعَرَبِيَّةِ مِنْ جُرْهَمَ اَلْهَمَهُ اللّٰهُ الْعَرَبِيَّةَ الْفُصْحَةَ الْمُبَيَّنَةَ فَنَطَقَ بِهَا.)) [1]

''بنو جرہم سے اصل عربی سیکھ لینے کے بعد اللہ نے واضح اور فصیح عربی اس کی طرف الہام کی کہ جسے اس نے بولنے میں اختیار کیا۔''

یعرب بن قحطان کے بعد اسماعیل بن ابراہیم علیہما السلام وہ پہلا فرد ہے جس نے فصیح عربی بولی اور پھر اسی کا ہی رواج ہوا۔

اسماعیل کی جوانی خوب نکھرنے لگی تھی۔ جسم وجثہ انتہائی صحت مند اور توانا تھا۔ ایک شہزادی کا بیٹا ہونے کی وجہ سے، ارد گرد کے لوگوں میں خوبصورتی کے اعتبار سے اپنا کوئی ثانی نہ رکھتا تھا۔ اور ایک عظیم المرتبت پیغمبر کا بیٹا ہونے کی حیثیت سے انتہائی صالح، اطوار وعادات اور توحید میں کمال نے بنو جرہم کے ہر فرد کے دل میں اس کی محبت کوٹ کوٹ کر بھر دی۔ سبھی اس کے والدادہ تھے اور سب ہی اس کے چاہنے والے۔ اس کی ہر ضرورت کا خیال رکھا جاتا اور بے حد اس کی توقیر کی جاتی۔

قبیلے میں بہت سی لڑکیاں اس کی ہم عمر بھی تھیں اور خوبرو بھی، مگر اسماعیل کے دل میں کسی کے لیے کوئی جگہ نہ تھی۔ بنو جرہم کے بہت سے سرکردہ افراد ام اسماعیل کے پاس رشتہ لے کر آئے مگر اس نے سب میں سے ان کے ایک سردار سعد بن اسامہ کی بیٹی عمارہ کو پسند کیا

---

[1] فتح الباری جلد نمبر ٦ (دارلنشر اللکتب الاسلامیه بلا هور) ص ٤٠٣.

اور پھر اس لڑکی سے اسماعیل کی شادی کر دی گئی۔ ❶

دن جیسے تیسے گزرتے رہے مگر اسماعیل کو اپنی بیوی کی طرف سے وہ سکون نہ مل سکا جو ملنا چاہیے تھا۔ عمارہ ہر وقت تنگی حال کا ذکر کرتی رہتی اور ساس کی خدمت بھی بجا نہ لاتی۔ انہی دنوں کی بات ہے کہ ھاجرہ سخت بیمار ہوئیں اور پھر چند ایام کے بعد اپنے خالق حقیقی سے جاملیں۔ اسماعیل علیہ السلام نے انہیں بنو جرہم کی مدد سے مقام حجر میں دفن کیا اور واپس گھر پلٹ آئے۔ ❷

اسماعیل کی دنیا اجڑ سی گئی اور گھر کی ویرانی کھانے کو دوڑتی۔ وہ غم ہلکا کرنے کے لیے باہر شکار کو نکل جاتا اور شام کو گھر واپس پلٹتا۔ گھر میں اسے سکون میسر نہ آتا تو مقام بیت اللہ کی طرف چل پڑتا، آب زمزم سے وضو کرتا اور اللہ کی عبادت میں مشغول ہو جاتا۔

انہی دنوں کی بات ہے کہ ایک دن، خلیل اللہ اپنے اہل خانہ کی خبر گیری کے لیے تشریف لائے تو اسماعیل کو گھر نہ پا کر بہو سے پوچھا۔ تو اس نے بتایا کہ: ''وہ کہیں رزق کی تلاش میں نکلے ہیں۔''

پوچھا: ''کیا کھانے کو کچھ ہے؟''

کہنے لگی: ''کچھ بھی نہیں۔ ہم تو خود تنگ دستی کا شکار ہیں، نہ کھانے کو کچھ ملتا ہے اور نہ ہی پہننے کو۔ بکریاں ہیں تو وہ دودھ نہیں دیتیں اور پانی، گندا پینے کو ملتا ہے۔ اتنی تنگی کے دن گزار رہے ہیں کہ اللہ کی پناہ۔'' اور پھر اسماعیل کی شکایتیں کرنے لگی، خوب چرب زبانی سے کام لیا۔ وہ کون سا الزام ہے جو اس نے نہ لگایا ہو۔

ابراہیم علیہ السلام کو یہ سب کچھ سن کر بہت دکھ ہوا۔ ایک تو یہ کہ بیٹا اکیلا رہ گیا تھا اور دوسرا یہ کہ بیوی اسے ناشکر گزار ملی تھی۔ فرمانے لگے: ''بیٹی! جب تمہارا خاوند آئے تو اسے میرا سلام کہنا اور یہ پیغام دینا کہ وہ اپنے گھر کی دہلیز بدل لے۔''

---

❶ فتح الباری جلد نمبر ٦ (دار لنشر اللکتب الاسلامیه بلاہور) ص ٤٠٣.

❷ تاریخ ابن خلدون جلد دوم ص ٤٣.

لڑکی بے وقوف تھی، بات نہ سمجھ سکی۔ جب اسماعیل علیہ السلام واپس پلٹے تو انہوں نے محسوس کیا کہ جیسے گھر میں کوئی آیا تھا۔ پوچھنے لگے: ''کیا یہاں کوئی آیا تھا؟'' کہنے لگی: ''ہاں! اس طرح کے ایک بابا جی آئے تھے اور آپ کے متعلق پوچھ رہے تھے۔ انہوں نے ہماری گزران کے متعلق پوچھا تو میں نے صاف صاف بتا دیا کہ ہم بہت سختی کے دن گزار رہے ہیں۔''

اسماعیل نے پوچھا: ''انہوں نے پھر کیا کہا؟ کوئی نصیحت بھی کی؟'' کہنے لگی: ''انہوں نے ایک بات تو یہ کہی کہ ان کا سلام آپ تک پہنچاؤں اور دوسرا یہ کہ آپ اپنے گھر کی دہلیز بدل لیں۔''

اسماعیل کہنے لگے: ''یہ بزرگ میرے ابو جان تھے اور وہ مجھے اس بات کا حکم دے کر گئے ہیں کہ میں تمہیں تمہارے گھر ہمیشہ کے لیے بھیج دوں۔ دہلیز بدلنے کا یہی مطلب ہے۔ لہٰذا میرے اور تمہارے درمیان آج کے بعد جدائی ہے۔ چلئے اپنے گھر تشریف لے جایئے۔'' لڑکی اتنی موٹی عقل کی تھی کہ اسے ذرا بھی احساس نہ ہوا اس کے ساتھ کیا ہو گیا ہے۔ اپنی اوڑھنی اٹھائی اور میکے چل دی۔

کچھ عرصہ یونہی بیتا ہوگا کہ اسماعیل کا جی اچاٹ ہو گیا۔ اب اس کا دل مکے میں نہ لگ رہا تھا۔ ارادہ کیا کہ یہ جگہ چھوڑ کر کہیں اور نکل جائے۔ اس کی یہ بے چینی قبیلے کے سرکردہ لوگوں نے بھانپ لی۔ ایک جگہ اکٹھے ہوئے، اسے سمجھایا بجھایا اور تسلی دی کہ ہم تمہارا گھر پھر آباد کریں گے۔ تم جی ہلکا نہ کرو۔ جس لڑکی سے چاہو گے ہم تمہارا نکاح کر دیں گے۔ اس سے اسماعیل کی کچھ ڈھارس بندھی اور اس کا دل لگ گیا۔

قبیلے کا سردار مضاض بن عمر الجرہمی، جناب اسماعیل علیہ السلام سے بڑی شفقت کرتا تھا۔ اس نے اس صالح نوجوان میں وہ خوبیاں دیکھ لی تھیں جو اسے کسی اور میں نظر نہ آتی تھیں۔ اس میٹنگ کے بعد اس نے اسے ایک اور نظر سے پرکھنا شروع کر دیا۔ پھر جیسے جیسے وہ اسماعیل کا غائرانہ جائزہ لیتا گیا ویسے ویسے ذبیح اللہ کی قدر و منزلت اس کے دل میں گھر کرتی چلی گئی۔ بالآخر اس نے ایک دن اسماعیل کو اپنے گھر بلایا اور چند دیگر معززین کی موجودگی میں اپنی بیٹی

سیدہ رعلہ کا نکاح اس سے کر دیا۔ ❶

اسماعیل نے سیدہ رعلہ بنت مضاض کو اس سے قبل چند ایک بار طائرانہ نظر سے دیکھا ضرور تھا مگر کبھی یہ گمان بھی نہ گزرا تھا کہ کبھی ایک سید زادی (سردار کی بیٹی) اور ناز و نعم میں پلی یہ حسین و جمیل دوشیزہ اس کے نکاح میں آ جائے گی...... لیکن ایسا ہو گیا اور بہت ہی اچھا ہوا۔ رعلہ بہت سلیقہ مند لڑکی تھی اور صالح طبیعت کی مالک ہونے کے ساتھ ساتھ انتہائی صابرہ بھی تھی۔ ❷ اس نے اسماعیل کو وہ پیار دیا کہ وہ سابقہ تمام کلفتیں بھول گیا اور اس کا دل مکہ میں لگ گیا۔

اس دوسری شادی کو کچھ ہی عرصہ گزرا تھا کہ ایک دن اسماعیل کی عدم موجودگی میں بابا جی ابراہیم علیہ السلام تشریف لے آئے۔ دروازہ کھٹکھٹایا تو بہو نے دروازے کی اوٹ سے پہلے سلام کا جواب دیا اور پھر پوچھا:

"بابا جی! آپ نے کن سے ملنا ہے؟"

"بیٹی! مجھے اسماعیل سے کچھ کام تھا۔" بزرگ گویا ہوئے۔

"بابا جی! آپ اندر آ جائیں۔ وہ کسی کام سے گئے ہیں، ابھی تھوڑی دیر میں آ جائیں گے۔ تب تک آرام فرمائیں اور خدمت کا موقع دیں۔"

خلیل اللہ، بہو کے پیچھے پیچھے گھر میں داخل ہوئے۔ اس نے صاف ستھرا بچھونا بچھایا اور معزز مہمان کو اس پر بٹھا دیا۔ پھر کھانے کو جو کچھ تھا، لا پیش کیا۔ ایک سردار کی بیٹی ہونے کے ناطے، سلیقہ مندی اور فراخدلی رعلہ کی طبیعت ثانیہ تھی۔ مگر اسے یہ معلوم نہ تھا کہ آنے والا مہمان اس کا سسر ہے۔ ہاں! ایک اندازہ ضرور ہوا، اور وہ یہ کہ معزز مہمان کہیں دور سے آیا ہے اور اس کا اسماعیل کے ساتھ کوئی گہرا تعلق ضرور ہے۔ اس نے خدمت میں کوئی کسر اٹھا نہ رکھی۔

پورا ایک پہر گزر گیا مگر اسماعیل نہ آیا۔ بابا جی بھی پہلو بدلنے لگے۔ سلمیٰ سمجھ گئی کہ مہمان

❶ تاریخ ابن خلدون جلد دوم ص ٤٣.　❷ فتح الباری جلد نمبر ٦ ص ٤٠٥.

انتظار میں اکتاہٹ محسوس کرنے لگا ہے۔ کہنے لگی: ''بابا جی! لائیں آپ کے سر میں گھی ڈال دوں، بھیڑ بکریوں کا گھی ہے سر میں تر واہٹ لے آئے گا۔'' بابا جی نے سر آگے کر دیا۔ بہو نے پہلے پانی سے سر دھویا اور پھر اس میں گھی ڈالنے لگی۔ انہیں بہو کے دبانے اور گھی جھسنے سے سر میں بہت سکون محسوس ہوا۔ پوچھا: ''بیٹی! تمہاری گزران آج کل کیسی ہے؟'' ...... تو باوجود اس کے کہ تنگی کے دن تھے، بہو نے انتہائی حوصلہ مندی سے جواب دیا:

''بابا جی! اللہ کا لاکھ لاکھ شکر ہے، بہت اچھی گزر رہی ہے۔''

ابراہیم: ''بیٹے! کھاتے کیا ہو؟''

رعلہ: ''بابا جی! گوشت۔''

ابراہیم: ''پیتے کیا ہو؟''

رعلہ: ''پانی، آب زمزم''

تو خلیل اللہ نے دعا دی: ''اللہ! انہیں گوشت اور پانی میں برکت دے'' ...... (رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: کہ ان دنوں مکہ میں اناج نہیں تھا۔ اگر ہوتا تو ابراہیم علیہ السلام اس میں برکت کی دعا ضرور کرتے۔) ❶

لو بیٹی! میں چلتا ہوں۔ بہت دیر ہو گئی۔ آپ کے میاں جب آئیں تو انہیں میرا سلام کہنا اور یہ پیغام بھی دینا کہ اپنے گھر کی دہلیز کو قائم رکھیں۔'' خلیل اللہ نے تیاری کرتے ہوئے فرمایا اور پھر وہاں سے چل دیئے۔

اسماعیل علیہ السلام غروب آفتاب سے کچھ پہلے گھر آئے تو پوچھا: ''کیا یہاں کوئی آیا تھا؟''

''آپ کو کیسے معلوم ہوا کہ یہاں کوئی آیا ہوگا؟''

بیوی نے ان کے تجسس کو جانچنے کی خاطر پوچھا۔''

''مجھے ماحول میں ایک ایسی خوشبو محسوس ہو رہی ہے کہ جس سے کسی کی آمد کا پتہ چلتا ہے۔'' اسماعیل علیہ السلام نے پر یقین لہجے میں جواب دیا۔ تو بیوی نے بتایا کہ ''ہاں! ایک بزرگ

❶ صحیح البخاری کتاب الانبیاء باب نمبر ۹.

تشریف لائے تھے جن کا چہرہ تمام انسانوں سے زیادہ خوبصورت، بارعب اور معزز تھا اور ان کی خوشبو تمام لوگوں سے زیادہ اچھی تھی۔ بہت ہی نیک آدمی تھے۔ ہمارے لیے ڈھیر ساری دعائیں کر کے گئے ہیں۔ آتے ہی آپ کے متعلق پوچھا تو میں نے بتایا کہ آپ رزق کی تلاش میں کہیں گئے ہیں، جلدی آ جائیں گے۔ میرے کہنے پر وہ کچھ دیر کے لیے آرام کرنے کو ٹھہر گئے، تب میں نے حسب استطاعت ان کی خدمت کی۔ انہوں نے ہماری گزران کے متعلق پوچھا تو میں نے اللہ کا شکر ادا کیا کہ ہمارا گزارا بہت اچھا ہو رہا ہے۔"

"کیا انہوں نے تمہیں کوئی نصیحت بھی کی؟ اور میرے نام کوئی پیغام دیا تھا؟" اسماعیل نے رعلہ کی بات کاٹتے ہوئے جلدی سے پوچھا۔

رعلہ: "جی ہاں! انہوں نے کہا تھا کہ آپ کو سلام بھی پہنچاؤں اور یہ کہوں کہ اپنے گھر کی دہلیز کو ہرگز نہ بدلیں"

اسماعیل: "الحمدللہ" رعلہ! یہ میرے باوا جان تھے۔ وہ مجھے حکم دے کر گئے ہیں کہ میں تمہیں تا حیات اپنے ساتھ رکھوں۔ میرے گھر کی دہلیز سے مراد تم ہو۔ تمہیں خوش ہو جانا چاہیے کہ تم نے ایک اولو العزم پیغمبر کا دل جیت لیا ہے اور ان کی دعائیں حاصل کیں۔ اللہ کریم ان کی دعا رد نہیں فرماتے۔ وہ اللہ کے خلیل ہیں۔ اب ہمارے رزق میں بھی برکت ہوگی اور ہمارے خاندان میں بھی۔"

❀❀❀......❀❀❀



## امامت اور صحائف

وقت کا پہیا گھومتا رہا اور ابراہیم علیہ السلام فلسطین میں اپنے دعوتی مشن کو جاری رکھے رہے۔ سیدنا لوط علیہ السلام ان کے شانہ بشانہ تھے اور اللہ کا دین روز بروز پھیلتا جا رہا تھا۔ حضرت لوط علیہ السلام نے یہاں آ کر ایک اور شادی کر لی تھی۔ ریثا، ذعرتا، سارہ، اسحاق اور باقی سب

لوگ خلیل اللہ علیہم السلام جمیعاً کے سایہ عاطفت میں انتہائی پر سرور زندگی گزار رہے تھے۔ تنگی و آفات اور مصائب کے دن گزر چکے تھے، علاقے پر اس بابرکت اور معزز گھرانے کی حکومت تھی۔ ساری دنیا ان کی توقیر اور اطاعت کرتی تھی۔ ہر سو خوشیاں ہی خوشیاں تھیں اور آسودگی ہی آسودگی۔

یہ خوشیوں بھرے دن گزرتے کچھ پتہ نہ چلا اور دس سال کا عرصہ لمحوں میں بیت گیا۔ انہی دس سالوں کے دوران اللہ ذوالجلال نے آپ کو صحائف بھی عطا فرمائے اور دنیا کی امامت کا عہدہ بھی عطا کیا۔ وہ صحائف اپنی اصلی حالت میں آج کہیں بھی موجود نہیں ہیں۔ مگر تمام مفسرین نے اس بات کا ذکر کیا ہے کہ ان سب کے متعلق قرآن حکیم میں اختصار کے ساتھ بیان موجود ہے۔ انہوں نے لکھا ہے کہ ''صحف ابراہیم'' کل تیس حصوں پر مشتمل تھے۔ (قرآن کے کل تیس پارے ہیں) اور وہ سارے کے سارے تمثیلی انداز میں بیان ہوئے تھے۔

امام رازی رحمہ اللہ کہتے ہیں کہ تمام انبیاء کا دین چونکہ ایک ہی تھا، اس لیے اس کے بنیادی اصول تمام الہامی کتب اور صحائف میں موجود ہیں۔ تبھی تو اللہ تعالیٰ نے اٹھارہ اولو العزم پیغمبروں کا ذکر کرنے کے بعد فرمایا: ﴿اُولٰٓئِكَ الَّذِيْنَ اٰتَيْنٰهُمُ الْكِتٰبَ وَ الْحُكْمَ وَ النُّبُوَّةَ﴾ ''یہی وہ لوگ ہیں کہ جنہیں ہم نے کتاب، حکم اور نبوت عطا کی۔'' اور اس کے بعد فرمایا کہ: ﴿اُولٰٓئِكَ الَّذِيْنَ هَدَى اللّٰهُ فَبِهُدٰىهُمُ اقْتَدِهْ﴾ ''اور یہی وہ لوگ ہیں جنہیں اللہ کریم نے سیدھی راہ سجھائی۔ اس لیے اے میرے حبیب صلی اللہ علیہ وسلم! تو بھی انہی کی راہ پر چل۔'' (اور ان کی پیروی کر، توحید میں بھی اور اصول دین میں بھی۔) ❶

صحیح البخاری کی ایک روایت میں جناب عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کہتے ہیں کہ ''نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے سورہ ص میں سجدہ کیا۔ کیونکہ جس مقام پر سجدہ ہے، وہاں حضرت داؤد علیہ السلام کے سجدہ کرنے کا ذکر ہے۔ ❷ اسی طرح آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے بے شمار چیزوں میں اپنے پیش رو پیغمبروں کی اقتدا کی۔

سیدنا ابراہیم علیہ الصلوٰۃ والسلام کے تیس صحائف کا ذکر بالاختصار، قرآن حکیم میں مختلف مقامات پر

---

❶ سورۃ الانعام آیت نمبر ۸۹،۹۰۔ ❷ اشرف الحواشی ص ۱۶۷۔

موجود ہے۔ چنانچہ سورہ النجم کی آیت نمبر ۳۸ سے آیت نمبر ۵۶ تک۔ سورہ الاعلیٰ (ساری)، سورۃ التوبہ کی آیت ۱۱۱، ۱۱۲، سورۃ الاحزاب کی آیت ۳۵، سورۃ المومنون کی پہلی گیارہ آیات اور سورۃ المعارج کی آیت نمبر ۲۶ سے آیت نمبر ۳۵ تک...... میں وہ تمام تعلیمات درج ہیں تو جو صحف ابراہیم میں لکھی ہوئی تھیں۔ ❶ صحائف کی صورت میں اُس دور کی ضرورت کے مطابق جب شریعت ابراہیمی مکمل ہوچکی تو اللہ نے اپنے خلیل حضرت ابراہیم علیہ الصلوٰۃ والسلام کو دنیا کی امامت کے لیے منتخب فرمالیا:

﴿وَ اِذِ ابْتَلٰٓى اِبْرٰهٖمَ رَبُّهٗ بِكَلِمٰتٍ فَاَتَمَّهُنَّ ؕ قَالَ اِنِّيْ جَاعِلُكَ لِلنَّاسِ اِمَامًا ؕ قَالَ وَ مِنْ ذُرِّيَّتِيْ ؕ قَالَ لَا يَنَالُ عَهْدِي الظّٰلِمِيْنَ﴾ (البقرہ: ١٢٤)

''اور جس وقت ابراہیم علیہ السلام کو اس کے رب نے کئی باتوں کے ساتھ آزمایا تو اس نے انہیں پورا کر دکھایا۔ تب اللہ نے فرمایا: میں تجھے لوگوں کا امام (سردار) بنانے والا ہوں، تو ابراہیم علیہ السلام کہنے لگا: میری اولاد میں سے بھی، (اس طرح کے سردار بنانا تو اللہ نے فرمایا کہ ضرور بناؤں گا مگر) میرا یہ وعدہ ظالموں (یعنی مشرکوں اور بد عملوں) کے لیے نہیں ہوگا۔''

اس لیے کسی کا آل ابراہیم میں سے ہونا، اسے اللہ کی پکڑ اور اس کے عذاب سے بچا نہ سکے گا۔

اس دوران ابراہیم علیہ السلام پھر مکہ نہیں گئے یہاں تک کہ اللہ کی طرف سے حکم آ گیا۔ ''ابراہیم! میرے گھر کی تعمیر کرو۔'' اس وقت جناب ابراہیم کی عمر ۱۰۷ سال اور اسماعیل علیہ السلام

---

❶ تفصیل کے لیے، (۱) روح المعانی جلد نمبر ۲۷ ص ۹۵ اور جلد نمبر ۳۰ کا صفحہ نمبر ۱۱۱۔ (۲) التفسیر الکبیر للامام فخرالدین الرازی جلد نمبر ۲۹ ص ۱۳، ۳۵ اور جلد نمبر ۳۱ ص ۱۵۰۔ (۳) تفسیر ابن کثیر جلد نمبر ۷ (محقق۔ طبع دار قهرمان للنشر والتوزیع باستنبول) ص ٤٤٠ اور جلد نمبر ۸ ص ۴۰۵۔ (٤) تفسیر القرطبی جلد نمبر ۱۷ ص ۱۲۱ اور جلد نمبر ۲۰ ص ۲۵۔ (٥) تفسیر الطبری جلد نمبر ۳۰ ص ۱۵۹۔ (٦) المنتظم لابن جوزی جلد اول ص ۲۷۲ اور ص ۲۷۳ پر سورۃ النجم اور سورۃ الاعلی کی تفسیر میں مراجعت کریں۔

کی ۲۰ سال ہو چکی تھی۔ ❶

## بیت اللہ الحرام تاریخ کے آئینے میں

جیسا کہ آپ پیچھے پڑھ چکے ہیں، اللہ تعالی نے مکہ کی وادی بطحاء میں جبریل امین کے ذریعے ایک چشمہ جاری کیا کہ جس کا نام بعد میں ''زم زم'' پڑ گیا۔ اس چشمے کے مغرب شمال میں کسی مربع عمارت کی بنیادوں کے آثار بھی تھے۔ یوں لگتا تھا کہ جیسے ہزاروں سال قبل یہاں کوئی عمارت رہی ہو اور حوادثات زمانہ نے اسے منہدم کر کے، چاروں اطراف میں ویرانیاں پھیلا دی ہوں۔

دراصل بنی نوع انسان کے پہلے دو افراد (آدم وحواء علیہما السلام کے جن سے ساری نسل انسانی وجود میں آئی) جب اس مقام پر پہنچے تو خالق کائنات نے حضرت جبریل علیہ السلام کو ان کی طرف بھیجا اور انہیں یہاں اپنا گھر (بیت اللہ الحرام) تعمیر کرنے کا حکم دیا۔ چنانچہ انہوں نے حکم کی تعمیل کرتے ہوئے ''اللہ کا گھر'' بنا دیا۔ اس کی تعمیر میں آدم علیہ السلام نے پانچ پہاڑوں ''جبل لبنان، طور زیتا، طور سیناء، الجودی اور حراء کے پتھر استعمال کیے۔'' بنیادوں میں حراء کے پتھر چنے گئے۔ جب بیت اللہ کی تعمیر مکمل ہوگئی تو انہیں اس کے طواف کا حکم دیا گیا جس طرح فرشتے بیت المعمور کا طواف کرتے ہیں۔

اللہ کے اس حکم کی تعمیل ایک لمبے عرصے تک ہوتی رہی اور لوگ توحید پر قائم رہے۔ ❷
مگر مرور زمانہ کے ساتھ ساتھ لوگوں میں شخصیت پرستی اور بت گری کا سلسلہ چل نکلا جس نے

---

❶ تاریخ مکہ لازرقی صفحہ ٦٤ الجزاء الاول.

❷ جیسا کہ قرآن نے سورہ یونس کی آیت نمبر ۱۹ میں اس بات کا ذکر کیا ہے کہ: ''شروع میں لوگ ایک ہی راہ (توحید اور اسلام) پر تھے پھر جدا جدا (مذہب) ہوگئے۔'' اسی طرح سورۃ البقرہ کی آیت نمبر ۲۱۳ میں تفصیل بیان فرمائی ہے کہ انسانیت کی ابتداء خالص دین توحید سے ہوئی تھی اور سب لوگ ایک ہی دین، دین اسلام رکھتے تھے اور ایک ہی ان کی ملت تھی۔ اس کے بعد شیطان کے بہکانے سے ان میں شرک آیا اور اختلافات پیدا ہوئے۔

انہیں اللہ اس پہلے گھر سے دور کر دیا اور وہ شرک جیسی مہلک بیماری میں مبتلا ہو گئے۔ حتیٰ کہ سیدنا نوح علیہ السلام کا دور آ گیا۔ انہوں نے پھر سے اس گھر کو آباد کیا اور اس کا حج کیا۔ ❶

نوح علیہ السلام کی آبادکاری سے قبل حضرت آدم علیہ السلام کے بیٹے شیث علیہ السلام نے بھی بیت اللہ کی تعمیر ثانی میں حصہ لیا تھا۔ پھر نوح کے بعد ابراہیم علیہما السلام کو اللہ ذوالجلال نے اس گھر کی نئے سرے سے تعمیر کا حکم دیا۔

اللہ کی طرف سے یہ حکم آ جانے کے بعد آپ اس گھر کی جگہ تلاش کرنے میں سرگرداں ہو گئے۔ کیونکہ معلوم نہ تھا کہ اسے کہاں بنانا ہے؟ آپ کی پریشانی دُور کرنے کے لیے اللہ تعالیٰ نے حضرت جبریل علیہ السلام کو بھیج دیا۔

کہا: ''اے اللہ کے خلیل! چلیے میں آپ کی رہنمائی کرتا ہوں۔ اپنے گھر والوں کو بتا دیجیے کہ آپ اپنے مکی اہل خانہ کو ملنے جا رہے ہیں۔''

آپ نے انہیں اس خبر سے مطلع کیا اور براق پر بیٹھ کر جبریل امین علیہ السلام کی معیت میں وادی بطحاء کی طرف روانہ ہو گئے۔

جب آپ یہاں پہنچے تو اسماعیل علیہ السلام بئر زمزم کے قریب ہی پچھلی جانب ایک بڑے درخت کے نیچے بیٹھے اپنے تیر درست کر رہے تھے۔ جیسے ہی بیٹے نے باپ کو دیکھا بھاگ کر ان سے لپٹ گئے۔ مصافحہ کے بعد معانقہ کیا اور پھر پیشانی چومی۔ باپ نے بھی بیٹے سے پیار کیا اور اس کا ماتھا چوما۔ چونکہ دونوں باپ بیٹا ایک لمبی مدت کے بعد ملے تھے اس لیے رہ

---

❶ اس موضوع پر تحقیق کے لیے۔(١) البیهقی فی دلائل النبوة (٢) الازرقی (٣) عبدالرزاق کی کتاب المصنف (٤) تفسیر القرطبی (مطبوعہ دارالقلم، قاہرہ، مصر) (٥) تفسیر الطبری (مطبوعہ شرکہ مکتبہ ومطبعہ مصطفی البابی الحلبی، مصر) (٦) تفسیر الرازی (مطبوعہ موسسہ المطبوعات الاسلامیہ بالقاهره، مصر) (٧) اردو دائرہ معارف اسلامیہ جلد نمبر ١٧ (مطبوعہ پنجاب یونیورسٹی، لاہور) (٨) شفاء الغرام جلد اول (٩) السهیلی کی الروض الانف (١٠) البدایہ والنهایہ (١١) تفسیر ابن کثیر (١٢) فتح الباری شرح صحیح البخاری اور (١٣) تاریخ طبری سے مدد لی گئی ہے۔ مزید تفصیل کے لیے آگے آنے والے ایک فٹ نوٹ کا مطالعہ کریجیے۔

نہ سکے اور فطری تقاضے کے مطابق رو پڑے۔ اپنا غم ہلکا کرنے کے لیے اتنا روئے کہ درخت پر بیٹھے پرندے بھی ان کے غم میں شرک ہو گئے۔

''بیٹا! کیا حال ہے آپ کا؟''...... خلیل اللہ نے لخت جگر کے سینے سے اپنے آپ کو الگ کرتے ہوئے اس کے کندھوں پر ہاتھ رکھے رکھے پوچھا۔

''الحمد اللہ! خیر و عافیت سے ہیں۔ آپ بتایئے! امی جان سارہ، لوط بھائی جان، چھوٹے بھائی اسحاق اور باقی اہل خانہ کا کیا حال ہے۔'' اسماعیل نے بڑی چاہت اور محبت سے پوچھا۔

''بحمد اللہ سب ٹھیک ہیں۔ آپ کو اور آپ کی بیوی کو بہت زیادہ سلام کہہ رہے تھے۔''

''وَعَلَيْكَ وَعَلَيْهِمُ السَّلَامُ...... اللہ ان سب کو اپنے حفظ وامان میں رکھے اور اپنے دین کا کام ان سے بہت زیادہ لے۔'' اسماعیل نے ان کے لیے خلوص دل سے دعا کی۔

باپ بیٹا گھر آئے۔ خلیل اللہ نے گھر کی رونق میں اضافہ دیکھا تو بہت خوش ہوئے۔ بہو نے اپنے جلیل القدر سسر کی خاطر مدارت کی اور ان کی دعائیں حاصل کیں۔ اسماعیل علیہ السلام اپنے بیٹے نابت کو اٹھا لائے اور اسے دادا جان کی گود میں دے دیا۔ خلیل اللہ نے پوتے کی پیشانی پر بوسا دیا اور اس کے لیے خیر و برکت کی دعا کی۔ (حضرت ذبیح اللہ، اسماعیل بن ابراہیم علیہما السلام کے کل بارہ بیٹے اور ایک بیٹی ہوئی۔ تفصیل آخری حصے میں پڑھیے۔) اور پھر تھوڑی دیر آرام کرنے کے بعد اسماعیل سے مخاطب ہوئے: ''بیٹا! مجھے اللہ کریم نے حکم دیا ہے کہ میں یہاں اس کا گھر تعمیر کروں۔''

''ابو جان! ایسا ضرور کیجئے اور اس کے حکم کی تعمیل فرمایئے۔''

''جان پدر! اس نے یہ بھی حکم دیا ہے کہ تو اس کام میں میری مدد کرے۔'' خلیل اللہ نے اسماعیل کو اللہ کے حکم سے آگاہ کیا۔

کہا: ''ابو جان! اللہ کا حکم سر آنکھوں پر، اس کام میں آپ کی مدد میرا فرض ہے۔ فرمایئے! اس گھر کو کہاں تعمیر کرنا ہے اور کب؟''

خلیل اللہ نے تھوڑا سا تامل کیا کہ بیت اللہ کہاں بنایا جائے؟ اچانک بادل کی ایک

ٹکڑی نمودار ہوئی کہ جس کا ایک سر بھی تھا۔ آپ نے اوپر دیکھا تو اس سے آواز آئی: ''ابراہیم! تمہارے رب نے حکم دیا ہے کہ جہاں میرا سایہ پڑے وہاں میری لمبائی چوڑائی کے برابر اس کا گھر بنا دو۔'' اور پھر ایک مربع سایہ بئر زمزم سے شمال مغرب کی جانب دوسری جگہوں سے قدرے اونچی ایک جگہ پر پڑنے لگا۔ خلیل اللہ نے بیٹے اسماعیل سے کہا کہ: ''جہاں یہ چھاؤں پڑ رہی ہے وہاں اس کی لمبائی چوڑائی کے برابر کا یہ گھر تعمیر کرنا ہے۔'' ❶

اسماعیل علیہ السلام دوڑ کر کدالیں لے آئے۔ دونوں باپ بیٹا نے بنیادوں کی کھدائی شروع کردی۔ جب چاروں اطراف پورے پورے نشان لگ گئے تو وہ بادل سر سے ہٹ گئے۔ نئی بنیادوں کی کھدائی ٹھیک ان پرانی بنیادوں پر ہوئی کہ جو سیدنا آدم علیہ السلام کے دور سے موجود تھیں۔ اللہ کے اس پہلے گھر کی شمالی جانب والی بنیاد باہر کی طرف گول نکلی جب کہ باقی تینوں جوانب بالکل سیدھی تھیں۔ اس نقشے پر بغیر کوئی تبدیلی کیے دونوں باپ بیٹا نے دیواریں اٹھانا شروع کردیں۔

پہلے دونوں نے آب زمزم سے وادی کی چکنی مٹی کا گارا بنایا اور پھر اسماعیل، قریبی پہاڑوں سے مناسب قسم کے پتھر اپنے کاندھوں پر لاد لاد کر لانے لگے اور خلیل اللہ ان سے دیواریں چننے لگے۔

جب بیت اللہ کی دیواریں سینے کے برابر آ چکیں تو جناب ابراہیم نے اسماعیل علیہما السلام سے کہا کہ: ''اب کوئی ایسا پتھر لاؤ جسے مشرقی جانب والے کونے میں نشانی کے طور پر نصب کردیا جائے۔'' فرماں بردار بیٹا کئی قسم کے پتھر تلاش کرکے لایا مگر باپ نے قبول نہ کیے۔ بالآخر اسماعیل کچھ دیر ستانے کے لیے بیٹھ گئے۔ انہیں بیٹھے بیٹھے اونگھ آ گئی۔ اسی دوران سیدنا جبریل علیہ السلام ہندوستان سے وہ پتھر لے کر آ گئے کہ جسے آدم علیہ السلام اپنے ساتھ جنت سے لے کر آئے تھے اور ابراہیم علیہ السلام کو اسے ایک کونے میں لگانے کے لیے دیا۔ یہ پتھر اس وقت

---

❶ سورۃ الحج (۲۲) کی آیت نمبر ۲۶ میں بھی اس بات کی طرف اشارہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ابراہیم علیہ السلام کو اپنے گھر کے مقام کی طرف راہنمائی فرمائی تھی۔ ﴿وَإِذْ بَوَّأْنَا لِإِبْرَٰهِيمَ مَكَانَ الْبَيْتِ أَن لَّا تُشْرِكْ بِي شَيْئًا﴾..... الخ.

"ثغامہ" کے پھولوں کی طرح نہایت سفید تھا۔ ❶

چنانچہ خلیل اللہ نے اسے رکن یمانی سے شرقی جانب والے کونے میں نصب کر دیا اور پھر اسماعیل کو آواز دی: "بیٹا! آؤ کام کریں۔ کیا بات ہے، تھک گئے ہو؟"

"جی ابو! ذرا سستانے کو بیٹھا تو میری آنکھ لگ گئی۔" پھر مشرقی کونے پر نظر پڑی تو حیرانی سے پوچھا: "ابو جان! یہ سفید پتھر کہاں سے آ گیا؟"

"بیٹا! یہ اس نے لا کر کر دیا ہے کہ جو لمحوں کے اندر اس طرح کے کئی کام کر سکتا ہے۔ میری مراد؛ اللہ کے پیارے فرشتے جبریل علیہ السلام سے ہے۔ وہ اسے ہندوستان سے لے کر آئے ہیں۔" باپ نے وضاحت کی۔

دونوں باپ بیٹا تعمیر بھی کیے جا رہے تھے اور دعائیں بھی مانگ رہے تھے۔

"اے ہمارے پروردگار! ہم سے عمل قبول فرما لے، بے شک تو سننے والا اور جاننے والا ہے۔ اے پروردگار! ہمیں اپنا فرمانبردار بنائے رکھیو اور ہماری اولاد میں سے بھی ایک گروہ کو اپنا مطیع بناتے رہیو۔ ہمیں، ہماری عبادت کے طریقے بتا دیجیو اور ہمارے حال پر (رحم کے ساتھ) توجہ فرما۔ بے شک تو توجہ فرمانے والا مہربان ہے۔ اے پرودگار! انہی لوگوں میں سے ایک پیغمبر ❷ مبعوث کرنا جو ان کو تیری آیات پڑھ کر سنایا کرے اور کتاب وحکمت سکھایا کرے اور ان (ان کے دلوں کو شرک سے) پاک صاف کیا کرے۔ بے شک تو غالب اور صاحب حکمت ہے۔" ❸

دیواریں اٹھتی رہیں...... اور...... سر کے برابر آ گئیں۔ اب نیچے کھڑے انہیں

---

❶ ثغامہ۔ صحرائی بیابانوں میں پائی جانے والی ایک خودرو بوٹی ہوتی ہے کہ جس کے پھول نہایت سفید اور خوشبودار ہوتے ہیں۔

❷ ایک پیغمبر سے مراد حضرت محمد ﷺ ہیں۔ کیونکہ حضرت اسماعیل علیہ السلام کی ذریت میں آپ ﷺ کے سوا کوئی دوسرا نبی نہیں ہوا۔ اور پھر یہ کہ حدیث نبوی میں رسول اللہ ﷺ کا فرمان بھی منقول ہے کہ: "میں اپنے باپ ابراہیم علیہ السلام کی دعا، عیسیٰ بن مریم کی بشارت اور اپنی والدہ کا خواب ہوں۔"

❸ سورۃ البقرہ آیت نمبر ۱۲۷ اور ۱۲۹ کا ترجمہ۔

مزید اوپر اٹھانا مشکل ہو گیا تو، ابراہیم کہنے لگے: ''اسماعیل! جاؤ کوئی ایسا پتھر لاؤ، جس پر کھڑے ہو کر میں کام کر سکوں۔''

تب اسماعیل علیہ السلام مقام ابراہیم والا پتھر اٹھا کر لے آئے اور اس پر کھڑے ہو کر خلیل اللہ، بیت اللہ کی مزید اوپر کو تعمیر کرنے لگے۔ اللہ کی قدرت سے یہ پتھر آپ کو چاروں طرف گھماتا بھی تھا اور اوپر کو اٹھاتا بھی تھا۔

جب بیت اللہ کی دیواریں بیس ہاتھ اونچی ہو گئیں تو مشرقی اور مغربی جانب والی دیواروں میں دروازوں کے لیے نصب کی گئی چوگاٹھوں پر انہوں نے کواڑ لگا دیئے۔ اور اس کے بعد چھت ڈال دی۔ جب سارے کام سے فارغ ہو گئے تو خلیل اللہ نے اس گھر کے گردونواح میں رہنے والوں کے لیے دعا کی:

''اے پروردگار! اس جگہ کو امن کا شہر بنا اور اس کے رہنے والوں میں سے جو تم پر (اے اللہ!) اور یوم آخرت پر ایمان لائیں ان کو کھانے کے لیے میوے عطا فرما۔''

تو...... اللہ نے فرمایا: ''جو کافر ہو گا میں اس کو بھی کسی قدر نفع پہنچاؤں گا۔ مگر پھر اس کو دوزخ کا عذاب بھگتنے کے لیے ناچار کر دوں گا اور وہ بہت بری جگہ ہے۔'' [1]

چنانچہ اللہ نے ان کی یہ دعا قبول فرمائی اور مکہ مکرمہ کو امن والا شہر قرار دے دیا اور یہ کہ وہاں پر رزق میں برکت بھی رکھ دی۔ ہر موسم میں دنیا جہان کے پھل وافر مقدار میں، انتہائی ارزاں قیمت پر دستیاب ہوتے ہیں۔ جب کہ دنیا کے دوسرے خطوں پر اکثر قحط سالی بھی ہوتی ہے حالانکہ وہ زرخیز خطے ہیں۔ مقابلتاً بیت اللہ کے اردگرد ''غیر ذی زرع '' صحرا ہی صحرا اور خشک پہاڑ ہیں۔ اور یہ کہ اس مقدس سرزمین کے علاوہ باقی دنیا میں لوگوں کو اغوا بھی کر لیا جاتا ہے۔ کسی دوسرے خطے میں یہاں جیسا امن نہیں۔ اللہ فرماتے ہیں: ''کیا انہوں نے نہیں دیکھا کہ ہم نے حرم (مکی) کو مقام امن بنایا ہے اور لوگ ان کے گردونواح سے اچک لیے جاتے ہیں؟ کیا یہ لوگ باطل پر اعتقاد رکھتے اور اللہ کی نعمتوں کی ناشکری کرتے ہیں؟'' [2]

---

[1] سورۃ البقرہ آیت نمبر ۱۲۶۔ [2] سورۃ العنکبوت (۲۹) نمبر ٦٧۔

ان تمام کاموں سے فارغ ہونے کے بعد ابراہیم خلیل اللہ علیہ الصلوٰۃ والسلام نے وہ پتھر کہ جس پر کھڑے ہوکر بیت اللہ کی تعمیر کی تھی اور اس پر اللہ کی قدرت سے آپ کے ننگے پاؤں کے نشانات مکمل طور پر بن چکے تھے، اسے بیت اللہ کی مشرقی دیوار کے ساتھ لگا دیا۔ اور پھر یہ پتھر سیدنا عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کے دور تک اس دیوار کے ساتھ لگا رہا۔ یعنی ابراہیم علیہ السلام کی تعمیر کے بعد قصی بن کلاب نے جب بیت اللہ کو اس کے منہدم ہونے کے بعد دوبارہ تعمیر کیا تو اسی پتھر کو اس جگہ پر لگا دیا۔ اسی طرح رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے سن بلوغت (۳۵ سال کی عمر) میں جب قریش نے بیت اللہ کو نئے سرے سے تعمیر کیا تو انہوں نے بھی اس کی تعمیر کے بعد مقام ابراہیم کو اسی جگہ پر رکھ دیا تھا۔ مگر جب حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا دور آیا تو انہوں نے اسے دیوار سے ہٹا کر تھوڑا سا فاصلے پر رکھوا دیا کیونکہ اللہ کا حکم ہے کہ: ﴿وَ اتَّخِذُوْا مِنْ مَّقَامِ اِبْرٰهٖمَ مُصَلًّى﴾ ''مقام ابراہیم کو نماز کی جگہ بنالو۔'' ❶ اور دیوار کے ساتھ ہونے کی وجہ سے نمازیوں اور طواف کرنے والوں کا اژدھام ہوجاتا تھا کہ جس سے لوگوں کو تکلیف ہوتی تھی۔ اس لیے اسے دیوار سے ذرا دور ہٹا دیا گیا۔

پھر خلیل اللہ نے اس دنبے کی وہ سری بھی منگوائی کہ جسے اللہ نے جبریل علیہ السلام کے ذریعے جنت سے بھجوایا تھا اور آپ علیہ السلام نے حضرت اسماعیل علیہ السلام کی جگہ ذبح کر ڈالا تھا۔ اس سری کو آپ نے شمالی دیوار میں میزاب کے نیچے نصب کر دیا۔

یہ سری ہمیشہ یہاں لٹکی رہی یہاں تک کہ قریش کے دور میں ایک عورت کے ہاتھوں کہ جو بخور جلا رہی تھی، بیت اللہ کو آگ لگ گئی جس سے یہ سری اپنے دونوں سینگوں سمیت جل گئی۔ اس آگ سے بیت اللہ کو اتنا نقصان پہنچا کہ عمارت تباہ ہوگئی اور اسے دوبارہ تعمیر کرنا پڑا تھا۔ ❷

ابراہیم خلیل اللہ اور اسماعیل ذبیح اللہ علیہما السلام کی مکمل فراغت کے بعد اللہ ذوالجلال نے سیدنا جبریل علیہ السلام کے ذریعے حکم بھیجا کہ اب اس گھر کا طواف کرو اور باقی مناسک حج بھی ادا

---

❶ سورة البقره آیت نمبر ١٢٥.
❷ البدایه والنهایه جلد اول ص١٤٩.

کرو۔ مگر انہیں معلوم نہ تھا کہ یہ سب کچھ کیسے کرنا ہے؟ اس لیے دعا کی: ''اے ہمارے مالک وپروردگار! ہمیں اپنے فرمانبردار بندے بنا لے اور ہماری اولاد میں سے بھی اپنی ایک مطیع امت پیدا فرما دینا! اور ہمیں حج کے طریقے بتا دے اور ہمارے گناہ معاف کر دے، بے شک تو بہت بڑا معاف کرنے والا، نہایت مہربان ہے۔'' ❶

اللہ ذوالجلال نے ان کی یہ دعا قبول فرمائی اور جبریل کو حکم دیا کہ وہ انہیں مناسک حج سکھائیں۔ چنانچہ انہوں نے دونوں باپ بیٹے کو یوم ترویہ (۸ ذوالحجہ) سے لے کر طواف وداع تک ایک ایک طریقہ پوری تفصیل سے، ساتھ رہ کر عملاً سکھایا۔ جب حج سے فارغ ہو گئے تو اللہ کی طرف سے حکم آ گیا: ''اے ابراہیم! اب لوگوں میں حج کی منادی کر دے!'' خلیل اللہ کہنے لگے: ''میری آواز ان تک کیسے پہنچے گی؟''

تو اللہ نے فرمایا! '' (آواز تم دے دو، اسے لوگوں تک پہنچانا میرا کام ہے۔ پھر دیکھنا) وہ (دنیا جہان سے) تمہاری طرف پیدل اور دبلے پتلے اونٹوں پر سوار ہو کر دور دراز کے راستوں سے کھنچے چلے آئیں گے۔ تاکہ اپنے فائدے کے کاموں کے لیے (یہاں) حاضر ہوں اور قربانی کے معلوم دنوں میں (۱۰ ذوالحجہ سے ۱۳ ذوالحجہ تک) اپنے ان چوپایوں پر جو اللہ نے انہیں دے رکھے ہیں اس کا نام لے کر انہیں ذبح کریں۔'' ❷

ابراہیم خلیل اللہ جبل ابوقبیس پر چڑھ گئے اور چاروں اطراف منہ کر کے حج بیت اللہ الحرام کی منادی کرنے لگے۔ اللہ نے ان کی آواز قیامت تک آنے والے اپنے مومن بندوں کے دلوں میں ڈال دی اور وہ ہر سال لاکھوں کی تعداد میں، اللہ کے پاس پہلے گھر کا طواف اور اس کے قرب وجوار میں مناسک حج ادا کرنے کے لیے ہزاروں سالوں سے کھنچے چلے آ رہے ہیں اور تا قیامت اس کی محبت میں بھاگے دوڑے چلے آئیں گے۔

اب تک کئی ارب انسان، خلیل اللہ کی آواز پر ((لَبَّيْكَ ، اَللّٰهُمَّ لَبَّيْكَ ، لَبَّيْكَ لَا شَرِيْكَ لَكَ لَبَّيْكَ ، اِنَّ الْحَمْدَ وَالنِّعْمَةَ لَكَ وَالْمُلْكَ ، لَا شَرِيْكَ لَكَ . ))

---

❶ سورۃ البقرہ آیت نمبر ۱۲۸۔ ❷ سورۃ الحج (۲۲) آیت نمبر ۲۸،۲۷۔

''پکارتے بیت اللہ الحرام پہنچ چکے ہیں اور نہ جانے کتنے کھرب انسان تا قیامت تلبیہ پکارتے اور آئیں گے؟ (ان شاء اللہ)

تمام کام سرانجام دیے جا چکے تھے۔ لہٰذا خلیل اللہ نے واپسی کی تیاری شروع کر دی اور سفر سے پہلے بنو جرہم کے سرداروں کو اکٹھا کیا اور انہیں اسماعیل ذبیح اللہ کی موجودگی میں اللہ کے اس حکم سے آگاہ کیا کہ: ''اس نے اسماعیل علیہ السلام کو ان کے لیے اور بنو عمالقہ کی راہنمائی کے لیے اپنا پیغمبر منتخب فرما لیا ہے۔ ان سب پر اس کی اطاعت و فرماں برداری اور بیت اللہ الحرام کی نگرانی، اس کی حفاظت اور تکریم لازم ہے۔ یہ امن کی جگہ ہے۔ اس لیے یہاں کسی جانور کا شکار، کسی درخت کا نقصان، لڑائی جھگڑا اور فساد حرام ہے۔''

اکثر نے ان کی بات کو فوراً تسلیم کر لیا اور باپ بیٹے دونوں پر ایمان لے آئے۔ تب ابراہیم خلیل اللہ نے انہیں بھیگی آنکھوں کے ساتھ الوداع کہا اور اپنے بیٹے اسماعیل ذبیح اللہ علیہما السلام کے لیے الگ امت کی بنیاد رکھ کر واپس شام کی طرف پلٹ آئے۔

---

❶ ایک وضاحت:...... پچھلے صفحات میں ''بیت اللہ الحرام تاریخ کے آئینے میں'' والی سرخی کے تحت ہماری عبارتوں سے یہ بات واضح ہوتی ہے کہ اللہ کے اس گھر ''بیت اللہ العتیق'' کی سب سے پہلے جناب آدم علیہ السلام نے بنیاد رکھی تھی۔ مگر قرآن حکیم میں سورۃ البقرہ کی آیت ۱۲۵ تا ۱۲۹ سے یوں معلوم ہوتا ہے کہ: دنیا پر اللہ تعالیٰ کے سب سے پہلے اس گھر کی بنیادوں کو سب سے پہلے جد الانبیاء سیدنا ابراہیم علیہ السلام اور ان کے بیٹے جناب اسماعیل علیہ الصلاۃ والسلام نے اُٹھایا تھا۔ پھر یہ کہ صحیح البخاری کی حدیث: ۳۳۶۶ اور صحیح مسلم کی ایک مرفوع حدیث: ۱۱۶۲/۵۲۰ کے مضمون سے بھی قرآن کے بیان کی تائید ہو رہی ہے...... تو اس کے باوجود ہم نے مذکور بالا دعویٰ کیسے کر دیا ہے کہ ''بیت اللہ العتیق'' کی بنیاد سب سے پہلے جناب آدم علیہ السلام نے رکھی تھی؟ آیئے اس کی وضاحت کے لیے کئی پیراگرافوں پر مشتمل ہماری درج ذیل محققانہ تحریر کا مطالعہ کرتے ہیں:

۱:...... ہمارے دعویٰ کی پہلی دلیل یہ ہے کہ؛ صحیح البخاری کی حدیث: ۳۳۶۴ میں یہ بات صراحتاً مذکور ہے کہ: سیدنا ابراہیم خلیل اللہ علیہ الصلاۃ والسلام اپنے بیٹے اسماعیل کو...... کہ اس وقت وہ دودھ پیتا بچہ تھا...... اور اس کی ماں (اپنی بیوی سیدہ) ہاجرہ رضی اللہ عنہا کو فلسطین سے ساتھ لے کر جب مکہ والی وادی بطحاء میں چھوڑنے کے لیے آئے اور پھر آپ جب واپس جانے لگے تو اس وقت بی بی ہاجرہ اُم اسماعیل ان کے پیچھے آئیں تا کہ وہ جناب ابراہیم علیہ السلام سے پوچھیں کہ وہ انہیں یہاں بے آب و گیاہ والی ویران وادی میں کیوں چھوڑ کر جا رہے ہیں؟ تب اللہ کے خلیل علیہ الصلاۃ والسلام نے انہیں بتایا کہ یہ اللہ رب العالمین کا حکم ہے اور یہ کہ اس جواب سے مطمئن ہو کر سیدہ ہاجرہ رضی اللہ عنہا واپس اپنے بیٹے ⇦⇦⇦

# سیدہ سارہ رضی اللہ عنہا کی وفات

## واپس فلسطین پلٹ کر آپ نے اپنے اہل خانہ اور تمام اہل ایمان کو بیت اللہ الحرام کی تعمیر کے متعلق تفصیل سے بتلایا اور انہیں اللہ کے اس حکم کی خبر بھی دی کہ وہ اپنی تمام عبادات

⇦⇦⇦ کے پاس آ گئیں۔ چنانچہ سیدنا ابراہیم علیہ الصلوٰۃ والسلام اپنے اہل خانہ سے روانہ ہو کر جب ثنیہ پہاڑی پر پہنچے اور اس وقت آپ اسماعیل و ہاجرہ کو دیکھ نہیں رہے تھے تو آپ نے ادھر رخ کیا جہاں اب بیت اللہ الحرام ہے اور پھر آپ نے دونوں ہاتھ اٹھا کر یہ دعا کی: ﴿ رَبَّنَآ اِنِّیۡۤ اَسۡکَنۡتُ مِنۡ ذُرِّیَّتِیۡ بِوَادٍ غَیۡرِ ذِیۡ زَرۡعٍ عِنۡدَ بَیۡتِکَ الۡمُحَرَّمِ ۙ رَبَّنَا لِیُقِیۡمُوا الصَّلٰوۃَ فَاجۡعَلۡ اَفۡـِٕدَۃً مِّنَ النَّاسِ تَہۡوِیۡۤ اِلَیۡہِمۡ وَ ارۡزُقۡہُمۡ مِّنَ الثَّمَرٰتِ لَعَلَّہُمۡ یَشۡکُرُوۡنَ ﴿۳۷﴾ ﴾ (ابراهيم: ٣٧) ''اے ہمارے رب! بے شک میں نے اپنی کچھ اولاد کو اس وادی میں آباد کیا ہے، جو کسی کھیتی والی نہیں، تیرے حرمت والے گھر کے پاس، اے ہمارے رب! تاکہ وہ نماز قائم کریں۔ سو کچھ لوگوں کے دل ایسے کر دے کہ ان کی طرف مائل رہیں اور انھیں پھلوں سے رزق عطا کر، تاکہ وہ شکر کریں۔''

ذرا غور سے ملاحظہ کیجیے کہ اس دعا میں جناب ابراہیم علیہ الصلوٰۃ والسلام نے یہ جو کہا: ﴿ رَبَّنَآ اِنِّیۡۤ اَسۡکَنۡتُ مِنۡ ذُرِّیَّتِیۡ بِوَادٍ غَیۡرِ ذِیۡ زَرۡعٍ عِنۡدَ بَیۡتِکَ الۡمُحَرَّمِ ﴾ ...... ''اے ہمارے رب! بے شک میں نے اپنی کچھ اولاد ایک بے آب و گیاہ وادی میں بسائی ہے تیرے محترم گھر (بیت اللہ العتیق) کے پاس......'' حالانکہ اس وقت کعبۃ اللہ اپنی تعمیری صورت میں تو تھا ہی نہیں۔ اس کا معنی یہ ہوا کہ اس کے معمولی سے آثار وہاں پر بہر حال ضرور تھے جیسا کہ بعض روایات سے اس کی وضاحت بھی ملتی ہے۔

**ب:** ......علامہ ابن کثیر رحمہ اللہ نے اپنی تفسیر میں صحیح البخاری کی مذکور بالا حدیث: ۳۳۶۴ کو سورۂ ابراہیم کی آیت ۳۵ تا ۴۱ کے تحت درج نہیں کیا کہ جہاں مذکور بالا جناب ابراہیم علیہ السلام کی دعا بیان ہوئی ہے بلکہ اسے سورۃ البقرہ کی آیت ۱۲۵ سے ۱۳۲ والے مضمون کے تحت درج کیا ہے۔ پھر دونوں مقامات پر مذکور جناب ابراہیم علیہ السلام کی ایک دوسری دعا سے نہایت شان دار استدلال کرتے ہوئے (۱)...... یہ واضح کیا ہے کہ یہ دعا آپ علیہ الصلوٰۃ والسلام نے دوبار دو الگ الگ مواقع پر مکہ مکرمہ کے مقام پر ہی مانگی تھی۔ (۲)......سورۃ البقرہ کی آیت ۱۲۶ میں اس دعا کے الفاظ جو آئے ہیں وہاں مکہ کے بارے میں لفظ نکرہ استعمال کیا ہے۔ چنانچہ آپ نے کہا: ﴿ وَ اِذۡ قَالَ اِبۡرٰہٖمُ رَبِّ اجۡعَلۡ ہٰذَا بَلَدًا اٰمِنًا وَّ ارۡزُقۡ اَہۡلَہٗ مِنَ الثَّمَرٰتِ مَنۡ اٰمَنَ مِنۡہُمۡ بِاللّٰہِ وَ الۡیَوۡمِ الۡاٰخِرِ ؕ قَالَ وَ مَنۡ کَفَرَ فَاُمَتِّعُہٗ قَلِیۡلًا ثُمَّ اَضۡطَرُّہٗۤ اِلٰی عَذَابِ النَّارِ ؕ وَ بِئۡسَ الۡمَصِیۡرُ ﴿۱۲۶﴾ ﴾ (البقره: ١٢٦) ''اور جب ابراہیم نے کہا اے میرے رب! اس (جگہ) کو ایک امن والا شہر بنا دے اور اس کے رہنے والوں کو پھلوں سے رزق دے، جو ان میں سے اللہ اور یوم آخرت پر ایمان لائے۔ فرمایا اور جس نے کفر کیا تو میں اسے بھی تھوڑا سا فائدہ دوں گا، پھر اسے آگ کے عذاب کی طرف بے بس کروں گا اور وہ لوٹنے کی بری جگہ ہے۔'' تو یہاں جو کہا: ﴿ رَبِّ اجۡعَلۡ ہٰذَا بَلَدًا اٰمِنًا وَّ ارۡزُقۡ اَہۡلَہٗ ﴾ ''اے میرے رب! اس (وادیٔ بطحاء اور اس کے گرد و نواح والے قطعہ ارض) کو ایک امن والا شہر بنا دے اور اس کے رہنے والوں کو......'' اس کی تفسیر میں حافظ ابن کثیر رحمہ اللہ لکھتے ہیں: ((اَیْ اِجْعَلْ هٰذِهِ الْبُقْعَةَ بَلَدًا آمِنًا وَنَاسَبَ هٰذَا ⇦⇦⇦

اور نمازیں اللہ کے اس پہلے گھر کی طرف منہ کر کے ادا کیا کریں اور یہ کہ ان پر اس گھر کا حج فرض کر دیا گیا ہے۔ چنانچہ سب اہل ایمان نے اللہ کے اس حکم کی تعمیل کی اور ہر سال بیت اللہ الحرام پہنچ کر حج کرنے لگے۔

⇦⇦⇦ لِأَنَّهُ قَبْلَ بِنَاءِ الْكَعْبَةِ . وَقَالَ تَعَالَى فِي سُورَةِ إِبْرَاهِيمَ: ﴿ وَ اِذْ قَالَ اِبْرٰهِمُ رَبِّ اجْعَلْ هٰذَا الْبَلَدَ اٰمِنًا ﴾ وَنَاسَبَ هٰذَا هُنَاكَ لِأَنَّهُ وَاللّٰهُ أَعْلَمُ ، كَأَنَّهُ وَقَعَ دُعَاءٌ مَرَّةً ثَانِيَةً بَعْدَ بِنَاءِ الْبَيْتِ وَاسْتِقْرَارِ أَهْلِهِ بِهِ ، وَبَعْدَ مَوْلِدِ إِسْحَاقَ الَّذِيْ هُوَ أَصْغَرُ سِنًّا مِنْ إِسْمَاعِيْلَ بِثَلَاثِ عَشْرَةَ سَنَةٍ وَلِهٰذَا قَالَ فِيْ آخِرِ الدُّعَاءِ: " اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِيْ وَهَبَ لِيْ عَلَى الْكِبَرِ إِسْمَاعِيْلَ وَاسْحَاقَ إِنَّ رَبِّيْ لَسَمِيْعُ الدُّعَاءِ...... ")) ......یعنی (اے اللہ!) زمین کے اس ٹکڑے کو ایک امن والا شہر بنا دینا (کہ جہاں اب صرف دو افراد، اسماعیل و ہاجرہ کے علاوہ اور کچھ بھی نہیں ہے۔) اور یہ دعا اس موقع پر یہاں نہایت مناسب تھی۔ کیونکہ یہ تعمیر کعبہ سے پہلے تھی۔ جب کہ سورۂ ابراہیم میں اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتے ہیں: ''اس وقت کو بھی یاد کرو، جب ابراہیم (علیہ السلام) نے اللہ سے دعا کرتے ہوئے کہا: اے رب کریم! اس شہر کو (کہ جو بنو جرہم کے لوگوں اور اسماعیل و ہاجرہ کے ذریعے کچھ آباد سا ہو گیا ہے۔) امن والا مقام بنا دے۔'' چنانچہ وہاں (سورۂ ابراہیم) میں یہی دعا مناسب تھی۔ اس لیے کہ (واللہ اعلم بالصواب) گویا ایک ہی دعا دوسری بار بیت اللہ الحرام کی تعمیر اور جناب خلیل اللہ علیہ السلام کے اہل وعیال کے رہائش پذیر ہونے، حتیٰ کہ جناب اسحاق علیہ السلام کی پیدائش کے بھی بعد کی ہے جو کہ جناب اسماعیل علیہ السلام سے تیرہ (۱۳) سال چھوٹے تھے۔ اسی لیے تو اس دعا کے آخر میں جناب ابراہیم علیہ السلام نے اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کرتے ہوئے کہا تھا: ہر قسم کی اعلیٰ حمد و ثنا اس ایک اللہ رب العالمین کے لیے کہ جس نے مجھے بڑی عمر میں اسماعیل اور اسحاق بخشے ہیں۔ بے شک میرا پروردگار دعا کو سننے والا ہے۔''

اب ذرا اس دعا کے الفاظ کو بھی سامنے رکھیے جو سورۂ ابراہیم کی آیت ۳۷ میں ہے۔ اس میں " عِنْدَ بَيْتِكَ الْمُحَرَّمِ" کے الفاظ مذکور ہیں اور یہ کہ یہ دعائیہ الفاظ ٹھیک اس دعا والی آیت کریمہ سے متصل اگلی آیت میں ہیں کہ جس میں " رَبِّ اجْعَلْ هٰذَا الْبَلَدَ آمِنًا" کے الفاظ ہیں۔ یعنی جب مکہ کچھ نہ کچھ آباد ہو گیا تھا۔ چنانچہ یہاں دونوں دعاؤں کا مفہوم قرآن حکیم کے اپنے اسلوب سے ہی بالکل واضح ہو رہا ہے۔ جب کہ سورۃ البقرہ والے مقام پر " رَبِّ اجْعَلْ هٰذَا بَلَدًا آمِنًا" کی وضاحت و تفسیر کے لیے حافظ ابن کثیر رحمہ اللہ نے صحیح البخاری کی حدیث: ۳۳۶۴ لا کر اس بات کو واضح کر دیا کہ جناب ابراہیم علیہ السلام نے اس موقع پر بھی کہ جب ابھی تک سوائے بیت اللہ الحرام کے پرانے نشانات کے کچھ بھی نہ تھا دعا کے مذکور بالا الفاظ کے ساتھ ساتھ ﴿ رَبَّنَآ اِنِّيْٓ اَسْكَنْتُ مِنْ ذُرِّيَّتِيْ بِوَادٍ غَيْرِ ذِيْ زَرْعٍ عِنْدَ بَيْتِكَ الْمُحَرَّمِ ﴾ ...... '' بھی کہا تھا۔ (صحیح بخاری کی اس حدیث کا پورا مفہوم پیچھے گزر چکا ہے۔) چنانچہ علامہ ابن کثیر رحمہ اللہ سورۃ ابراہیم کی آیت نمبر ۳۷ (مذکور بالا الفاظ والے مقام) کی تفسیر میں لکھتے ہیں: ((وَهٰذَا يَدُلُّ عَلَى أَنَّ هٰذَا دُعَاءٌ ثَانٍ بَعْدَ الدُّعَاءِ الْأَوَّلِ الَّذِيْ دَعَا بِهِ عِنْدَمَا وَلَّى عَنْ هَاجَرَ وَوَلَدِهَا ، وَذٰلِكَ قَبْلَ بِنَاءِ الْبَيْتِ ، وَهٰذَا كَانَ بَعْدَ بِنَائِهِ تَأْكِيْدًا وَرَغْبَةً إِلَى اللّٰهِ ⇦⇦⇦

اللہ کے دین حنیف کی اشاعت وتبلیغ اور حکومت الٰہیہ کے استحکام میں مزید ۱۸ سال کا عرصہ بیت گیا۔سیدہ سارہ رضی اللہ عنہا کی عمر ۱۲۷ سال ہو چکی تھی اور ان کی عمر صرف اتنی ہی تھی۔ ان

⇦⇦⇦ عَزَّ وَجَلَّ ، وَلِهٰذَا قَالَ: عِنْدَ بَيْتِكَ الْمُحَرَّمِ"...... دُعا کے مذکور بالا الفاظ اس بات پر دلالت کرتے ہیں کہ: اس پہلی دُعا کے بعد کہ جسے جناب ابراہیم خلیل اللہ علیہ السلام نے اس وقت مانگا تھا جب آپ اپنی بیوی ہاجرہ اور اسماعیل علیہ السلام کو (یہاں بے آب وگیاہ وادی بطحاء میں) چھوڑ کر جا رہے تھے...... یہ دوسری بار مانگی جانے والی دُعا ہے۔ (صحیح البخاری کی حدیث ۳۳۶۴ کے موجب انہی مذکور بالا الفاظ کے ساتھ مانگی جانے والی) وہ دُعا بیت اللہ الحرام کی تعمیر سے پہلے تھی۔ جب کہ اس بار مانگی جانے والی وہی دُعا اللہ عزوجل کی طرف رغبت وشوق اور توثیق وتاکید کے لیے تھی۔ (کہ اے اللہ! میں نے پہلے بھی عرض داشت پیش کی تھی اور اب بھی وہی کرتا ہوں) اسی لیے دوبارہ عرض کیا: ''اے اللہ! تیرے عزت والے گھر کے پاس'' (اپنے اہل خانہ کو تیرے سپرد کرتے ہوئے یہاں بسا کر جا رہا ہوں۔ اس وقت بھی یہی عرض کیا تھا کہ جب اس عظیم شرف والے گھر کے صرف آثار ہی تھے، عمارت کی شکل میں نہیں تھا اور اب بھی وہی دعا کرتا ہوں کہ جب یہ دوبارہ پھر بصورتِ عمارت معرضِ وجود میں آ گیا ہے۔ یہ پیراگراف ہم نے پہلے پیرا کے مطالعہ سے اشکال باقی رہ جانے کے ازالہ میں لکھا ہے۔ اور دونوں عبارتوں سے واضح ہو گیا کہ: ساداتنا ابراہیم واسماعیل علیہما السلام کی بیت اللہ الحرام کی تعمیر جدید سے پہلے اس کے آثار اور اس کی زمین سے نیچے بنیادیں بہر حال موجود تھیں۔ واللہ اعلم بالصواب)

ج:...... صحیح البخاری کی مذکورہ بالا حدیث ۳۳۶۴ کے دو مقامات کا مطالعہ کیجیے۔ اس روایت میں ہے کہ جب زم زم کا چشمہ جاری ہو گیا اور سیّدہ ہاجرہ رضی اللہ عنہا اس کے پانی کو ضائع ہونے سے بچانے کے لیے اس کے گرد منڈیر سی بنانے لگیں؛ فَقَالَ لَهَا الْمَلَكُ : لَا تَخَافُوا الضَّيْعَةَ ، فَإِنَّ هَاهُنَا بَيْتُ اللّٰهِ يَبْنِي هٰذَا الْغُلَامُ وَأَبُوْهُ ، وَإِنَّ اللّٰهَ لَا يُضِيعُ أَهْلَهُ وَكَانَ الْبَيْتُ مُرْتَفِعًا مِنَ الْأَرْضِ كَالرَّابِيَةِ تَأْتِيْهِ السُّيُوْلُ ، فَتَأْخُذُ عَنْ يَمِيْنِهِ وَشِمَالِهِ . ...... تو فرشتے (جناب جبریل علیہ السلام) نے سیّدہ ہاجرہ سے کہا: اس پانی (اور اپنی اور اپنے بچے کی ذوات) کے ضائع ہو جانے کے بارے میں خوف نہ کھائیں۔ اس لیے کہ یہاں اللہ کا گھر (بیت اللہ العتیق) ہے۔ (علامہ ابن حجر رحمہ اللہ نے فتح الباری میں اس مقام پر تشریح کرتے ہوئے لکھا ہے کہ: ((وَفِي رِوَايَةِ الْإِسْمَاعِيلِيِّ "يَبْنِيهِ" زَادَ ابْنُ إِسْحَاقَ فِي رِوَايَتِهِ: وَأَشَارَ لَهَا إِلَى الْبَيْتِ وَهُوَ يَوْمَئِذٍ مدرةٌ حَمْرَاءُ ، فَقَالَ: هٰذَا بَيْتُ اللّٰهِ الْعَتِيْقُ وَاعْلَمِي أَنَّ إِبْرَاهِيْمَ وَإِسْمَاعِيْلَ يَرْفَعَانِهِ . )) ...... امام اسماعیلی رحمہ اللہ کی روایت میں ہے کہ: اس گھر کی تعمیر یہ بچہ کرے گا۔ جب کہ امام بخاری رحمہ اللہ کے استاذ امام محمد بن اسحاق بن منصور البصری رحمہ اللہ نے روایت میں ان الفاظ بھی اضافہ کیا ہے: اور پھر جناب جبریل علیہ السلام نے سیّدہ ہاجرہ رضی اللہ عنہا کے لیے اس گھر (بیت اللہ العتیق) کی طرف اشارہ بھی کیا۔ جب کہ بیت اللہ الحرام اس وقت ایک سرخ رنگ کی سخت مٹی کا ڈھیر سا تھا۔ چنانچہ فرشتے نے کہا: یہ بیت اللہ العتیق ہے۔ اور اس بات کو اے ہاجرہ جان لو کہ اس کی (دوبارہ) تعمیر ابراہیم و اسماعیل علیہما السلام کریں گے۔'') ...... جسے یہ بچہ اور اس کا باپ (ابراہیم علیہ السلام) تعمیر کریں گے۔ ⇦⇦⇦

**آخری ایام میں کنعانیوں کے علاقے پر واقع اس تاریخی شہر حبرون میں آپ قیام پذیر تھیں کہ ایک دن ملک الموت آیا اور آپ کی مقدس روح قبض کر کے رب ذوالجلال کے پاس لے گیا۔**

⇐⇐⇐ اور اللہ تعالیٰ اپنے بندوں کو ضائع نہیں کرتا۔ اب جہاں بیت اللہ الحرام ہے اس وقت وہاں ٹیلے کی مانند زمین اُٹھی ہوئی تھی۔ سیلاب کا دھارا آتا اور اس کے دائیں بائیں سے زمین کاٹ کر لے جاتا۔"

د:.....صحیح البخاری کی اسی روایت کے اگلے بعض الفاظ: ((قَالَ : فَإِنَّ اللّٰهَ أَمَرَنِيْ أَنْ أَبْنِيَ هَاهُنَا بَيْتًا ، وَأَشَارَ إِلَى أَكَمَةٍ مُرْتَفِعَةٍ عَلَى مَا حَوْلَهَا ، قَالَ: فَعِنْدَ ذٰلِكَ رَفَعَا الْقَوَاعِدَ مِنَ الْبَيْتِ.....)) پھر جناب ابراہیم علیہ السلام جتنے دنوں اللہ کو منظور رہا یہاں مکہ میں اپنے اہل کے پاس نہ آئے اور پھر ایک عرصہ کے بعد آئے تو دیکھا کہ اسماعیل زمزم کے قریب ایک بڑے درخت کے سائے میں اپنے تیر بنا رہے ہیں..... ) پھر ابراہیم علیہ السلام نے فرمایا: اسماعیل! مجھے اللہ تعالیٰ نے حکم دیا ہے کہ میں اس مقام پر اللہ رب العالمین کا ایک گھر بناؤں۔ پھر آپ نے (وادی کے نشیب میں) ایک اونچے ٹیلے کی طرف اشارہ کیا کہ اس کے چاروں طرف۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اس وقت ان دونوں باپ بیٹا نے بیت اللہ الحرام کی (اُسی پرانی) بنیاد پر عمارت کی تعمیر شروع کر دی۔" کی تشریح و تفسیر میں حافظ ابن حجر رحمہ اللہ نے: (۱)..... مسند الامام احمد میں امام احمد کی روایت عن عبدالرزاق عن معمر عن ایوب عن سعید عن ابن عباس: ((اَلْقَوَاعِدُ الَّتِيْ رَفَعَهَا إِبْرَاهِيْمُ كَانَتْ قَوَاعِدُ الْبَيْتِ قَبْلَ ذٰلِكَ .)) (۲)..... روایت مجاہد عند ابن ابی حاتم۔ (۳)..... ومن طریق سعید بن جبیر عن ابن عباس۔ (۴)..... ومن طریق عطاء۔ (۵) وفی حدیث عثمان وابی جہنم۔ (۶)..... وفی حدیث علی عند الطبری والحاکم۔ رحمہم اللہ جمیعاً ثابت کیا ہے کہ: جناب ابراہیم واسماعیل علیہما السلام کی تعمیر بیت اللہ الحرام سے قبل اُن بنیادوں کے نشانات موجود تھے کہ جنہیں آدم اور ان کے بعد دیگر بعض انبیاء کرام علیہم السلام نے رکھا تھا۔

ھ:..... پیچھے گزر جانے والے پیراگراف نمبر ج میں حدیث کے جو الفاظ: ((وَكَانَ الْبَيْتُ مُرْتَفِعًا مِنَ الْأَرْضِ كَالرَّابِيَةِ)) کے آئے ہیں، ان کی شرح میں حافظ ابن حجر رحمہ اللہ نے ابن ابی حاتم میں سیّدنا عبداللہ بن عمرو بن العاص رضی اللہ عنہما کی حدیث درج کی ہے، جس کا مفاد یہ ہے کہ: طوفانِ نوح کے زمانہ میں بیت اللہ الحرام کو اُٹھا لیا گیا تھا، انبیاء کرام علیہم السلام اس کا حج کیا کرتے تھے..... الخ۔ اس کے بعد شارح نے "کتاب الدلائل" میں ایک دوسری سند کے ساتھ بیہقی کی روایت عن عبداللہ بن عمرو بن العاص رضی اللہ عنہما مرفوعاً درج کی ہے جس کے الفاظ اس طرح ہیں: ((بَعَثَ اللّٰهُ جِبْرِيْلَ إِلٰى آدَمَ فَأَمَرَهُ بِبِنَاءِ الْبَيْتِ فَبَنَاهُ آدَمُ ، ثُمَّ أَمَرَهُ بِالطَّوَافِ بِهِ وَقِيْلَ لَهُ أَنْتَ أَوَّلُ النَّاسِ وَهٰذَا أَوَّلُ بَيْتٍ وُضِعَ لِلنَّاسِ)) اللہ تعالیٰ نے جناب جبریل کو آدم علیہ السلام کی طرف بھیجا اور انہیں بیت اللہ الحرام کی تعمیر کا حکم دیا۔ چنانچہ آدم علیہ السلام نے اس کی تعمیر کر دی۔ پھر اللہ تعالیٰ نے (بیت اللہ کی تعمیر کے بعد) اُنہیں اس کے طواف کا حکم دیا۔ اور جناب آدم علیہ السلام سے کہا گیا: آپ تمام لوگوں کے سب سے پہلے فرد ہیں اور یہ سب سے پہلا گھر ہے کہ جسے (ایک اللہ کی عبادت کے لیے) لوگوں کے لیے دُنیا میں بنایا گیا ہے۔"

(دیکھیے: فتح الباری ج:۶ ص:۴۷۸ تا ۴۹۲ طبع دار السلام، ریاض)

سیدنا ابراہیم علیہ السلام کسی دعوتی کام سے باہر گئے ہوئے تھے۔ آپ کو وہیں پر اطلاع دی گئی۔

چنانچہ آپ محبوب شریک حیات کے آخری سفر میں شرکت کے لیے حبرون تشریف لے آئے۔

آپ علیہ السلام نے کنعانیوں میں سے بنوحت کے ایک شخص عفرون بن صحر سے مکفیلہ کی غار اور اس کے اردگرد کی زمین جو اس کے کھیتوں میں تھی ۴۰۰ مثقال چاندی کے بدلے خرید لی اور اسے آل ابراہیم کے لیے قبرستان کے طور پر وقف کردیا۔ تب سارہ رضی اللہ عنہا کا جنازہ پڑھایا اور اسے اس مقام پر دفن کردیا۔ ❶

کم وبیش سو سال تک ہر قسم کے دکھ سکھ کی ساجھی خلیل اللہ کی دوسری شریک حیات بھی آج ان سے بچھڑ چکی تھی۔ آپ علیہ السلام نے اپنی زندگی میں ایک زبردست خلا محسوس کیا اور بہت غمگین ہوئے۔ پھر انہی غمزدہ ایام پر ایام گزرتے چلے گئے حتیٰ کہ پانچ سال کا عرصہ بیت گیا۔ اللہ کے ذکر اور وقت کے فاصلے نے ان کا یہ زخم مندمل کردیا۔

## اسحاق علیہ السلام کی شادی

سیدہ سارہ رضی اللہ عنہا کی اکلوتی اولاد حضرت اسحاق علیہ السلام کی عمر چالیس سال ہوچکی تھی۔ خلیل اللہ نے اپنے ناظم الامور عازار کو بلایا اور اسے تاکید کی کہ (کنعانیوں کے غلط رویے کی وجہ سے) آل ابراہیم کی کوئی بھی رشتہ داری ان کے ساتھ قائم نہ کی جائے۔ ''تم حران جاؤ اور اسحاق کے لیے بھائی ناحور کی اولاد میں سے کسی کا رشتہ لاؤ۔'' انہوں نے اسے حکم دیا۔

چنانچہ آپ کا یہ خادم حکم کی تعمیل کے لیے فوراً حران کی طرف روانہ ہوگیا۔

سیدنا ابراہیم علیہ السلام کے بھائی ناحور کی اولاد کو حران میں رہتے ہوئے ۷۵ سال بیت چکے تھے۔ ناحور اور اس کی بیوی ملکا، دونوں فوت ہوچکے تھے۔ ان کی اولاد میں سے بتوئیل زیادہ معروف اور صاحب فراست تھا۔ آگے بتوئیل کی اولاد بھی ہوچکی تھی کہ جن میں سے لڑکے اور

❶ تورات۔ پیدائش باب نمبر ۲۳۔ البدایہ والنہایہ جلد اول ص ۱۶۳ وتاریخ ابن خلدون جلد دوم ص ٤٤، ٥٤.

لڑکیاں دونوں ہی تھے۔ لڑکیوں میں ربقہ زیادہ خوبصورت اور سلیقہ مند تھی۔

جب ابراہیم علیہ السلام کا یہ خادم اونٹوں پر سامان لادے اپنے ساتھیوں سمیت یہاں پہنچا تو حران سے باہر ہی ایک چشمے پر ٹھہر گیا۔ تھوڑی دیر بعد ایک دوشیزہ گاگر اٹھائے، پورا پردہ کیے چشمے سے پانی لینے کو آئی۔ خادم نے اس کی حیا دار چال دیکھ کر دل میں خیال کیا کہ اگر یہ بی بی اس کے آقا کی رشتہ دار نکلی تو اسے وہ اسحاق کے لیے اس کے ماں باپ سے مانگ لے گا۔

لڑکی نے نیچے جا کر چشمے سے پانی بھرا اور سر پر برتن اٹھائے اوپر آ گئی۔ عازار نے اس سے بات کرنے کے بہانے پینے کو پانی مانگا۔ سلیقہ مند نے گاگر کو ہاتھوں پر لیا اور اسے پانی پلانے لگی۔ جب وہ پانی پی چکا تو اس نے لڑکی کا نام، پتہ پوچھا۔ اس نے بتایا کہ وہ ناحور کے بیٹے بتوئیل کی بیٹی ربقہ ہے اور حران شہر میں رہتے ہیں۔ خادم کو یہ سن کر بہت خوش ہوئی۔ تب اس نے اپنا اور حضرت ابراہیم علیہ السلام کا تعارف کروایا۔ مگر اس نے یہ نہ بتایا کہ اس کے مالک کا ربقہ کے دادا کے ساتھ کیا تعلق ہے اور اس کے یہاں آنے کا مقصد کیا ہے۔

عازار نے لڑکی کی عادات واطوار جانچنے اور خدمت کا جذبہ پرکھنے کے لیے اونٹوں کو بھی پانی پلانے کے لیے اس سے کہا۔ ربقہ نے تمام اونٹوں اور باقی خدام کو خوشی خوشی گاگریں بھر بھر کر پانی پلانا شروع کر دیا۔ جب وہ اس سے فارغ ہو چکی تو اس نے گھر جانے کی اجازت چاہی۔ خادم نے کسی اونٹ کی کھرجی سے ایک نتھ اور دس مثقال سونے کے دو کڑے تحفہ میں دیے۔ اور پوچھا: بیٹی ہم رات شہر میں گزارنا چاہتے ہیں۔ کیا ہمارے لیے آپ کے گھر رہنے کو جگہ مل سکتی ہے؟

”جی ہاں! کیوں نہیں، ہمارے پاس ایک کھلی سی حویلی ہے۔ آپ اپنے ساتھیوں سمیت وہاں رات گزار سکتے ہیں اور اپنے اونٹ بھی وہاں لے جا سکتے ہیں، ہم انہیں چارہ کھلائیں گے۔“ یہ کہہ کر وہ وہاں سے چل دی۔

ربقہ انعام لے کر خوشی خوشی گھر کو چلی آئی۔ گھر پہنچ کر اس نے سارا ماجرا اپنی ماں سے کہہ سنایا اور پھر اپنے بھائی لابن کو انہیں بلا بھیجنے کو کہا۔ ماں نے بیٹے سے کہا کہ: ”جلد جاؤ اور

مہمانوں کو گھر لے آؤ“ وہ باہر اس آدمی کے پاس دوڑا گیا۔

دیکھا تو وہ چشمہ کے نزدیک اپنے اونٹوں کے پاس کھڑا ہے۔

”اَھْلًا وَّسَھْلًا وَّمَرْحَبًا ضُیوفِ کِرَام ! تشریف لائیں ہمارے دروازے آپ کے لیے کھلے ہیں۔ اپنی سواریاں بھی ساتھ لے آئیں۔“ لابن نے انہیں اپنے ساتھ چلنے کو کہا۔

مہمان اپنے اونٹوں سمیت اس کے ساتھ چل دیے۔ قلعہ نما حویلی میں داخل ہوئے تو ایک جانب چوپایوں کے لیے کھلا سا باڑا، اور دوسری طرف بڑی سی رہائش گاہ پائی کہ جس کا ایک عریض وطویل چوبی دروازہ تھا۔

لڑکے نے گھر میں مہمانوں کے آنے کی اطلاع بھجوائی اور اونٹوں کو باڑے میں ہانک دیا۔ ان کے سامنے بھوسہ اور چارہ ڈالنے کے بعد اوپر سے پالان اتروائے۔ سارا سامان ایک طرف رکھوانے کے بعد مہمانوں کو ساتھ لیے رہائش گاہ میں داخل ہوا۔ انہیں مردانے میں بٹھایا اور پھر ان کے وضو کے لیے پانی لے آیا۔ جب اللہ کے خلیل کا خادم اور اس کے ساتھی ہاتھ پاؤں دھو چکے تو ان کے سامنے کھانا چنا گیا۔ سب نے کھانا کھایا اور نماز ادا کر کے سو رہے۔

اگلی صبح فجر کو اٹھے اور اللہ کی عبادت میں کھڑے ہو گئے۔ تھوڑی دیر بعد لابن بھی آن پہنچا اور اس نے مہمانوں کو صبح کا سلام کہا۔ کچھ دیر ان سے باتیں کرنے کے بعد اٹھ کر اندر زنانے میں چلا گیا اور پھر ان کے لیے کھانے کو خشک میوے اور پینے کو دودھ لے آیا۔ جب مہمان کھا، پی چکے تو لابن کا باپ بتوئیل بھی آ گیا۔ حال احوال پوچھنے کے بعد اس نے مہمانوں کے آنے کی غرض اور ان کا وطن پوچھا۔ خادم نے ساری کہانی سنائی اور پھر ابراہیم خلیل اللہ علیہ الصلوٰۃ والسلام ان کے ساتھ تعلق بیان کے بعد اپنی آمد کے مقصد سے آگاہ کیا۔ دبے لفظوں میں اسحاق بن ابراہیم علیہما السلام کے لیے ربقہ کا رشتہ بھی مانگ لیا۔

بتوئیل کو اپنے چچا حضرت خلیل اللہ، ان کے اہل خانہ اور فلسطین میں ان کی سلطنت کے متعلق سن کر بہت خوش ہوئی۔ اپنے بیٹے لابن کی طرف سوالیہ نگاہوں سے دیکھا۔ بیٹے نے خوشی بھری چمکدار نگاہوں سے باپ کو اپنی رضا مندی کا اشارہ دیا اور پھر دونوں باپ بیٹا نے

خادم خلیل اللہ کو یہ کہہ کر خوش کر دیا:

"This thing is from the lord; we can not speak for or against it. look Rebekah is present; take her and go."❶

''یہ تو خدا کی طرف سے ہے ہم اس کے متعلق (حق میں) یا خلاف کچھ نہیں کہہ سکتے۔ دیکھیے! ربقہ حاضر ہے۔ اسے اپنے ساتھ لے جائیں۔''

یہ سن کر عازار کا دل خوشی سے بھر گیا۔ اس نے بتویل اور لابن کا شکریہ ادا کیا اور اللہ کے ہاں سجدہ ریز ہو گیا۔ پھر اس نے سونے چاندی کے کچھ زیورات اور خوبصورت قسم کے کپڑے ربقہ کے اہل خانہ کو ہدیہ میں دیے۔ یہ دن انہوں نے حران میں ہی گزارا اور پھر اگلے دن ربقہ کو ساتھ لیے واپسی کے سفر کا آغاز کیا۔ بتویل اور لابن قافلے کو الوداع کہنے کے لیے شہر سے باہر تک آئے اور ربقہ کے ساتھ ایک خادمہ بھی دے دی تا کہ بچی کا دل لگا رہے۔

کچھ دنوں کے بعد قافلہ حبرون کے قریب پہنچ چکا تھا۔ اسحاق علیہ السلام شہر سے جنوب میں واقع ایک میدانی علاقے کی طرف کسی کام سے گئے ہوئے تھے۔ دور سے اونٹوں والے قافلے کو دیکھا تو کھڑے ہو کر انتظار کرنے لگے کہ دیکھیں کون لوگ ہیں۔ قافلہ قریب پہنچا تو اپنے خادم اور ساتھ میں بیبیوں کو دیکھ کر خوش ہو گئے۔ خدام نے نیچے اتر کر اپنے مالک کی تعظیم کی۔ اسحاق نے انہیں مرحبا کہا اور پوچھا کہ ساتھ کون ہیں؟...... عازار نے بتایا کہ آپ کی ہونے والی ''وہ'' لایا ہوں۔ تو اسحاق علیہ السلام کھل اٹھے۔ کہا: ''تب تو جلدی گھر پہنچنا چاہیے۔ آپ سب لوگ اکٹھے آئیں میں چلتے ہوں۔'' گھوڑے کو ایڑ لگائی اور تھوڑی ہی دیر میں حبرون جا پہنچے۔ خلیل اللہ کو قافلے کے کامیاب لوٹنے کی اطلاع دی اور مسجد اقصیٰ میں نماز کے لیے چلے گئے۔

خلیل اللہ نے قافلے کو مرحبا کہا، ربقہ سے اس کا اور تمام گھر والوں کا حال احوال پوچھا۔ انہیں آرام کے لیے زنانہ میں بھیج دیا اور پھر اگلے دن ربقہ کا نکاح اسحاق علیہ السلام سے کر دیا گیا۔ ❷

---

❶ HOLY BIBLE CHAPTER,24

❷ یہ تمام واقعات انجیل کے باب نمبر ۲۴ سے لیے گئے ہیں۔

# مزید شادیاں اور اولاد

کنعانیوں کے بعض سنجیدہ افراد کو اس بات سے دلی دکھ پہنچا کہ خلیل اللہ ان سے رشتہ داری نہیں کرنا چاہتے حالانکہ وہ ان کے محسن ہیں۔ انہوں نے ہی اہل فلسطین کو سیدھی راہ دکھائی اور پورے علاقے کو امن کا گہوارہ بنایا تھا۔ چنانچہ بعض سرکردہ لوگوں نے ایک میٹنگ میں طے کیا کہ بہر طور اللہ کے خلیل کو راضی کیا جائے اور پھر کچھ اشخاص کی کوشش سے ابراہیم علیہ الصلوٰۃ والسلام نے یقطان کی بیٹی قنطورا سے نکاح کرلیا کہ جس سے چھ بیٹے ہوئے۔ زمران، یقشان، مدان، مدین، اشبق اور شوخ۔ اسی دوران آپ نے ایک اور کنعانی آدمی اہیب کی بیٹی رعوہ سے بھی شادی کی کہ جس سے آپ کے پانچ بیٹے ہوئے۔ کبسان، فروخ، امیم، لوطان اور نافس اس اعتبار سے کل تیرہ اولاد ہوئی۔ ❶

وقت کا پہیہ گھومتا رہا اور مزید ۱۷ سال کا عرصہ بیت گیا۔ خلیل اللہ کی عمر ایک سو ساٹھ برس ہوگئی اور آپ کی اولاد میں سے اکثر جوان ہو چکے تھے۔ کئی ایک کی شادیاں بھی ہوگئی تھیں۔ ان میں سے قابل ذکر شادی سیدنا لوط علیہ السلام کی بیٹی ریثا سے خلیل اللہ کے بیٹے مدین کی تھی کہ جو قنطورا کے بطن سے ہوا تھا اور پھر اسی سے اہل مدین ہوئے۔ ❷

ادھر اللہ ذوالجلال نے خلیل اللہ کو ان کی زندگی میں ہی اسحاق علیہ السلام سے یعقوب کو پیدا کر کے خوشیوں کو دوبالا کر دیا۔ ❸ گویا کہ رب ذوالجلال نے اپنے خلیل کی بیوی سیدہ سارہ رضی اللہ عنہا کو (ان فرشتوں کے ذریعے جو قوم لوط کو تباہ کرنے آئے تھے) اسحاق کے بعد یعقوب کی جو خوشخبری دی تھی اسے پورا کر دکھایا۔ ❹

بعد والے ادوار میں سیدنا ابراہیم علیہ الصلوٰۃ والسلام کی اولاد میں سے اکثر بیٹوں کی نسل سے بڑی بڑی قومیں وجود میں آئیں اور دنیا پر اپنی تاریخ رقم کر گئیں۔ چنانچہ سیدنا اسماعیل علیہ التحیہ والسلام

---

❶ البدایہ والنهایہ جلد اول ص ۱٦۳ وتاريخ ابن خلدون جلد دوم ص ٤٥.

❷ تاریخ ابن خلدون جلد دوم ص ٤٤.

❸ سورة الانعام آیت نمبر ٨٤. ❹ سوره هود آیت نمبر ٧١.

کی نسل سے اکثر عرب اور ان کے تمام قبائل ہوئے۔ (تفصیل دوسرے حصوں میں آرہی ہے) سیدنا اسحاق علیہ السلام کے لخت جگر حضرت یعقوب علیہ الصلوٰۃ والسلام کی صلب سے بارہ بیٹے اور پھر آگے ان کی الگ الگ نسلیں چلیں کہ جنہیں قرآن نے اسباط کہا ہے اور پھر ان بارہ میں سے یوسف علیہ السلام زیادہ معروف ہوئے۔ (ہمارے اس سلسلہ کا زیادہ حصہ اولاد یعقوب کی انہی نسلوں پر مشتمل ہے۔) آگے ان سب کی اولاد اور ان سے جنم لینے والی اقوام کو بنواسرائیل کہا جاتا ہے۔ یہودو نصاریٰ بھی انہی میں سے ہیں۔ اسی طرح یقشان سے قوم سبا ہوئی۔ مدین سے اہل مدین ہوئے۔ (مدین ایک مشہور علاقے کا نام ہے۔ یہ علاقہ جزیرہ عرب کے شمال مغرب میں واقع ہے۔ اور اس قوم کے ایک مشہور پیغمبر حضرت شعیب علیہ السلام کا ذکر اللہ تعالیٰ نے قرآن میں فرمایا ہے۔)

# وفات

عبید بن عمیر کہتے ہیں؛ سیّدنا ابراہیم علیہ الصلوٰۃ والسلام بہت زیادہ مہمان نواز تھے۔ ایک دن کوئی مہمان نہ آیا۔ اس تلاش میں نکلے کہ کوئی انسان مل جائے۔ اور اس کی مہمانی کریں۔ مگر بتلاش بسیار کوئی بندہ نہ ملا۔ واپس گھر پلٹ آئے۔ جب گھر میں داخل ہوئے تو صحن میں ایک کو آدمی کھڑے پایا۔

کہا: ''خدا کے بندے! میری اجازت کے بغیر تم میرے گھر میں داخل کیسے ہو گئے؟''

وہ کہنے لگا: ''اس گھر کے رب کی اجازت سے۔''

''کون ہو تم؟'' خلیل اللہ نے تجسس سے پوچھا۔

''میں موت کا فرشتہ ہوں۔ مجھے اللہ نے اپنے بندے کی طرف بھیجا ہے کہ جسے اس نے اپنا گہرا دوست (خلیل) بنا لیا ہے۔''

ابراہیم نے پوچھا: ''کون ہے وہ؟ اللہ کی قسم! وہ آدمی زمین کے آخری کونے پر بھی ہوا تو میں اس سے ضرور ملوں گا۔ اس کی ہمسائیگی اور رفاقت میں ساری عمر گزار دوں گا یہاں تک کہ موت ہمیں ایک دوسرے سے جدا کر دے۔''

ملک الموت کہنے لگا: ''وہ شخص آپ خود ہیں۔''

حیرانی سے پوچھا: ''میں؟''

کہا: ''ہاں!''

خلیل اللہ تشکر کے آنسو آنکھوں میں لاتے ہوئے پوچھنے لگے: ''اللہ نے کس بنا پر مجھے اپنا خلیل بنایا ہے؟''

کہنے لگا: ''اس لیے کہ آپ لوگوں سے مانگتے کچھ نہیں۔ انہیں عطا ہی کرتے ہیں۔'' ❶

تب خلیل اللہ نے کہا: ''چلئے مجھے میرے خلیل (اللہ رب العزت) کے پاس لے چلئے۔ یہاں رہنے کا کیا لطف؟''

ملک الموت نے انہیں لیٹ جانے کو کہا۔ جان آفریں کو جسد خاکی سے جدا کی اور انہیں لے کر ان کے خلیل جلیل اللہ رب العالمین کی طرف روانہ ہوگیا۔ اِنَّا لِلّٰهِ وَاِنَّا اِلَیْهِ رَاجِعُوْنَ o

وفات کے وقت خلیل اللہ کی عمر ۱۷۵ برس ہو چکی تھی۔ انہیں اسی غار میں دفن کیا گیا جس میں ان کی محبوب بیوی سیدہ سارہ رضی اللہ عنہا ابدی نیند سو رہی تھیں۔ آپ کی تجہیز و تکفین میں سیدنا اسماعیل علیہ الصلوٰۃ والسلام سمیت آپ کے تمام بیٹے شامل ہوئے۔ آپ کی کسی بیٹی کے متعلق ہمیں کچھ معلوم نہیں ہو سکا۔ آپ کی قبر فلسطین کے مشہور شہر ''الخلیل'' میں واقع ہے۔

(ہمارے اس سلسلہ کا اگلا حصہ اسحاق بن ابراہیم کے پوتے سیدنا یوسف علیہ السلام کی سیرت طیبہ پر مشتمل ہے۔ عنقریب آپ کے ہاتھوں میں ہوگا۔ ان شاء اللہ)

# اوصاف حمیدہ اور ایک متنازع پہلو

انسانی تاریخ میں بہت ساری شخصیات ایسی ملتی ہیں کہ جنہوں نے تحریکی اور نقلابی ذہن لے کر تمام زندگی پوری لگن کے ساتھ کام کیا اور پھر اپنے نظریات کو ایک اللہ رب العالمین کی طرف سے ملنے والے براہین و بیّنات کے ذریعے انہیں عملی صورت میں نافذ کرتے ہوئے

❶ البدایہ والنہایہ جلد اول ص ۱۵۹۔

اجتماعی زندگی کے دھارے کا رخ موڑ کر رکھ دیا۔ ان میں سے وہ لوگ کہ جن کی اپنی راہنمائی کا منبع اگر وحی الٰہی نہیں تھا تو وہ خود بھی گمراہ ہوئے اور ایک جم غفیر کو بھی اپنے ساتھ جہنم میں لے گئے۔ مگر ایسے افراد کہ جن کی تعلیمات کا مصدر اللہ تعالیٰ کی بالواسطہ یا بلاواسطہ ہدایت تھی وہ لوگ اپنے رب کے ہاں خود بھی محبوب وسرخرو ہوئے اور اپنے متبعین کے لیے اللہ کی جنتوں کے وارث بننے کا سبب بھی بن گئے۔ ثانی الذکر مقدس جماعت میں سے اولوالعزم پیغمبروں کی بابرکت سیرتیں باقی لوگوں کے لیے راہنمائی کا بہترین ذریعہ ہیں۔ اور پھر ان سب میں سے جدالانبیاء حضرت ابراہیم علیہ الصلوٰۃ والسلام اور سیدالانبیاء والمرسلین محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی شخصیات تو سب کے لیے قابل اتباع ہیں۔

اس وقت پوری دنیا کے انسان مذہب کے اعتبار سے تین حصوں میں بٹے ہوئے ہیں۔ ایک تو وہ لوگ ہیں جو کسی دین، دھرم کو نہیں مانتے۔ ان کے نزدیک پوری کائنات کا نظام خود بخود معرض وجود میں آیا ہے۔ اس کا کوئی خالق و مالک نہیں اور نہ ہی ان کے ہاں مرنے کے بعد کسی کے سامنے جا کر حاضر ہونا اور حساب دینا ہے۔ ایسے لوگوں کو ملحدین اور کیمونسٹ کہا جاتا ہے۔ دوسرا گروہ وہ ہے جو یہ سب کچھ مانتا تو ہے مگر ان کے پاس کوئی الہامی کتاب نہیں۔ جن رہنما کتابوں کو وہ مقدس مانتے ہیں یا تو وہ بالکل من گھڑت ہیں کہ ان کا خدائی تعلیمات کے ساتھ دور کا بھی واسطہ نہیں یا پھر وہ اتنی پرانی اور تبدیلیوں کے ذریعے اس قدر فرسودہ اور بیہودہ ہو چکی ہیں کہ انہیں پڑھنے سے گھن آتی ہے۔ جیسے کہ ہندوؤں کے تمام مذاہب کی تمام کتب اور بدھ مت کی تعلیمات۔

باقی رہا انسانی جماعت کا تیسرا حصہ؟ تو اس حصے کو آگے دو گروہوں میں تقسیم کیا جاتا ہے۔

(۱)......ایسی امتیں اور قومیں کہ جن کے پاس الہامی مذاہب اور کتب تو ہیں مگر

ا:......ان کی شریعتیں اور کتابیں منسوخ ہو چکی ہیں، قابل عمل نہیں۔

ب:......انہوں نے اپنی مرضی کے مطابق ان کتب میں اتنی تحریف کر لی ہے کہ اصل کتابوں کا حلیہ بگاڑ کے رکھ دیا ہے، اب وہ الہامی لگتی ہی نہیں۔

(۲)......ایک ایسی امت کہ جس کے مرسل من اللہ راہنما پر انبیاء کا سلسلہ ختم کر دیا گیا ہے اور اس کی تمام تعلیمات مکمل طور پر محفوظ، تر وتازہ، قابل عمل، پچھلے تمام مذاہب کی ناسخ اور تمام مخلوقات کے لیے ایک نعمت تامہ کی حیثیت رکھتی ہیں۔

مندرجہ بالا تمام باتوں کو مدنظر رکھتے ہوئے اب جدالانبیاء سیّدنا ابراہیم علیہ السلام کی شخصیت کو اس پہلو سے دیکھیے کہ آپ کی اولاد اور پھر ان کی اولادوں، نسلوں میں کتنی قسم کے لوگ ہوئے؟ اور یہ کہ کون سی امت اور کون سے گروہ کو آپ کی طرف نسبت کا حق حاصل ہوگا؟

جیسا کہ آپ ''بابل سے بطحاء تک'' کے اس پہلے حصے جدالانبیاء سیّدنا ابراہیم علیہ السلام کے دو بیٹوں اسماعیل واسحاق علیہما السلام سے متعلق پڑھ چکے ہیں کہ ان میں سے اسحاق علیہ السلام فلسطین میں آباد ہوئے اور اسماعیل علیہ السلام جزیرہ عرب کے مرکزی شہر مکہ مکرمہ میں۔ آگے اسحاق علیہ السلام کی اولاد میں سے یعقوب علیہ السلام اللہ کے نبی اور معروف پیغمبر ہوئے کہ جن کا لقب اسرائیل تھا۔ اسرائیل کے بارہ بیٹے تھے جن میں سے یوسف علیہ السلام بہت معروف ہوئے۔ پھر یعقوب علیہ السلام کے انہی بارہ بیٹوں کی اولاد میں سے بنو اسرائیل ہوئے۔ ادھر عربوں میں بنو اسماعیل باقی تمام قبائل پر غالب آ گئے اور خلیل اللہ کے اس بڑے لخت جگر اسماعیل ذبیح اللہ کے نسب کو فخر کا ذریعہ بنا لیا گیا۔ چنانچہ بنو اسرائیل بھی جدالانبیاء سیدنا ابراہیم علیہ الصلوٰۃ والسلام کے نسب پر فخر کرتے ہیں اور بنو اسماعیل بھی۔ شرق اوسط میں خلیل اللہ وہ واحد شخصیت ہیں کہ جن کا احترام، یہودی، نصرانی اور مسلمان سب برابر کا کرتے ہیں۔ مگر ان تینوں میں سے حقیقی طور پر اہل اسلام ہی اس بات کا حق رکھتے ہیں کہ ان کی نسبت اللہ کے خلیل کی طرف کی جائے کیونکہ تینوں میں سے یہی وہ امت ہے کہ جس نے ان کی تعلیمات کو مکمل طور پر اپنا رکھا ہے۔ باقی دونوں قومیں عملی طور پر ان کی سخت مخالف واقع ہوئی ہیں۔ بلکہ اس موضوع پر انہوں نے ایک دوسرے کی اتنی کھینچا تانی کی کہ دوسرے کا حق خلیل اللہ کے بارے میں تسلیم کرنے سے ہی انکار کر دیا۔ چنانچہ قرآن نے ان کے اسی جھگڑے کو نقل کرتے ہوئے فرمایا: ''اے اہل کتاب! ابراہیم (علیہ الصلوٰۃ والسلام) کے بارے میں کیوں جھگڑا کرتے ہو؟ حالانکہ (یہود کی کتاب) تورات

(کہ جس سے ان کی ابتداء ہوئی) اور (نصرانیوں کی کتاب) انجیل (کہ جس سے ان کا آغاز ہوا) تو ابراہیم کے بعد اتری ہیں۔ کیا تم عقل نہیں رکھتے؟ اللہ جانتا ہے اور تم نہیں جانتے۔ (اس لیے وہ تمہیں بتلا رہا ہے کہ) ابراہیم علیہ السلام نہ یہودی تھے اور نہ ہی نصرانی۔ بلکہ وہ تو (یک طرفہ اللہ کا تابعدار) یکسو مسلمان تھے۔ وہ مشرکوں سے نہ تھے۔ (جبکہ تم عیسیٰ بن مریم اور عزیر علیہما السلام کو اللہ کے بیٹے مان کر شرک کر رہے ہو۔ سنو!) بلاشبہ سب لوگوں میں سے ابراہیم کے ساتھ زیادہ نسبت اور خصوصیت رکھنے والے تو وہ لوگ ہیں جنہوں نے اس کی پیروی کی (ابراہیم کی اپنی امت کے لوگ) اور یہ پیغمبر (صلی اللہ علیہ وسلم) اور وہ لوگ جو ایمان لے آئے ہیں (یعنی مسلمان) اور اللہ تعالیٰ اہل ایمان (مسلمانوں) کا دوست ہے۔'' (سورۃ آل عمران آیت نمبر ۶۵ تا ۶۸)

جناب عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کی حدیث میں ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: (( إِنَّ لِكُلِّ نَبِيٍّ وُلَاةً مِنَ النَّبِيِّيْنَ وَإِنَّ وَلِيِّي مِنْهُمْ أَبِي وَ خَلِيْلُ رَبِّي عَزَّوَجَلَّ . ))

''بلاشبہ انبیاء میں سے ہر نبی کے دوست ہوئے ہیں کہ جن سے اس کا تعلق ہوتا تھا اور میرا دوست (کہ جس سے میرا تعلق ہے۔) میرا باپ اور اللہ تبارک و تعالیٰ کا خلیل ابراہیم علیہ السلام ہے۔''

اس کے بعد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے سورۃ آل عمران کی یہ آیت (۶۸) تلاوت فرمائی۔ ❶

اسلام سے قبل جزیرہ عرب میں یہود و نصاریٰ ہی دو امتیں تھیں جو پڑھے لکھے لوگ تھے ورنہ اہل عرب تو چٹے ان پڑھ، امی لوگ تھے۔ وہ پڑھنے لکھنے کے فن کو عیب جانتے تھے۔ اس معاملے میں یہود نے بالخصوص عربوں کو اُلو بنا رکھا تھا۔ وہ انہیں الٹی سیدھی کہانیاں سناتے رہتے اور خرافات پر مبنی فتووں سے انہیں گمراہ کرتے رہتے۔ مگر جب دین اسلام کی تجدید کے لیے قرآن اترنے لگا تو اللہ تعالیٰ نے وحی کے ذریعے یہود و نصاریٰ کا بھانڈا پھوڑنا شروع کر دیا۔ اس سے انہیں بہت تکلیف پہنچی اور اس بناء پر بھی کہ اللہ نے اپنے آخری پیغمبر کو بنو اسماعیل سے بھیج دیا ہے وہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے حسد کرنے لگے۔ اس معاملے میں اتنے جل بھن گئے کہ

❶ مسند سعید بن منصور: ۱۰۴۷/۳۔ و جامع الترمذی، حدیث: ۲۹۹۵ صححہ الالبانی رحمہ اللہ۔

جب علمی میدان میں مات کھا گئے تو دشمنی میں میدان قتال کے اندر اتر آئے۔ مگر اللہ نے اپنے نبی اور اس کے متبعین اہل ایمان واسلام کی مدد کی اور یہود کی کثیر تعداد کو قتل بھی کروا دیا اور باقیوں کو جزیرہ عرب سے نکلوا کر ذلیل وخوار بھی کر دیا۔

سورۃ النساء کی آیت ۴۶، سورۃ المائدۃ کی آیت ۱۳ اور آیت ۴۱ میں اللہ تعالیٰ نے اپنی کتابوں (تورات وانجیل) میں یہود ونصاریٰ کی جرأت وجرم تحریفی کا ذکر کرتے ہوئے سورۃ البقرۃ کی آیت ۷۵ میں اپنے مومن بندوں کے اس لالچ کو مدنظر رکھتے ہوئے کہ شاید اہل کتاب میں سے کچھ لوگ ابراہیم خلیل اللہ اور محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کے مشترکہ دین حنیف "اسلام" میں داخل ہو کر اللہ کی پکڑ سے بچ جائیں۔ فرمایا: "اے ایمان والوں! کیا تم اس بات کا طمع رکھتے ہو کہ یہودی تمہاری بات مان لیں گے۔ (اور ایمان لے آئیں گے؟) ان میں سے تو ایک فرقہ ایسا گزرا ہے جو اللہ کا کلام (تورات) کو سنتے تھے اور پھر سمجھ لینے کے باوجود اسے وہ بدل ڈالتے تھے۔"

چنانچہ یہود ونصاریٰ نے تورات وانجیل میں (لفظی اور معنوی دونوں) تحریفیں کر کر کے ان کا ایسا حلیہ بگاڑا کہ اب تو وہ خرافات پر مبنی ایک بیہودہ لٹریچر معلوم ہوتی ہیں۔ کوئی بھی عقل مند آدمی انہیں الہامی کتب ماننے کو تیار نہیں۔ صدیوں سے وہ اسی تحریف شدہ فرسودہ مذہب کی دعوت دیتے پھرتے ہیں۔

ایک یہودی کہ جس کا نام ابن صوریا اعور تھا، اللہ کے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا، اور کہنے لگا: "راہ ہدایت صرف وہ ہے جس پر ہم گامزن ہیں، لہٰذا آپ بھی ہمارا طریق اختیار کر لیجیے۔" تو اللہ تعالیٰ نے قرآن اتار دیا۔ فرمایا: "اور یہ کہتے ہیں کہ تم یہودی عیسائی بن جاؤ سیدھی راہ پالو گے؟ اے میرے پیغمبر ان سے کہہ دیجیے کہ نہیں ہم تو دین ابراہیمی پر ہیں۔ (علیہ التحیۃ والسلام) کہ جو سیدھی راہ پر تھے اور وہ مشرکوں میں سے نہ تھے۔" (سورۃ البقرۃ آیت ۱۳۵) بلکہ اللہ تعالیٰ نے تنبیہ کرتے ہوئے فرمایا کہ: "دین ابراہیم سے تو وہی منہ موڑتے ہوئے نفرت کرے گا جو احمق ہو گا اور اپنے آپ کو بے وقوف بنائے گا۔ تحقیق ہم نے اسے

دنیا میں (اپنی توحید اور لوگوں کی قیادت کے لیے) چن لیا تھا اور آخرت میں وہ صالحین میں سے ہوگا۔'' (سورۃ البقرۃ آیت ۱۳۰)

یہود ونصاری تفرقہ بندی اور یہودیت ونصرانیت کے تصوراتی نظریات کو اس قدر حقیقی اور اصلی بنانے اور جتلانے لگے کہ اپنے تمام انبیاء کو بھی اس میں لاگھسیٹا۔ قرآن نے ان کا یہ زعم باطل یوں بیان فرمایا ہے: ''کیا تم یہ کہتے ہو کہ ابراہیم واسماعیل، اسحاق ویعقوب اور ان کی اولادیں (اسباط یعقوب) یہ سب یہودی یا نصرانی تھے؟ اے نبی! ان سے کہہ دیجئے: کیا تم زیادہ جانتے ہو یا اللہ تعالیٰ؟ اور اس سے بڑھ کر کون ظالم ہوگا جو اپنے پاس اللہ کی گواہی کو چھپا کر رکھے (یعنی تم اچھی طرح جانتے ہو کہ یہ انبیاء نہ تو یہودی تھے نہ نصرانی، بلکہ سب کا ایک ہی دین، دین اسلام تھا، جس کی طرف آج حضرت محمد ﷺ دعوت دے رہے ہیں۔) اور اللہ تعالیٰ تمہارے کاموں سے بے خبر نہیں ہے۔ (جو تم چالاکیاں کرتے پھرتے ہو۔)''

(سورۃ البقرۃ آیت ۱۴۰)

جنتوں کا بلا شرکت غیرا کیلا مالک، اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ: ''(حرام اور حلال، حق اور باطل کو کھول کھول کر بیان کرنے والے قرآن کا راستہ) بلاشبہ یہ میری سیدھی راہ ہے اس کی پیروی کرو (اس کی بتائی ہوئی باتوں پر عمل کرو) اور دوسری راہوں پر مت چلو، وہ تمہیں اللہ کی راہ سے ہٹا دیں گی۔ یہ وہ باتیں ہیں کہ جن کا اللہ تعالیٰ نے تمہیں حکم دیا ہے تاکہ تم (ان کا خلاف کرنے سے) بچے رہو (اور اللہ کا ڈر رکھو)'' (سورۃ الانعام ۱۵۳)

(۲)...... ''اور جو کوئی اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول کا حکم مان لے (ان دونوں کی اطاعت کرے)، اللہ سے اپنے گناہوں کے بارے ڈرتا رہے اور آئندہ کے لیے اس کی نافرمانی سے بچا رہے تو اس قسم کے لوگ کامیاب ہونگے۔'' (سورۃ النور ۵۲)

(۳)...... ''ایمان والو! اللہ اور اس کے رسول کی ہی اطاعت کرو اور (ان کے علاوہ کسی اور کی پیروی کرکے) اپنے اعمال برباد نہ کر بیٹھنا۔'' (سورۃ محمد ۳۳)

(۴)...... اللہ نے تفرقہ پسند لوگوں کے بارے میں فرمایا کہ: ''بلاشبہ جن لوگوں نے

اپنے دین کو فرقوں، ٹکڑوں میں تقسیم کرلیا اور وہ کئی فرقے بن گئے آپ کو ان سے کچھ غرض نہیں۔ (یعنی آپ ان سے بری ہیں اور ان کا آپ سے کوئی تعلق نہیں) ان کا معاملہ اللہ کے سپرد ہے۔ پس وہی ان کو بتلائے گا جو دنیا میں کرتے رہے ہیں۔'' (سورۃ الاعراف ۱۵۹)

(۵)......عبداللہ بن عمرو بن العاص رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

''اور بنو اسرائیل ۷۲ فرقوں میں بٹ گئے جبکہ میری امت تہتر فرقوں میں تقسیم ہو جائے گی۔ ایک کے سوا سب دوزخ میں جائیں گے۔'' صحابہ کرام (رضی اللہ عنہم اجمعین) نے دریافت کیا: ''اللہ کے رسول! وہ نجات پانے والی کون سی جماعت ہے؟'' فرمایا: ''جو میرے اور میرے اصحاب کے راستے پر ہوگی۔'' [1]

یہ بات قرآن وسنت سے ثابت اور طے شدہ ہے کہ قیامت والے دن اللہ کے خلیل سیدنا ابراہیم علیہ السلام اپنی اولاد میں سے گمراہوں، مشرکوں اور ظالموں کے کسی کام نہ آئیں گے۔ اسی طرح اللہ کے حبیب حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم اپنی امت کے گمراہوں، مشرکوں اور بدعتیوں کو پہچاننے سے انکار کردیں گے۔ بلکہ فرشتوں سے فرمائیں گے کہ انہیں مجھ سے دور لے جاؤ۔ (اَلْعِیَاذُ بِاللّٰهِ۔ اَللّٰهُمَّ ارْزُقْنَا شَفَاعَتَهُ یَوْمَ الْقِیَامَةِ بِالْاِتِّبَاعِ عَلٰی سُنَنِهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ.)

بھائیو! اللہ کے خلیل سیدنا ابراہیم علیہ السلام کا مقام بہت بڑا ہے۔ اس سے بڑھ کر اور درجہ کیا ہوگا کہ جب رب العالمین نے فرما دیا: ﴿وَ اتَّخَذَ اللّٰهُ اِبْرٰهِیْمَ خَلِیْلًا﴾ ''اور اللہ تعالیٰ نے ابراہیم (علیہ التحیہ والسلام) کو اپنا سچا دوست بنالیا۔'' (سورۃ النساء ۱۲۵) اور ان کی دوستی میں کسی پہلو سے کوئی خامی نہ تھی۔

اللہ نے اپنے دوست کی تعریف کرتے ہوئے فرمایا: ﴿اِنَّ اِبْرٰهِیْمَ لَحَلِیْمٌ اَوَّاهٌ مُّنِیْبٌ﴾ ''بے شک ابراہیم بردبار، نرم دل، خدا سے دل لگانے والا تھا۔'' (سورہ ھود ۷۵) دوسری جگہ

[1] حاکم، ترمذی، مشکوۃ باب الاعتصام بالکتاب والسنه۔ جامع الترمذی: ۲٦٤٠، ۲٦٤١، صححه الالبانی رحمه الله و حسنه.

پر فرمایا کہ: ﴿إِنَّهُ كَانَ صِدِّيقًا نَّبِيًّا﴾ ''بلاشبہ وہ تو بہت ہی سچا نبی تھا۔'' (سورۃ مریم ۴۱)

''بے شک ابراہیم لوگوں کا پیشوا تھا۔ خدا کا تابعدار بندہ، یکسو ہوکر ایک طرف لگ جانے والا اور وہ مشرکوں میں سے نہ تھا۔ اللہ کی نعمتوں کا شکر ادا کرنے والا تھا۔ اسی لیے تو اللہ نے اسے منتخب کرلیا تھا۔ (اور توحید کی) اسے سیدھی راہ سمجھائی تھی۔ اور ہم نے اسے دنیا میں بھی بھلائی اور بلاشبہ آخرت میں تو وہ نیک بندوں میں سے ہوگا۔ (اور کتنا بڑا اعزاز ہے کہ) پھر آپ کو (اے ہمارے نبی! باوجودیکہ تو سب نبیوں کا سردار ہے) ہم نے حکم دیا کہ تو ابراہیم (خلیل اللہ) کے دین حنیف کی پیروی کر کیونکہ وہ مشرکوں میں سے نہ تھا۔'' (سورۃ النحل ۱۲۰ تا ۱۲۳)

یہاں زیر بیان موضوع کے تحت چند احادیث کا مطالعہ علم و معلومات میں اضافہ کا سبب بنے گا، ان شاء اللہ۔

ا:...... سیّدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمارے درمیان خطبہ و وعظ فرماتے ہوئے، ارشاد فرمایا: ''اور تمام مخلوقات میں سب سے پہلے (قیامت والے دن) جسے کپڑا پہنایا جائے گا وہ ابراہیم (خلیل اللہ علیہ السلام) ہوں گے...... الخ'' ❶

دیگر احادیث کے مطالعہ سے پتہ چلتا ہے کہ: ہمارے نبی مکرم صلی اللہ علیہ وسلم اپنی قبر مبارک سے اپنے کفن والے لباس میں اُٹھیں گے اور پھر سیّدنا ابراہیم علیہ السلام کے ساتھ ہی آپ کو جنت کی اعلیٰ ترین پوشاک پہنائی جائے گی۔ پھر دونوں اصحاب علیہما السلام کو اللہ عزوجل کے عرش کی دائیں جانب تخت نما کرسیوں پر شرف و تکریم کے لیے بٹھایا جائے گا۔ ❷

ب:...... رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جناب جد الانبیاء ابراہیم خلیل اللہ علیہ الصلاۃ والسلام کے قد کاٹھ اور چہرہ مہرہ کے حسن و جمال کا تذکرہ کرتے ہوئے فرمایا: ''آج کی رات میرے پاس (خواب میں) دو فرشتے (جبریل و میکائیل) آئے۔ پھر یہ دونوں فرشتے مجھے ساتھ لے کر ایک لمبے قد والے بزرگ کے پاس لے گئے۔ وہ اتنے لمبے تھے (اُخروی زندگی میں ملنے والے

❶ صحيح البخاري، حديث: ٦٥٢٦ و صحيح مسلم، حديث: ٧٢٠١.

❷ فتح الباري: ١١/ ٤٦٧ـ دارالسلام.

قد کی وجہ سے) کہ میں ان کا سر نہیں دیکھ پا رہا تھا اور یہ جناب ابراہیم علیہ السلام تھے۔" جناب عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "اگر تمہیں (اپنے جدامجد جناب) ابراہیم خلیل اللہ علیہ الصلوۃ والسلام کو دیکھنا ہو تو اپنے صاحب (خود محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم) کو دیکھ لو۔ (آپ بالکل اُن کے ہم شکل تھے علیہما الصلوۃ والسلام) جب کہ موسیٰ علیہ السلام کا بدن گٹھا ہوا، رنگ گندم گوں اور بال گھنگھریالے تھے۔ جیسے کہ اس وقت بھی میں انہیں دیکھ رہا ہوں۔ وہ اس ازرق نامی وادی میں لبیک کہتے ہوئے اُتر رہے تھے۔ ان کے سرخ اونٹ کی نکیل کھجور کی چھال سے بٹی ہوئی ایک رسی تھی۔" (یہ سب کچھ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو خواب میں دکھایا گیا تھا۔)" ❶

ج:...... یہودیوں کے اُکسانے پر مشرکین مکہ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے (۱)......اصحابِ کہف کے واقعہ، (۲)......روح کی حقیقت اور (۳)......جنابِ ذوالقرنین کیخسرو کی حکومت و سیرت اور اہم واقعات کے بارے میں جو سوالات کیے تھے اور پھر قرآن کریم نے ان تینوں سوالات کے جوابات سورۃ الکہف میں جس انداز سے بیان فرمائے ہیں اور احادیث و آثار صحابہ و ثقہ تاریخی روایات میں جس طرح تفصیل آتی ہے،......تو جنابِ ذوالقرنین کیخسرو رحمہ اللہ کا زمانہ (چونکہ بعض ثقہ روایات سے ثابت ہوتا ہے کہ) جد الانبیاء سیّدنا ابراہیم خلیل اللہ علیہ الصلوۃ والسلام کے زمانہ سے ملا ہوا ہے اور آپ علیہ الصلوۃ والسلام کا تذکرہ ان واقعات میں کہیں کہیں آ گیا ہے، اس لیے ذوالقرنین کی سیرت وحکومت اور اُس کے دور میں ہونے والے اہم واقعات کا مطالعہ ہماری دوسری کتاب "خیر القرون" کی جلد اوّل میں کر لیجیے۔ چونکہ ان واقعات کے اندراج کا مقام "خیر القرون" ہی تھا، اس لیے انہیں یہاں کی بجائے وہاں درج کر دیا گیا ہے۔

مگر افسوس کہ اس قدر اعلیٰ مرتبے اور پکے توحید والے صالح نبی کے دونوں بیٹوں (اسماعیل واسحاق) کی اولادوں (بنو اسرائیل وبنو اسماعیل) نے آپ کی تعلیمات کو مسخ کر کے رکھ دیا۔

❶ صحیح البخاری، حدیث: ٣٣٥٤، ٥٩١٣ و صحیح مسلم، حدیث: ٤١٦.

دونوں قوموں نے آپ کے بارے میں بہت غلو سے کام لیا۔

اللہ کے نبی حضرت محمد ﷺ کو جب بیت اللہ العتیق سے بیت المقدس، وہاں سے آسمان دنیا اور پھر باقی آسمانوں کے بعد سدرۃ المنتہی سے بھی آگے لے جایا گیا تو آپ نے ساتویں آسمان پر بیت اللہ کی مانند بنے ہوئے بیت المعمور کے ساتھ تکیہ لگائے ایک شخص کو دیکھا۔ آپ فرماتے ہیں کہ: میں نے سلام کیا، اس نے سلام کا جواب دیا اور کہا: ''مرحبا اے صالح بیٹے اور اے صالح نبی! مرحبا اے امی نبی کہ جس نے اپنے رب کی پیغمبری پوری کی اور اپنی امت کی خیر خواہی کی۔'' جبریل کے بتانے پر معلوم ہوا کہ یہ میرے باپ ابراہیم علیہ السلام ہیں۔ اللہ کا خلیل مزید گویا ہوا، فرمایا: ''اللہ کا شکر ہے جس نے مجھے اپنا خلیل بنایا اور مجھے بڑا ملک دیا اور میری امت کو ایسا فرمانبردار بنایا کہ ان کی اقتداء کی جاتی ہے۔ اس نے مجھے آگ سے بچالیا اور اسے میرے لیے ٹھنڈی اور سلامتی والی بنا دیا۔''

دونوں جلیل القدر اور عظیم مرتبوں والے نبیوں کے درمیان اور بھی بہت ساری باتیں ہوئیں کہ جن کا ذکر کسی اور کتاب میں کیا جائے گا، ان شاء اللہ۔

د...... جناب عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ اگر تم اپنے جد امجد (ابراہیم خلیل اللہ) کی صورت دیکھنا چاہتے ہو تو اپنے نبی کا چہرہ دیکھ لو (ﷺ)۔ کیونکہ رسول اللہ ﷺ نے ایسا ہی بتایا ہے۔ (رواہ البخاری، حدیث: ۳۳۵۵)

ھ...... حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبیکریم ﷺ فرمایا: ''جنت میں حضرت ابراہیم علیہ السلام کے لیے (اللہ کے حکم سے) سالم موتی کا ایک ایسا محل تیار کیا گیا ہے کہ جس میں کہیں کوئی جوڑ نہیں۔'' ❶ دیگر انبیاء کے مراتب بھی قرآن وسنت میں تفصیل سے بیان ہوئے ہیں۔ جبکہ ہمارے نبی حضرت محمد ﷺ کا مرتبہ ومقام تو سب نبیوں اور رسولوں سے بڑھ کر ہے۔ آپ ﷺ کی شان کو کوئی نہیں پا سکا۔

❶ رواہ ابوبکر البزار، البدایہ والنہایہ جلد اول۔

مگر میرے بھائیو اور بیٹو! ایک بات ہمیشہ یاد رکھو جو اللہ تعالیٰ نے قرآن میں اصول کے طور پر بیان فرمائی ہے: ''جب (قیامت والے دن) صور پھونکا جائے گا تو اس دن لوگوں کے درمیان کوئی رشتہ ناطہ نہ ہوگا۔ ایک دوسرے کی بات نہ پوچھیں گے۔ ہاں! جن کے (نیکیوں والے) پلڑے ہلکے ہو گئے (اور برائیوں کے بھاری) تو یہی وہ لوگ ہونگے جنھوں نے اپنے آپ کو خود تباہ کیا اور وہ ہمیشہ ہمیشہ کے لیے جہنم میں رہیں گے۔'' (سورۃ المومنون ۱۰۲، ۱۰۳) سورۃ الاعراف کی آیت ۱۵۷ تا ۱۵۸ میں اللہ نے اس بات کا یقین دلایا ہے کہ جس کسی نے بھی اس کے اُمی نبی کی تابعداری اختیار کر لی وہ آخرت میں کامیاب وکامران ہوں گے۔

اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی مُحَمَّدٍ وَّ عَلٰی آلِ مُحَمَّدٍ كَمَا صَلَّيْتَ عَلٰی اِبْرَاهِيْمَ وَعَلٰی آلِ اِبْرَاهِيْمَ اِنَّكَ حَمِيْدٌ مَّجِيْدٌ . اَللّٰھُمَّ بَارِكْ عَلٰی مُحَمَّدٍ وَّ عَلٰی آلِ مُحَمَّدٍ كَمَا بَارَكْتَ عَلٰی اِبْرَاهِيْمَ وَعَلٰی آلِ اِبْرَاهِيْمَ اِنَّكَ حَمِيْدٌ مَّجِيْدٌ .



# مصادر و مراجع

## القرآن

1۔ قرآن حکیم
2۔ تفسیر ابن کثیر۔ابن کثیر
3۔ تفسیر الطبری ۔ابو جعفر محمد بن جریر الطبری
4۔ تفسیر القرطبی۔امام قرطبی
5۔ روح المعانی 6۔الکشاف
7۔ تفهیم القرآن۔ ابوالاعلیٰ مودودی
8۔ زبدة التفسیر من فتح القدیر۔محمد بن سلیمان الاشقر
9۔ اشرف الحواشی۔محمد عبدہ الفلاح
10۔ ترجمان القرآن۔ ابوالکلام آزاد
11۔ التفسیر الکبیر۔امام فخر الدین رازی



## الحدیث

12۔ صحیح البخاری۔ الامام محمد بن اسماعیل البخاری
13۔ صحیح مسلم۔الامام مسلم بن حجاج
14۔ سنن ابی داؤد۔الامام ابی داؤد
15۔ فتح الباری۔حافظ ابن حجر
16۔ مشکاة المصابیح۔محمد بن عبداللہ الخطیب

## التاریخ

17۔ البدایة والنهایة۔ابن کثیر
18۔ تاریخ ابن خلدون۔محمد بن خلدون

19۔ تاریخ الطبری۔ ابوجعفر محمد بن جریر الطبری
20۔ معجم البلدان۔ یاقوت الحموی
21۔ الکامل التاریخ۔ ابن اثیر
22۔ المنتظم۔ لابن جوزی
23۔ المصنف۔ عبدالرزاق
24۔ الاوائل للسیوطی۔ امام سیوطی

## سیرت

25۔ رحمۃ للعالمین۔ قاضی سلیمان منصور پوری
26۔ سیرۃ ابن ہشام۔
27۔ الرحیق المختوم۔ مولانا صفی الرحمٰن مبارکپوری
28۔ سیرت سرور عالم۔ مولانا مودودی
29۔ دلائل النبوۃ۔ امام بیہقی

## دیگر مذہبی کتب

30۔ تلمود
31۔ تورات
32۔ انجیل
33۔ انگریزی بائبل

## دیگر کتب

34۔ دائرۃ المعارف الاسلامیہ (عربی) دارالفکر بیروت
35۔ مسدس حالی۔ مولانا الطاف حسین حالی
36۔ اُردو دائرہ معارف اسلامیہ۔ پنجاب یونیورسٹی لاہور
37۔ شفاء الغرام
38۔ الروض الانف۔ السہیلی

❀❀❀......❀❀❀

# مصنف کا مختصر تعارف

پاکستان کے صوبہ پنجاب میں ضلع قصور کے گاؤں ''بازید پور'' میں دسمبر 1953ء کو پیدائش ہوئی۔ مارچ 1965ء تک گاؤں کے ہی پرائمری سکول میں تعلیم حاصل کی اور اپریل 1965ء سے گورنمنٹ ہائی سکول گنڈا سنگھ والا میں چھٹی کلاس کا آغاز کیا۔1968ء میں دینی تعلیم کے لیے مختلف مدارس کا رخ کیا اور ادیب عربی و میٹرک کے امتحانات پاس کیے۔1974ء میں جامعہ سلفیہ فیصل آباد سے ثانویہ عامہ کی اسناد (دینی و دنیاوی) حاصل کیں۔2 جنوری 1982ء کو مملکت سعودیہ کے ''مکتب الدعوۃ والارشاد لاہور'' میں ملازمت اختیار کی۔اسی دوران بی اے، وفاق المدارس اور فاضل عربی کے امتحانات دیے۔اپریل 1987ء تک اسی مکتب سے وابستہ رہنے کے بعد، سعودی وزارت العدل میں بحیثیت مترجم متعین ہو کر مئی 1987ء (۱۲ شعبان ۱۴۰۷ھ) کو مملکت سعودیہ کے شمالی صوبائی ہائی کورٹ ''عرعر'' میں پہنچ کر اسی دن سے اپنے کام کا آغاز کر دیا۔یہاں آٹھ سال تک خدمات انجام دینے کے بعد دسمبر 1994ء میں وطن واپسی ہوئی۔مقصد دین حنیف کی خدمت بذریعہ تعلیم و تدریس اور تالیف تھا۔چنانچہ اپریل 1995ء سے جنوبی لاہور میں ''وی،آئی،پی سکول'' کے نام سے ایک تعلیمی ادارے کا آغاز کیا۔اس کے ساتھ ساتھ دیگر بہت ساری ذمہ داریوں کا بوجھ بھی آن پڑا۔جنہیں نبھانے کی ہمت ایک اللہ ہی دے سکتا ہے۔وی،آئی،پی سکول کی طرف کم و بیش تین سال تک توجہ دے سکا تھا کہ اسی دوران تصنیف و تالیف اور ترجمۃ الکتب کی طرف توجہ زیادہ مبذول ہوگئی۔اور پھر اپنے تعلیمی ادارے کو اپنے ہی سٹاف کے سپرد کر کے ترجمہ و تصنیف اور دعوتی سرگرمیوں میں یکسوئی کے ساتھ مشغول ہوگیا۔پھر رمضان المبارک 2003ء میں عمرہ کے لیے ارض الحرمین جانا ہوا۔اسی دوران تراجم و تصانیف کا کام جاری رہا اور بحمد اللہ العزیز ''قول ثابت شرح مؤطا امام مالک'' جیسے بڑے کام بتوفیق ربنا الکریم شروع ہوگئے۔پھر اللہ کریم نے توفیق بخشی اور ماہ جنوری 2007ء میں تجارتی وزٹ ویزے پر مملکت سعودی عرب جانا ہوا کہ اس سفر میں مدتِ قیام 8 ماہ تک رہی اور ''ادارۃ الدعوۃ السلفیہ،دہلی'' کے اشراف میں مترجم موسوعة الحديث والے پراجیکٹ کے لیے تحقیقی کمیٹی کا ممبر بنا لیا گیا اور ترجمۃ الکتب کا کام بھی جاری رہا۔اسی مدت قیام کے دوران مملکت سعودیہ کی وزارۃ الشئون الاسلامیہ کے اشراف میں کام کرنے والے محافظة ينبع / منطقة المدينة المنوره کے المكتب التعاوني للدعوة والارشاد و توعية الجاليات کے مدیر و نائب مدیر اور دیگر احباب کے اصرار پر ینبع میں بطور داعی الی اللہ کام کرنے کی حامی بھر لی۔پھر رمضان المبارک 2008ء کو وہاں بطور مترجم و داعی کام کرنے کے لیے پہنچ گیا۔چار سال محافظة ينبع (Yanbu Commissionery) میں کام کرنے کے بعد 20 ستمبر 2012ء کو ایک بار پھر مملکت سعودیہ سے اس حال میں واپسی ہوئی ہے کہ: بفضل اللہ عزوجل تفسیر السعدی، مؤطا امام مالک، جامع الترمذی، سنن النسائی، سنن ابن ماجہ اور اس درجہ کی دیگر بڑی کتب کے ترجمہ و فوائد کی تکمیل کے ساتھ ساتھ دوسری کتب کی تصانیف و تراجم جات سمیت ہماری کتب کی تعداد بحمد اللہ العزیز پچاس (50) سے متجاوز ہے۔جن میں سے اکثر طبع ہو چکی ہیں اور بعض کے انگلش ترجمہ ہو کر چھپ چکے ہیں۔بعینہٖ دسیوں بڑی کتب پر کام جاری ہے اور ڈاکٹریٹ کے لیے لاہور لیڈز یونیورسٹی (Lahore Leads University) میں باقاعدہ کلاس اور ریسرچ ورک بھی جاری ہے۔واللہ المستعان وعليه التكلان.

مکتبة الکتاب

مکتبة الکتاب الفضل مارکیٹ، اُردو بازار لاہور، پاکستان فون: 0321-4210145